سرمۂ چشم آریہ

مصنفہ

مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیاں ضلع گورداسپور

حسب فرمائش

کتب خانہ اسلامی پنجاب لاہور

سنہ ۱۸۹۳ء

اسلامیہ پریس لاہور میں باہتمام کرم بخش مہتمم مطبع طبع ہوا

سرمۂ چشم آریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

اے دلبر و دلستان و دلدار — وے جانِ جہان نورِ انوار
لرزان ز تجلیت دل و جان — حیران ز رخت قلوب و ابصار
در ذاتِ تو جز تحیرے نیست — ہنگامِ نظر نصیبِ افکار
در غیبے و قدرتت ہویدا — پنہانی و کارِ تو نمودار
دوری و قریب تر ز جان ہم — نوری و نہان تر از شبِ تار
آن کیست کہ منتہائے تو یافت — وآن کو کہ شود محیطِ اسرار
کردی دو جہان عیان ز قدرت — بے مادہ و بے نیاز انصار
واین طرفہ کہ ہیچ کم نہ گردد — با آنکہ عطائے تست بسیار
حسنِ تو غنی کند ز ہر حسن — مہرِ تو بخود کشد ز ہر یار
حسنِ نگینت ار نبودے — از حسن نبودے ہیچ آثار

شوخی ز تو یافت روے خوبان — رنگ از تو گرفت گل بہ گلزار
سیمین ذقنان کہ سیب دارند — آمد ز جہان بلند اشجار
ایں ہر دو از آں دیار آیند — گیسوے بتان و مشک تاتار
از بہر نمائش جمالت — بینیم ہمہ چیز آئینہ دار
ہر برگ صحیفۂ ہدایت — ہر جوہر و عرض شمع بردار
ہر نفس بنور رہے نماید — ہر جان بہ رہ صلاح ایں کار
ہر ذرہ فشاند از تو نورے — ہر قطرہ براند از تو انہار
ہر سو ز عجائب تو شورے — ہر جا ز غرائب تو اذکار
از یاد تو نور ہا بہ بینم — در حلقۂ عاشقان خونبار
آنکس کہ بہ بند عشقت افتاد — دیگر نہ شنید پند اغیار
اے مونس جان جو یستانی — کز خود بربودیم بہ یکبار
از یاد تو ایں دلے بہ غم غرق — دارد گہرے نہان صدف وار
چشم و سر ما فداے رویت — جان و دل ما بتو گرفتار
عشق تو بہ نقد جاں خریدیم — تا دم نزند دگر خریدار
غیر از تو کہ سر زدے زجیبم — در ہیچ دلم نماند دیار
عمریست کہ ترک خویش و پیوند — کردیم و دے جز از تو دشوار

ہزار ہزار شکر اُس قادر مطلق کا جنے انسان کی روح اور ہر ایک مخلوق اور ہر ذرہ کو محض ارادہ کی طاقت سے پیدا کرکے وہ استعدادیں اور قوتیں اور خاصیتیں اُنمیں رکھیں جنپر غور کرنے سے ایسا عجیب عالم عظمت اور قدرت الٰہی کا نظر آتا ہے اور جنکے دیکھنے اور سوچنے سے معرفت الٰہی کا کامل دروازہ کھلتا ہے اُسی قادر توانا کی مدح اور حمد میں محو رہنا چاہئے جسکی ایجاد کے بغیر کوئی ایک چیز بھی موجود نہیں ہوئی وہی ایک ذات عجیب الحکمت و عظیم القدرت ہے جسکی فقط حکم کی طاقت سے جو کچھ وجود رکھتا ہے پیدا ہو گیا ہر ایک ذرہ انت ربی انت ربی کی آواز سے زبان کشا ہے ہر ایک جان انت مالکی کی شہادت سے نغمہ سرا ہے وہی حکیم

مطلق ہے جسنے انسانی روحونکو ایک ایسا پُرمنفعت جسم بخشا کہ جو اِس جہان میں کمالات حاصل کرنے اور اُس جہان میں اُنکا پورا پورا حظ اُٹھانے کے لئے بڑا بھاری یار و مددگار ہے روح اور جسم دونو ملکر اُسکے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور ظاہری باطنی وہ نو قوتیں اُسکی شہادت دے رہی ہیں وہی محسن حقیقی ہے جسنے وفاداری سے ایمان لانے والونکو ہمیشہ کی رستگاری کی خوشخبری دی اور انہیں صادق عارفوں اور سچے محبّوں کے لئے اُس جنت دائمی کا وعدہ دیا جو بدرجہ اکمل و اتم مظہر العجائب ہے جسکی نہریں اِسی دنیوی حیات میں جوش مارنا شروع کرتی ہیں جسکے درخت اِسی جگہ کی آبپاشی سے نشو و نما پاتے جاتے ہیں اُسکی قدرت و حکمت ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہے اور اُسکی حفاظت جو ہر یک چیز کے شامل حال ہے اُسکی عام خالقیّت پر گواہ ہے اُسکی حکیمانہ طاقتیں بے انتہا ہیں کون ہے جو اُنکی تہ تک پہنچ سکتا ہے اُسکی قادرانہ حکمتیں عمیق در عمیق ہیں کون ہے جو اُنپر احاطہ کر سکتا ہے ہر یک چیز کے اندر اُسکے وجود کی گواہی چھپی ہوئی ہے ہر یک مصنوع اُس صانع کامل کی راہ دکھلا رہا ہے موجود بوجود حقیقی وہی ایک رب العالمین ہے اور باقی سب اُس سے پیدا اور اُسکے سہارے سے قائم اور اُسکی قدرتوں کے نقش قدم ہیں ✤

کسقدر ظاہر ہے نور اُس مبدا الانوار کا ۔۔۔ بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھکر میں سخت بیکل ہو گیا ۔۔۔ کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُسمیں جمال یار کا
اُس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے ۔۔۔ مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف ۔۔۔ جسطرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں ۔۔۔ ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ۔۔۔ اُس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص ۔۔۔ کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں ۔۔۔ کس سے کھل سکتا ہے پیچ اُس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اُس حسن کی ۔۔۔ ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے ۔۔۔ ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب ۔۔۔ ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا

ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز — جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایکدم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا — جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر — خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

بعد اسکے اور بعد صلوٰۃ وسلام بر نبی کریم خیر الانام محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین اور اُسکی آل و اصحاب مطہرین مہذبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ عاجز مؤلف کتاب **براہین احمدیہ** خدمت میں طالبین حق کے گذارش کرتا ہے کہ مارچ ۱۸۸۶ء کے مہینے میں جبکہ یہ عاجز بمقام ہوشیارپور مقیم تھا لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر سے جو آریہ سماج ہوشیارپور کے ایک اعلیٰ درجہ کے رکن اور مدار المہام ہیں مباحثہ مذہبی کا اتفاق ہوا وجہ اسکی یہ ہوئی کہ ماسٹر صاحب موصوف نے خود آکر درخواست کی کہ تعلیم اسلام پر میرے چند سوالات ہیں اور چاہتا ہوں کہ پیش کروں چونکہ یہ عاجز ایک زمانہ دراز کی تحقیق اور تدقیق کے رو سے خوب جانتا ہے کہ عقائد حقہ اسلام پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور جس کسی بات کو کوئی کوتہ اندیش مخالف اعتراض کی صورت میں دیکھتا ہے وہ درحقیقت ایک بھاری درجہ کی صداقت اور ایک عالی مرتبہ کی حکمت ہوتی ہے جو اُسکی نظر بیمار سے چھپی رہتی ہے اِسلئے باوجود شدت کم فرصتی میں نے مناسب سمجھا کہ ماسٹر صاحب کو اُنکے اعتراضات کی حقیقت ظاہر کرنیکے لئے مدد دوں اور بطور نمونہ اُنکو دکھلاؤں کہ **وید** اور **قرآن شریف** میں سے کونسی کتاب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور شوکت اور شان کے مطابق ہے اور کس کتاب پر سچے اور واقعی اعتراضات وارد ہوتے ہیں سو اِسغرض سے ماسٹر صاحب کو کہا گیا کہ اگر آپکو مذہبی بحث کا کچھ شوق ہے تو ہمیں بسر و چشم منظور ہے لیکن مناسب ہے کہ دونو فریق کے اصول کی حقیقت کھولنے کی غرض سے ہر دو فریق کی طرف سے سوالات پیش ہوں تا کوئی شخص جو اُن سوالات و جوابات کو پڑھے اُسکو دونو مذہبوں کے جانچنے اور پرکھنے کے لئے موقع ملے چنانچہ بمنظوری جانبین اسی التزام سے بحث شروع ہوئی اول گیارہ مارچ ۱۸۸۶ء کی رات میں اس عاجز کے مکان فرودگاہ پر ماسٹر صاحب کیطرف سے ایک تحریری اعتراض شق القمر کے بارہ میں پیش ہوا اور پھر چودھویں مارچ ۱۸۸۶ء کے دن میں اس عاجز کیطرف سے آریہ صاحبوں کے اس

اصول پر اعتراض پیش ہوا کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی اور نہ وہ کسی روح کو خواہ کوئی کیسا ہی راستباز اور وفادار اور سچا پرستار ہو ہمیشہ کے لئے جنم مرن کے عذاب سے نجات بخشیگا۔ ان دونو بحثوں کے وقت یہ بات طے ہو چکی تھی کہ جواب الجواب کے جواب تک بحث ختم ہو اُس سے پہلے نہو لیکن ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب نے شرائط قرار یافتہ کو کچھ ملحوظ نہ رکھا پہلے جلسہ میں جو گیاراں مارچ ۱۸۸۶ء کو بوقت شب ہوا تھا اُنکی طرف سے یہ نا انصافی ہوئی کہ جب جواب الجواب کے جواب کا وقت آیا جسکی تحریر کے لئے وہ آپ ہی فرما چکے تھے تو ماسٹر صاحب نے رات بڑی چلی جانیکا عذر پیش کیا ہر چند اس عاجز اور اکثر حاضرین نے سمجھایا کہ اے ماسٹر صاحب ابھی رات کچھ ایسی بڑی نہیں گئی ہم سب پر رات کا برابر اثر ہے مگر اقرار کے برخلاف کرنا اچھی بات نہیں جواب ضرور تحریر ہونا چاہئے لیکن وہ کچھ بھی ملتفت نہوئے آخر بوجہ تمام حاضرین کہا گیا کہ یہ جواب تحریر ہونے سے رہ نہیں سکتا اگر آپ اسوقت اسکو ٹالنا چاہتے ہیں تو بالضرور اپنے طور پر رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائیگا چنانچہ اُنہوں نے طوعاً و کرہاً بطور خود لکھا جانا تسلیم کیا پر اسی جلسہ میں وہ تحریر ہو کر پیش ہونا اُنکو بہت ناگوار معلوم ہوا جسکی وجہ سے وہ بلا توقف اُٹھکر چلے گئے یہ بات تھی کہ ماسٹر صاحب کو یہ فکر پڑی کہ اگر اُسیوقت جواب الجواب کا جواب پیش ہوا تو خدا جانے مجھے کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑینگی غرض جلسہ تو اسطور پر ختم ہوا اور اسکے تمام واقعات جو اس مضمون میں مندرج ہیں اُنکی شہادت حاضرین جلسہ جنکے نام حاشیہ میں درج ہیں دے سکتے ہیں ÷ اب دوسرا جلسہ جو چودہویں مارچ ۱۸۸۶ء میں دن کے وقت منشی مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیارپور کے مکان پر ہوا اُسکی بھی کیفیت سنئے ۔ اول حسب قرارداد اس عاجز

÷ **حاشیہ** حاضرین جلسہ بحث گیاراں مارچ سنہ ۸۶ کے نام یہ ہیں میاں شترو گہن صاحب پسر کلاں راجہ رودر سین صاحب والی ریاست سوکیت حال وارد ہوشیارپور ۔ میاں شترجیت صاحب پسر خورد راجہ صاحب موصوف میاں جھنجی جی صاحب پسر خورد راجہ صاحب ۔ بابو مولراج صاحب نقلنویس لالہ رام چھجمل صاحب ہیڈ ماسٹر لودیانہ بابو ہر کشن داس صاحب سکینڈ ماسٹر ہوشیارپور اسجگہ بتذکرہ لکھا جاتا ہے کہ میاں شترو گہن صاحب نے کئی بار ماسٹر صاحب کی خدمت میں التجا کی کہ آپ جواب الجواب کا جواب لکھنے دیں ہم لوگ بخوشی بیٹھینگے ہمیں کسی نوع سے تکلیف نہیں بلکہ ہمیں جواب سننے کا شوق ہے ایسا ہی کئی ہندو صاحبوں نے یہ منشا ظاہر کیا مگر ماسٹر صاحب نے کچھ ایسی مصلحت سوچی کہ کسیکی بات کو نہ مانا اور اُٹھ کر چلے گئے ÷ **مؤلف**

کیطرف سے ایک تحریری اعتراض پیش ہوا جسکا مطلب یہ تھا کہ خداتعالی کی خالقیت سے انکار
کرنا اور پھر اسی کے التزام سے جاودانی نجات سے منکر رہنا جو آریہ سماج والونکا اصول ہے اس سے
خداتعالی کی توحید و رحمت دونوں دور ہوتی ہیں جب یہ اعتراض جلسۂ عام میں سنایا گیا تو ماسٹر صاحب پر
ایک عجیب حالت طاری ہوئی جسکی کیفیت کو ماسٹر صاحب ہی کا جی جانتا ہوگا اور نیز وہ سب
لوگ جو فہیم اور زیرک حاضر جلسہ تھے معلوم کر گئے ہونگے ماسٹر صاحب کو اسوقت کچھ بھی سوجھتا
نہیں تھا کہ اسکا کیا جوابدیں سو ناچار حیلہ جوئی کی غرض سے گھنٹہ سوا گھنٹہ کے عرصہ تک یہی
عذر پیش کرتے رہے کہ یہ سوال ایک نہیں ہے بلکہ دو ہیں تو اسکے جواب میں عرض کر دیا گیا - کہ
حقیقت میں سوال ایک ہی ہے یعنی خداتعالی کی خالقیت سے انکار کرنا اور مکتی میعادی اسی
خراب اصول کا ایک بداثر ہے جو اس سے الگ نہیں ہو سکتا اس جہت سے دونوں ٹکڑے سوال
کے حقیقت میں ایک ہی ہیں کیونکہ جو شخص خداتعالی کی خالقیت سے منکر ہوگا اسکے لئے ممکن
نہیں کہ ہمیشہ کی نجات کا اقرار کر سکے سو انکار خالقیت اور انکار نجات جاودانی باہم لازم و ملزوم
ہے اور ایکدوسرے سے پیدا ہوتا ہے سو در حقیقت جو شخص یہ ثابت کرنا چاہے کہ خداتعالی کے
رب العالمین اور خالق ہونے میں کچھ حرج نہیں اسکو یہ ثابت کرنا بھی لازم آجائیگا کہ خداتعالی کے کامل
بندوں کا ہمیشہ جنم مرن کے عذاب میں مبتلا رہنا اور کبھی دائمی نجات نہ پانا یہ بھی کچھ مضائقہ کی بات
نہیں غرض بعد بہت سے سمجھانیکے پھر ماسٹر صاحب کچھ سمجھے اور جواب لکھنا شروع کیا اور تین
گھنٹہ تک بہت سے وقت اور غم و غصہ کے بعد ایک ٹکڑہ سوال کا جواب قلم بند کر کے سنایا اور
دوسرے ٹکڑہ کی بابت جو مکتی کے بارہ میں تھا یہ جوابدیا کہ اسکا جواب ہم اپنے مکان پر جا کر لکھ کر
بھیجدینگے چنانچہ اسطرف سے ایسا جواب لینے سے انکار رہا اور عرض کر دیا گیا کہ آپنے جو کچھ
لکھنا ہے اسی جلسہ میں حاضرین کے روبرو تحریر کریں اگر گھر میں بیٹھکر لکھنا تھا تو پھر اس جلسۂ بحث کی
ضرورت ہی کیا تھی مگر ماسٹر صاحب نے مانا اور کیونکر مانتے انکی تو اسوقت حالت ہی اور ہو رہی تھی
اب قصہ کوتاہ یہ کہ جب کسی طور سے ماسٹر صاحب نے لکھنا منظور نہ کیا تو ناچار پھر یہ کہا گیا کہ جسقدر
آپنے لکھا ہے وہی ہمکو دیں تا اسکا ہم جواب الجواب لکھیں تو اسکے جواب میں انہوں نے بیان
کیا کہ اب ہماری سماج کا وقت ہے اب ہم بیٹھ نہیں سکتے ناچار جب وہ جانیکے لئے مستعد ہوئے تو

انکو کہا گیا کہ آپ نے یہ اچھا نہیں کیا کہ جو کچھ باہم عہد ہو چکا تھا اُسکو توڑ دیا نہ آپ پورا جواب لکھا اور نہ ہمیں اب جواب الجواب لکھنے دیتے ہیں خیر بہ مجبوری ناچاری یہ جواب الجواب بھی بطور خود تحریر کر کے رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائیگا چنانچہ یہ بات سنتے ہی ماسٹر صاحب معہ اپنے رفیقوں کے اُٹھ کر چلے گئے اور حاضرین جلسہ جنکے نام حاشیہ میں درج ہیں بخوبی معلوم کر گئے کہ ماسٹر صاحب کی یہ تمام کارروائی گریز اور کنارہ کشی کے لئے ایک بہانہ تھی۔

÷ اب ہم قبل اسکے کہ ماسٹر صاحب کا پہلا سوال جو شق القمر کے بارہ میں ہے تحریر کریں صفائی بیان

÷ **حاشیہ** نام حاضرین جلسہ جو ماسٹر صاحب کی بیجا کارروائی کے گواہ ہیں شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیارپور مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل ہوشیارپور ڈاکٹر مصطفےٰ علی صاحب بابو احمد حسین صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہوشیارپور۔ میاں عبداللہ صاحب حکیم۔ میاں شہاب الدین صاحب دفعدار۔ لالہ نرائن داس صاحب وکیل۔ پنڈت جگن ناتھ صاحب وکیل۔ لالہ رام لچھمن صاحب ہیڈ ماسٹر لودیانہ۔ بابو ہر کشن داس صاحب سیکنڈ ماسٹر۔ لالہ گنیش داس صاحب وکیل۔ لالہ سیتا رام صاحب مہاجن۔ میاں شتروگھن صاحب پسر کلاں راجہ صاحب سوکیت۔ میاں شنزن جی صاحب پسر خورد راجہ صاحب موصوف۔ منشی گلاب سنگھ صاحب سررشتہ دار۔ مولوی غلام رسول صاحب مدرس۔ مولوی فتح الدین صاحب مدرس۔ ان تمام حاضرین کے روبرو لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر نے ہر ایک بات میں نا انصافی کی اس عاجز نے اپنا اعتراض ایک گھنٹہ کے قریب سنا دیا تھا مگر انہوں نے تین گھنٹہ تک وقت لیا اور پھر بھی اعتراض کا ایک ٹکڑہ چھوڑ گئے اصلی منشا انکا یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسطرح دن گذر جاوے اور اس بلا سے نجات پائیں مگر دن انکا دشمن ابھی تیسرے حصہ کے قریب سر پر کھڑا تھا اور واضح ہے کہ ماسٹر صاحب کا یہ عذر کہ اب ہماری سماج کا وقت آگیا ہے بالکل عبث اور کچا بہانہ تھا اول تو ماسٹر صاحب نے پہلے کوئی شرط ایسی نہیں کی تھی کہ جب سماج کا وقت ہو گا تو بحث کو درمیان چھوڑ کر چلے جائینگے ماسوا اسکے یہ تو دین کا کام تھا اور جن لوگوں نے سماج میں حاضر ہونا تھا وہ تو سب موجود تھے بلکہ بہت سے ہندو اور مسلمان اپنا اپنا کام چھوڑ کر اسی غرض سے حاضر تھے اور تمام صحن مکان کا حاضرین سے بھرا ہوا تھا سو اگر ماسٹر صاحب کی نیت میں فرق نہ ہوتا تو اسی جلسہ عظیمہ کو جو صدہا آدمیوں کا مجمع تھا سماج سمجھا ہوتا علت غائی جاجوں کی لکچر وغیرہ ہی ہوا کرتی تھی سو وہ تو اس جگہ ایسی میسر تھی کہ جو سماج میں کبھی میسر آئی ہو گی ماسوا اسکے جب ماسٹر صاحب نے بہت ۔ بالحضور وقت کا

کے لئے ایک مقدمہ لکھتے ہیں مقدمہ درحقیقت اُسی مضمون کا ایک حصہ ہے جسکو ہمنے جلسہ بحث گیارہویں تاریخ ۱۸۸۶ء میں ماسٹر صاحب کے جواب الجواب کے رد میں لکھنا چاہتا تہا مگر بوجہ عہد شکنی ماسٹر صاحب اور چلے جانے اُنکے اور برخاست ہوجانے جلسہ بحث کے لکھہ نہ سکے ناچار حسب وعدہ اب لکھنا پڑا اسو کچھہ اُسمیں سے اِسجگہ اور کچھہ جیسا کہ مناسب محل و ترتیب ہوگا بعد میں لکھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ ہو نعم المولیٰ و نعم النصیر ؛

بقیہ حاشیہ صرف باتوں ہی میں ضائع کرکے پھر بہت سی سستی اور آہستگی سے جواب لکھنا شروع کیا تو اُسی وقت ہم سمجھ گئے تھے کہ آپکی نیت میں خیر نہیں ہے اِسی خیال سے اُنکو کہا تھا کہ بہتر یوں ہی کہ جو جو ورق آپ لکھتے جائیں وہ مجھے دیتے جائیں تا میں اُسکا جواب الجواب بہی لکھتا جاؤں اِس انتظام سے دونوں فریق جلد تر فراغت کرلینگے مگر اُنکا تو مطلب ہی اور تہا وہ کیونکر ایسے انصاف کی باتوں کو قبول کرتے سو اُنہوں نے انکار کیا اور لالہ رام لچھمن صاحب اُنکے رفیق نے مجھے کہا کہ میں آپکی غرض کو سمجھہ گیا لیکن ماسٹر صاحب ایسا کرنا نہیں چاہتے چنانچہ وہی بات ہوئی اور اخیر پر تمام کام چھوڑ کر سماج کا عذر پیش ہوگیا اگر کوئی دنیا کا مقدمہ یا کام ہوتا تو ماسٹر صاحب ہزار دفعہ سماج کے وقت کو چھوڑ دیتے پر سچ تو یہ ہے کہ سماج کا عذر تو ایک بہانہ ہی تہا اصل موجب تو وہ گھبراہٹ تہی جو اعتراض کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ماسٹر صاحب کے دل پر ایک عجیب کام کر رہی تھی اِسی باعث سے پہلے ماسٹر صاحب نے باتوں میں وقت کھویا اور اعتراض کو سنتے ہوئے ایسے گھبرائے اور کچھہ ایسے مبہوت سے ہوگئے کہ چہرہ پر پریشانی کے آثار ظاہر تھے اور نا کارہ عذرات پیش کرکے یہ چاہا کہ بغیر تحریر جواب اُٹھکر چلے جائیں اِسوجہ سے لوگ تحریر جواب سے نا امید ہوکر متفرق ہوگئے اور بعض یہ کہتے ہوئے اُٹھ گئے کہ اب کیا بیٹھیں اب تو بحث ختم ہوگئی آخر ماسٹر صاحب طوعاً و کرہاً حاضرین کی شرم سے کچھہ لکھا جسکا آدھا دھڑ تو ماسٹر صاحب کے کاغذ پر اور آدھا اُنکے دل میں ہی رہا بہرحال وہ اپنے جواب کو اِسی حالت میں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے ماسٹر صاحب کو اُٹھتے وقت مینے یہ بھی کہا کہ اگر آپ اِس وقت کسی نوع سے ٹھہرنا مصلحت نہیں سمجھتے تو میں دو روز اور اِسجگہ ہوں اور اپنا ذرات اِسی خدمت میں صرف کرسکتا ہوں لیکن اُنہوں نے جواب دیا کہ فرصت نہیں اخیر پر ہم یہ بھی ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب جو کچھہ گھر پر جاکر لکھینگے ہمیں کچھہ اطلاع نہیں اِسلئے ہم اُسکی نسبت کچھہ تحریر کرنے سے معذور ہیں منہ ؛

ماسٹر صاحب نے اسلام کے عقیدہ پر شق القمر کا اعتراض پیش کیا ہے اور اس اعتراض
سے انکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آجکل کے نو تعلیم یافتہ لوگ انگریزی فلسفہ کے پھیلنے کی وجہ
سے ان سب عجائبات سماوی و ارضی کو قانون قدرت کے برخلاف سمجھتے ہیں جنپر انکی عقل محیط
نہیں ہو سکتی اور جنکو انہوں نے بچشم خود دیکھا اور نہ اپنے فلسفہ کی کتابوں میں اسکا اثر یا نشان
پایا اسلئے ماسٹر صاحب نے یہ اعتراض پیش کر دیا تا فلسفی طبع لوگ جنکے دل و دماغ پر خیالات
فلسفیہ غالب ہے ہیں خواہ نخواہ شق القمر کے محال ہونے میں انکے ساتھ ہاں کے ساتھ ہاں ملا لیں
اور گو انکی بات کیسی ہی ادھوری اور بودی ہو مگر پنچائت کے اتفاق سے کچھ آب و رنگ بے
آوے سو اول ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ اہل اسلام کی نظر میں ایسا امر نہیں ہے کہ جو
مدار ثبوت اسلام اور دلیل اعظم حقانیت کلام اللہ کا ٹھہرایا گیا ہو بلکہ ہزارہا شواہد اندرونی و بیرونی و صدہا
معجزات و نشانوں میں سے یہ بھی ایک قدرتی نشان ہے جو تاریخی طور پر کافی ثبوت اپنے ساتھ
رکھتا ہے جسکا ذکر آئندہ بتقریب آئیگا سو اگر تمام کھلے کھلے ثبوتوں سے چشم پوشی کر کے فرض بھی کر لیں
کہ یہ معجزہ ثابت نہیں ہے اور آیت کے اسطور پر معنی قرار دیں جسطور پر حال کے نئے مائی نیچری
یا دوسرے منکرین خوارق کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی اگر کچھ حرج ہے تو شاید ایسا ہے کہ
جیسے کسی کی کرور روپیہ کی جائداد میں سے ایک پیسہ کا نقصان ہو جائے پس اس تقریر سے
ظاہر ہے کہ اگر بفرض محال اہل اسلام تاریخی طور پر اس معجزہ کو ثابت نہ کر سکیں تو اس عدم ثبوت
کا اسلام پر کوئی بد اثر نہیں پہنچ سکتا سچ سچ تو یہ ہے کہ کلام الٰہی نے مسلمانوں کو دوسرے
معجزات سے کلی بے نیاز کر دیا ہے وہ نہ صرف اعجاز بلکہ اپنی جمیع برکات و تنویرات کے رو سے اعجاز

حاشیہ — معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں (۱) معجزات عقلیہ (۲) معجزات علمیہ (۳) معجزات برکات روحانیہ (۴)
معجزات تصرفات خارجیہ نمبر ۱ اور ۲ و ۳ کو معجزات خواص ذاتیہ قرآن میں سمجھیں نہایت عالیشان اور بدیہی الثبوت ہیں جنکو ہر یک زمانہ
میں ہر یک شخص تازہ بتازہ طور پر مشاہدہ پا کر اسیطرح دریافت کر سکتا ہے لیکن نمبر ۴ کو معجزات یعنی تصرفات خارجیہ بیرونی خوارق ہیں جنکو قرآن
شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں ہے انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے اصل غرض و جمال قرآن شریف کا پہلے تینوں قسم کے معجزات سے
وابستہ ہے بلکہ ہر ایک کلام الٰہی کا یہی نشان اعظم ہے کہ یہ تینوں قسم کے معجزات کسقدر اسمیں پائے جاتے ہیں اور قرآن شریف میں تو یہ
ہر قسم کا اعجاز اعلیٰ و اکمل درجہ طور پر پائی جاتی ہیں اور مخالفین کو قرآن شریف اپنی مثل بنانے کی اثبات میں بار بار پیش کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہو قل

آفرین بھی ہے فی الحقیقت قرآن شریف اپنی ذات مین ایسی صفات کمالیہ رکھتا ہے جو اُسکو
خارجیہ معجزات کی کچھ بھی حاجت نہین - خارجیہ معجزات کے ہونے سے اُسمین کچھ زیادتی نہین ہوتی
اور نہونے سے کوئی نقص عائد حال نہین ہوتا - اسکا بازار حسن معجزات خارجیہ کے زیور سے ونق پذیر
نہین - بلکہ وہ اپنی ذات مین آپ ہی ہزارہا معجزات عجیبہ و غریبہ کا جامع ہے جنکو ہریک زمانہ کے
لوگ دیکھ سکتے ہین نہ یہ کہ صرف گذشتہ کا حوالہ دیا جائے وہ ایسا ملیح الحسن محبوب ہے کہ ہریک چیز
اُس سے ملکر آرایش پکڑتی ہے اور وہ اپنی آرائش مین کسی کی آمیزش کا محتاج نہین ؎

ہمہ خوبان عالم را بزیورہا بیارایند — تو سیمین تن چنان خوبی کہ زیورہا بیارائی

پھر ماسوا اسکے سمجھنا چاہئے کہ جو لوگ شق القمر کے معجزہ پر حملہ کرتے ہین اُنکے پاس صرف یہی ایک
ہتھیار ہے اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا کہ شق القمر قوانین قدرتیہ کے برخلاف ہے اسلئے مناسب معلوم ہوا
کہ اول ہم انکے قانون قدرت کی کچھ تفتیش کرکے پھر وہ ثبوت تاریخی پیش کرین جو اس واقعہ کی صحت پہ

بقیہ حاشیہ لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن
لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی ان منکرین کو کہدے کہ اگر تمام جن
وانس یعنی تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہوجائے کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہئے تو وہ ہرگز اس بات پر
قادر نہین ہونگے کہ ایسی ہی کتاب انہین ظاہری باطنی خوبیون کی جامع بنا سکین - اگرچہ وہ ایک
دوسرے کی بھی مدد کرین - اور پھر دوسرے مقام مین اللہ تعالے فرماتا ہے - ما فرطنا
فی الکتاب شیئ یعنے اس کتاب (قرآن شریف) سے کوئی دینی حقیقت باہر نہین رہی بلکہ یہہ جمیع
حقائق و معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا
لکل شیئ یعنے یہ کتاب (قرآن شریف) تمام علوم ضروریہ پر مشتمل نازل فرمائی ہے اور پھر فرماتا ہے
یتلوا صحفا مطہرۃ فیھا کتب قیمۃ یعنے یہ قرآن شریف وہ پاک اوراق ہین جن مین تمام
آسمانی کتابون کا مغز اور سب لباب بھرا ہوا ہے اور پھر فرماتا ہے وان کنتم فی ریب مما
نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا
النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین یعنی اے منکرین اگر تم
اُس کلام کے بارہ مین جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے کچھ شک مین ہو یعنی اگر تم اُسکو خدا کا کلام

دلالت کرتے ہین سو جاننا چاہیے کہ نیچر کے ماننے والے یعنی قانون قدرت کے پیرو کہلانے والے
اس خیال پر زور دیتے ہین کہ یہ بات بدیہی ہے کہ جہانتک انسان اپنی عقلی قوتون سے جان سکتا ہے
وہ بجز قدرت اور قانون قدرت کے کچھ نہین یعنی مصنوعات وموجودات مشہودہ موجودہ پر نظر کرنے
سے چارونطرف یہی نظر آتا ہے کہ ہریک چیز مادی یا غیر مادی جو ہم مین اور ہمارے اردگرد یا فوق وتحت
مین موجود ہے وہ اپنے وجود اور قیام اور ترتب آثار مین ایک عجیب سلسلہ انتظام سے وابستہ ہے جو ہمیشہ
اُسکی ذات مین پایا جاتا ہے اور کبھی اُس سے جدا نہین ہوتا قدرت نے جسطرح جسکا ہونا بنا دیا بغیر خطا
کے اُسیطرح ہوتا ہے اور اُسیطرح ہوگا پس یہی سچ ہے اور اصول بھی وہی سچے ہین جو اُس کے
مطابق ہین۔ مین کہتا ہون کہ بلاشبہہ یہ سب سچ مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ قدرت الٰہی کے طریقے
اور اُسکے قانون اُسی حدتک ہین جو ہمارے تجربہ اور مشاہدہ مین آچکے ہین اس سے زیادہ نہین جس
حالت مین آلٰہی قدرتون کو غیر محدود ماننا ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے جو اُسی سے نظام کارخانہ الوہیت

بقیہ حاشیہ نہین سمجھتے اور ایسا کلام بنانا انسانی طاقت کے اندر خیال کرتے ہو تو تم بھی ایک سورۃ
جو انہین ظاہری باطنی کمالات پر مشتمل ہو بنا کر پیش کرو اور اگر تم نہ بنا سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز نہین بنا سکوگے
تو اُس آگ سے ڈرو جسکا ایندھن پتھر (بت) اور آدمی ہین یعنی بت اور مشرک اور نافرمان لوگ ہی اُس
آگ کے بھڑکنے کا موجب ہو رہے ہین اگر دنیا مین بت پرستی وشرک وبے ایمانی ونافرمانی نہوتی تو وہ
آگ بھی افروختہ نہوتی تو گویا اُسکا ایندھن یہی چیزین ہین جو علت موجبہ اُسکے افروختہ ہونیکی ہین اور
پھر ایکجگہ فرماتا ہے ولو انزلنا ھذا القران علے جبل لرایتہ خاشعا متصدعا
من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون یعنی
قران جو تمپر اُتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اُتارا جاتا تو وہ خشوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جاتا اور یہ
مثالین ہم اسلئے بیان کرتے ہین کہ تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لیے غور اور فکر کرین
یہ تو قرآن شریف مین اُن اعجازی کمالات کا ذکر ہے جو خود اُسکے نفس نفیس مین پائے جاتے ہین
لیکن باایمہ تصرفات خارجیہ کے اعجاز بھی قرآن شریف مین بکثرت درج ہین اور اس قسم کے معجزات
جمال قرآنی کے لیے بطور اُس زیور کے ہین جو خوبون کو پہنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس حُسن صورت
زیور کے محتاج نہین گو اُس سے اُس کی آب وتاب کسیقدر اور بڑھ جاتی ہے اسیکو واضح ہے کہ تصرفات

وابستہ اور اسی سے ترقیات علمیہ کا ہمیشہ کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے تو پھر کسقدر غلطی کی بات
ہے کہ ہم یہ ناکارہ حجت پیش کریں کہ جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت سے بھی
باہر ہے بلکہ جس حالت میں ہم اپنے منہہ سے اقرار کرچکے کہ قوانین قدرتیہ غیر متناہی اور غیر محدود ہیں تو پھر
ہمارا یہ اصول ہونا چاہئے کہ ہر یک نئی بات جو ظہور میں آوے پہلے ہی اپنی عقل سے باہر دیکھکر اُس کو رد
نہ کریں بلکہ خوب متوجہ ہو کر اُسکے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں اگر وہ ثابت ہو تو اپنے قانون قدرت
کی فہرست میں اُسکو بھی داخل کرلیں اور اگر وہ ثابت نہو تو صرف اتنا کہدیں کہ ثابت نہیں مگر اس بات
کے کہنے کے ہم ہرگز مجاز نہیں ہونگے کہ وہ امر قانون قدرت سے باہر ہے بلکہ قانون قدرت سے باہر
کسی چیز کو سمجھنے کے لئے ہمارے لئے یہ ضرور ہے کہ ہم ایک دائرہ کیطرح خدا تعالی کے تمام قوانین ازلی و
ابدی پر محیط ہو جائیں اور بخوبی ہمارا فکر اس بات پر احاطہ تام کرلے کہ خدا تعالی نے روز ازل سے آجتک
کیا کیا قدرتیں ظاہر کیں اور آئندہ اپنے ابدی زمانہ میں کیا کیا قدرتیں ظاہر کریگا کیا وہ جدید در جدید

بقیہ حاشیہ خارجیہ کے معجزات قرآن شریف میں کئی نوع پر مندرج ہیں ایک نوع تو یہی کہ جو دعا سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم سے خدا تعالی نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو
دو ٹکڑے کردیا۔ دوسرے وہ تصرف جو خدا تعالی نے جناب ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت
قحط سات برس تک ڈالدیا یہانتک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیسکر کھایا تیسرے وہ نصرت اعجازی جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت کیا گیا تھی جبکہ کفار نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنیکا ارادہ کیا تو اللہ جلشانہ نے اپنے اس پاک نبی کو اس ارادہ کی
خبر دی اور مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کرجانیکا حکم فرمایا اور پھر فتح و نصرت سے واپس آنیکی بشارت دی بدہ کا روز
اور دوپہر کا وقت اور سخت ہی گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا اس مصیبت کی حالت میں
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایکناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار دینے
کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جسکا وجود محبت اور ایمان سے
خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آنحضرت کے بستر پر باشارہ نبوی اسغرض سے مونہہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے
جاسوس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نکریں اور اسی کو رسول اللہ سمجھکر قتل کرنیکے
لئے ٹھہرے رہیں ع کس بہر کسے سر ندہد جان نفشاند ۔ عشق است کہ این کار بصد صدق کناند ۔ موجب

قدرتونکے ظاہر کرنے پر قادر ہوگا یا کوہلو کے بیل کیطرح اُنہین چند قدرتون مین مقید اور محصور رہیگا جنکو ہم دیکھ چکے ہین اور جنپر ہمارا تجربہ احاطہ ہے اور اگر اُنہین مین مقید اور محصور رہیگا تو باوجود اُسکے غیر محدود الوہیت اور قدرت اور طاقت کے یہ مقید اور محصور رہنا کسوجہ سے ہوگا کیا وہ آپ ہی وسیع قدرتون کے دکھلانے سے تھک جائیگا یا کسی دوسرے قاسر نے اُسپر جبر کیا ہوگا یا اُسکی خدائی کو انہین چند قسم کی قدرتون سے قوت پہونچتی ہے اور دوسری قدرتون کے دکھلانے سے اُسپر زوال آتا ہے بہرحال اگر ہم خدا تعالی کی قدرتون کو غیر محدود مانتے ہین تو یہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اُسکی قدرتون پر احاطہ کرنیکی امید رکھین کیونکہ اگر وہ ہمارے مشاہدہ کے پیمانہ مین محدود ہوسکین تو پھر غیر محدود اور غیر متناہی کیونکر رہین اور اس صورت مین نہ صرف یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا فانی اور ناقص تجربہ خدائے ازلی و ابدی کی تمام قدرتون کا حد بست کرنے والا ہوگا بلکہ ایک بڑا بھاری نقص یہ بھی ہے کہ اُسکی قدرتون کے

بقیہ حاشیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اُس وفادار اور جان نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد اُن نالایق بد باطن لوگون نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ مین کسی جگہ پاکر قتل کردالین اس وقت اور اُس مصیبت کے وقت مین بجز ایک با اخلاص اور یکرنگ اور دلی دوست کے اور کوئی انسان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ نہ تھا مگر ہر وقت اور نیز اُس پر خطر سفر مین وہ مولی کریم ساتھ تھا جسنے اپنے اُس کامل وفادار بندہ کو ایک عظیم الشان اصلاح کے لئے دنیا مین بھیجا تھا سو اُسنے اپنے اُس پیارے بندہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرفات اُس راہ مین دکھلائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف مین مذکور ہین منجملہ اُنکے ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجود یکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے سو خدا تعالی نے جیسا کہ سورہ یٰسین مین اسکا ذکر کیا ہے اُن سب اشقیا کی آنکھون پر پردہ ڈالدیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے سرون پر خاک ڈالکر چلے گئے - از انجملہ ایک یہ کہ اللہ جلشانہ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اُس غار تک پہونچ گئے تھے جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے کیونکہ خدا تعالی نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیجدیا جسنے اُسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دیدیئے اور اسی طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اُس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے

محدود ہونے سے وہ خود بھی محدود ہو جائیگا اور پھر یہ کہنا پڑیگا کہ جو کچھہ خدا تعالیٰ کی حقیقت اور کُنہ ہے ہمنے سب معلوم کر لی ہے اور اُسکے گہراؤ اور تہ تک ہم پہونچ گئے ہیں اور اس کلمہ مین جسقدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے حاجت بیان نہین سو ایک محدود زمانہ کے محدود در محدود تجارب کو پورا پورا قانون قدرت خیال کر لینا اور اُسپر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کر دینا اور آئندہ کے نئے اسرار کھلنے سے ناامید ہو جانا اُن پست نظروں کا نتیجہ ہے جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے شناخت نہین کیا اور جو اپنی فطرت مین نہایت منقبض واقعہ ہوئے ہین یا تنگ کرایک کنوئین کے مینڈک ہو کر خیال کر رہے ہین کہ گویا ایک سمندر یہی ہے

بقیہ حاشیہ مخالف لوگ دھوکا مین پڑکر ناکام واپس چلے گئے - ازانجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پکڑنے کیلئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا جب وہ اتفاقاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بددعا سے اُسکے گھوڑے کے چاروں سُم زمین مین دھنس گئے اور وہ گر پڑا اور پھر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگ کر اور عفو تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا - چوتھی وہ تصرف اعجازی کہ جب دشمنوں نے اپنی ناکامی سے منفعل ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چڑہائی کی تا مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے سے آدمی تھے نابود کر دین اور دین اسلام کا نام و نشان مٹا دین تب اللہ جلشانہ نے جناب موصوف کے ایک مٹھی کنکریوں کے چلانے سے مقام بدر مین دشمنوں مین ایک تہلکہ ڈالدیا اور اُنکے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور خدا تعالےٰ نے اُن چند کنکریوں سے وہ اُنہین کے بڑے بڑے سرداروں کو ہلاک بہ اعانت اندھا اور پریشان کر کے وہین رکھا اور اُنکی لاشین اُنہین مقامات مین گرائین جنکی پہلے ہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ نشان بتلا رکھے تھے ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات و تصرفات الہیہ کا (جو خارق عادت ہین) قرآن شریف مین ذکر ہے جسکا ماحصل یہی ہے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بیکسی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بیکسی کی حالت مین مبعوث کر کے پھر ایک قلیل عرصہ مین جو تیئیس برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتحیاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و مصر و ممالک بابین و جلد وفرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ مین فتوحات کو جزیرہ نمائے عرب سے لیکر دریائے جیحون تک پھیلایا اور اُن ممالک کے اسلام قبول کرنیکی بطور پیشگوئی قرآن شریف مین خبر دی - اس حالت

پر انکو عبور ہو گیا ہے تمام خوشیاں عارفون کی اور تمام راحتین غمزدون کی یہین ہین کہ خدا تعالے کی قدرتون کا کنارہ لا یدرک ہے مین یہ نہین کہتا کہ بے تحقیق اور بغیر ثبوت عقلی یا آیۃ یا تاریخی کسی نئی بات کو مان لو کیونکہ اس عادت سے بہت سے رطب و یابس کا ذخیرہ اکٹھا ہو جائیگا بلکہ مین یہ کہتا ہون کہ خدائے ذو الجلال کی تعظیم کر کے اسکے نئے کامون کی نسبت (جو تمہاری محدود نظرون مین نئے دکھائی دیتے ہین) بیجا ضد بھی مت کرو کیونکہ جیسا کہ مین بیان کر چکا ہون خدا تعالی کی عجائب قدرتون اور دقایق حکمتون اور پیچ در پیچ اسرارون کے ابھی تک انسان نے بکلی حد بست نہین کی

بقیہ حاشیہ - بیانائی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتوحات پر نظر ڈالکر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزون نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی خلافت اور اسلام دنیا مین پھیلا ہے اسکی نظیر صفحہ تواریخ دنیا مین کسی جگہ نہین پائی جاتی اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جاوے اُسی کو دوسرے لفظون مین خارق عادت بھی کہتے ہین غرض قرآن شریف مین تصرفات خارجیہ کا ذکر بھی بطور خارق عادت بہت جگہ آیا ہے بلکہ ذرا نظر کھولکر دیکھو تو اُس پاک کلام کا ہر یک مقام تائیدات الہیہ کا نقارہ بجا رہا ہے اور ایک تصویر کھینچکر دکھلا رہا ہے کہ کیونکر اسلام اپنی اول حالت مین ایک خورد تر تخم کیطرح دنیا مین بویا گیا اور پھر وہ تھوڑے ہی عرصہ مین جو خارق عادت ہے کیسا بزرگ و عظیم القدر ہو کر اکثر حصہ دنیا مین پھیلگیا اور ہر یک موقعہ پر کیا کیا عجیب تائیدات الہیہ اُسکی حمایت مین ظہور مین آتی رہین - اب ہم بیرونی معجزات کا بیان (جو اعجازی تصرفات ہین) اسیقدر کافی سمجھ کر اُن معجزات کی تشریح کچھ زیادہ کرنا چاہتے ہین جو قرآن شریف کی ذات سے تعلق رکھتے ہین اور اُسکی لطیفی اور نفسی خاصیتین ہین کیونکہ اس قسم کے معجزات بباعث واضح مشہود اور وجوہ کے قوی الاثر ہین جنکو ہر ایک طالب صادق اپنی آنکھون سے دیکھ سکتا ہے اور ہر ایک منصف کی نظرون مین بالتصریح قابل یقین ٹھہر سکتے ہین - سو اول جاننا چاہئیے کہ معجزہ عادات الہیہ مین سے ایک ایسی عادت ہے یون کہو کہ اُس قادر مطلق کے افعال مین سے ایک ایسا فعل ہے جسکو اضافی طور پر خارق عادت کہنا چاہئیے پس امر خارق عادت کی حقیقت صرف اسیقدر ہے کہ جو پاک نفس لوگ عام طریق و طرز انسانی سے ترقی کر کے اور معمولی عادت کو پھاڑ کر قرب الٰہی کے میدانون مین آگے قدم رکھتے ہین تو خدا تعالی بھی بہ نسبت اُنکے ایک ایسا عجیب معاملہ اُن سے کرتا ہے کہ وہ تمام حالت انسانی پر خیال کرنیکے بعد ایک امر خارق عادت دکھائی دیتا ہے اور جسقدر انسان اپنی بشریت کے وطن کو چھوڑ کر اور اپنے نفس کے حجابون کو پھاڑ کر

عبودیت کی حقیقت سے نہایت دور پڑا ہوا ہے لیکن مین اُن خشک فلسفیون کو جو عشق الٰہی اور
اسکی بزرگ ذات کی قدر شناسی سے غافل ہین جہانتک مجھے طاقت عقلی دی گئی ہے بدلائل شافیہ
راہ راست کیطرف پھیرنا چاہتا ہون کیونکہ مین دیکھتا ہون کہ اُنکی روحانی زندگی بہت ہی کمزور ہو گئی ہے
اور اُنکی بیجا آزادی اور ضعف ایمان نے بہت ہی بُرا اثر اُنکے ارادت باطنی اور اُنکی نیتی اولوالعزمی اور اُنکی
اندرونی حالت پر ڈالا ہے اور عجیب طور پر اُنھون نے ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملا دیا ہے مذہب
وہ چیز ہے جسکی برکات کی اصل جڑھ ایمان و اعتبار و حسن اعتقاد و حسن ظن و اطاعت و اتباع مخبر صادق

بقیہ حاشیہ جان کنی اور محنت اور مدت تک زمین کہودنے کے وہ پانی نکل نہین سکتا اسیطرح آتش شوق
الٰہی جبتک اپنے کمال اشتعال کیحالت مین نہ آئے تب تک اُسکے فوائد مترتب نہین ہو سکتے لیکن جب وہ
کامل طور پر افروختہ ہو جاتی ہے اور چارون طرف سے بھڑک اُٹھتی ہے تب وہ دخل شیطان سے محفوظ
رکھنے کیلئے فرشتون کا کام دیتی ہے اور ملایک حفاظت مین شمار کیجاتی ہے پاک اعمال اور پاک حالتین
اور پاک واردانین اور پاک جوش اور پاک زور اور پاک حزن اور پاک اخلاقی ظہور جب اپنے اشتعال اور
کمال کیحالت مین ہون تو اُن نیک اور ہوشیار چوکیدارون کی طرح ہین جو اپنے مالک کے محل کے
دروازون پر چارون طرف دن رات پہرہ کے لئے کھڑے رہتے ہین سو ہر چند اُس محل کے سارے دروازے
کھلے ہین (یعنی ہر قسم کی قوتین اور استعدادین) مگر بباعث تقید محافظین بجز سرد ہوا اور محبوب چیزون کے
کوئی نابکار چیز اندر نہین جا سکتی اور اگر کتا یا چور اندر جانیکا ارادہ کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے اور مارا جاتا ہے
لیکن وہ محل جسکے دروازے تو کھلے ہین مگر دروازون پر کوئی نیک و ہوشیار چوکیدار نہین گو اُسمین
ٹھنڈی ہوا اور اچھی اچھی چیزین بھی داخل ہوتی ہین مگر ایسے گھر کو اکثر چور لگے رہتے ہین اور کتے اُسکی
چیزون کو پلید کرتے رہتے ہین سو یہ گھر خرابی کی حالت مین رہتا ہے پس جسجگہ صفوت و عصمت و تبتل
و محبت کامل و تام و حزن و درد و شوق و خوف ہے اُسجگہ انوار وحی کے کامل تجلیات بغیر آمیزش کسی نوع کی
ظلمت کے وارد ہوتے رہتے ہین اور آفتاب کیطرح چمکتے ہوئے نظر آتے رہتے ہین اور جسجگہ یہ مرتبہ کمال تام کا
نہین اُسجگہ وحی بھی اُس عالی مرتبہ سے متنزل ہوتی ہے غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جسمین خدا تعالےٰ
کی صفات کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
و آلہٖ و اصحابہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی

وکلام الٰہی ہے لیکن وہ لوگ اپنے غلط فلسفہ کیوجہ سے مذہب کی حقیقت کچھہ اور ہی سمجھہ رہے ہیں سو انہیں لازم ہے کہ تعصب اور خود پسندی کے شور و غوغا سے اپنے تئین الگ کر کے سیدھی نظر اور سیدھے خیال سے اس سوال پر غور کریں کہ ایمان کیا شئے ہے اور اُسپر ثواب مترتب ہونیکی کیون امید کیجاتی ہے

بقیۂ حاشیہ ۱۱ کے تمام لوازم مین سب انبیاء سے بڑہکر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلی و اصفا تھے اسلئے خدائے جلّ شانہٗ نے اُنکو عطر کمالاتِ خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اُسی لائق ٹھہرا کہ اُسپر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اُتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکہلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکہتا ہے جو اُسکی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اُسمین درج نہو۔ کوئی فکر ایسے براہینِ عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اُسنے پیش کی ہو کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکہون دلون پر وہ ڈالتا آیا ہے - وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مُصفّا آئینہ ہے جسمین سے وہ سب کچھہ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے -

اور جیسا کہ ہم عنوان اِس حاشیہ پر لکھہ چکے ہین معرفت حقانی کے عطا کرنے کے لئے تین دروازے قرآن شریف مین کُھلے ہوئے ہین ایک عقلی یعنی خدا تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اُسکی توحید اور قدرت اور رحم اور قیّومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہانتک علومِ عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اِس استدلال کے ضمن مین صناعت منطق و علم بلاغت و فصاحت و علوم طبعی و طبابت و ہیئت و ہندسہ و دقائق فلسفیہ و طریق جدل و مناظرہ وغیرہ تمام علوم کو نہایت لطیف و موزون طور پر بیان کیا ہے جس سے اکثر دقیق مسائل کا پیچ کُھلتا ہے - پس یہ طرزِ بیان جو فوق العادت ہے از قسم اعجازِ عقلی ہے کیونکہ بڑے بڑے فیلسوف جنہون نے منطق کو ایجاد کیا اور فلاسفی کے قواعد مرتب کئے اور بہت کچھہ طبعی اور ہیئت مین کوشش و مغززنی کی وہ بباعث نقصانِ عقل اپنے اُن علوم سے اپنے دین کو مدد نہیں دے سکے

سو جاننا چاہئے کہ ایمان اُس اقرارِ لسانی و تصدیقِ قلبی سے مراد ہے جو تبلیغ و پیغام کسی نبی کی نسبت محض تقوی
اور دور اندیشی کے لحاظ سے صرف نیک ظنی کی بنیاد پر یعنی بعض وجوہ کو معتبر سمجھ کر اور اُسطرف غلبہ اور
رجحان پاکر بغیر انتظارِ کامل اور قطعی اور واشگاف ثبوت کے دلی انشراح سے قبولیت و تسلیم ظاہر کیجاتی ہے

بقیہ حاشیہ اور نہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر سکے اور نہ اوروں کو فائدہ دینی پہونچا سکے بلکہ اکثر اُنمین سے
دہریہ اور ملحد اور ضعیف الایمان رہے اور جو بعض اُن میں سے کسیقدر خدا تعالی پر ایمان لائے اُنہوں نے
ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملاکر اور خبیث کو طیب کے ساتھ مخلوط کر کے راہ راست کو چھوڑ دیا
پس یہ آلہی عقل از قبیل خارقِ عادت ہے جسکے استدلال میں کوئی غلطی نہیں اور جسنے علوم مذکورہ
سے ایک ایسی شائستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں لی اور اسکے ثبوت کے لئے یہی
کافی ہے کہ دلائل وجودِ باری عزاسمہ اور اسکی توحید و خالقیت وغیرہ صفات کمالیہ کا اثبات میں
بیان قرآن شریف کا ایسا محیط و حاوی ہے جس سے بڑھکر ممکن ہی نہیں کہ کوئی انسان کوئی جدید دلائل
پیش کر سکے اگر کسیکو شک ہو تو وہ چند دلائل عقلی متعلق اثبات ہستی باری عزاسمہ یا اسکی توحید یا اُسکی
خالقیت یا کسی دوسری آلہی صفت کے متعلق بطور امتحان پیش کرے تا بالمقابل قرآن شریف میں سے وہی
دلائل یا اُنسے بڑھکر اُسکو دکھلائے جائیں جسکے دکھلانیکے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں غرض یہ دعوے اور یہ
تعریفِ قرآنی لاف و گزاف نہیں بلکہ حقیقت میں حق ہے اور کوئی شخص عقائدِ حقہ کے اثبات میں
کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتا جسکے پیش کرنے سے قرآنِ شریف غافل رہا ہو قرآن شریف بآواز
بلند بیسیوں جگہ اپنے احاطہ تامہ کا دعوے پیش کرتا ہے چنانچہ بعض آیات اِن میں سے اِس حاشیہ
میں درج بھی کر چکے ہیں سو اگر کوئی طالبِ حق آزمائش کا شائق ہو تو ہم اُسکی تسلی کامل کرنیکے لئے
مستعد اور تیار اور ذمہ دار ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس پر غفلت اور لاپروائی اور بیقدری کے زمانہ
میں ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں جو صدقِ دل سے طالبِ حق ہو کر اِس خاصیتِ عظمیٰ اور
معجزہ کبرے کی آزمائش چاہیں بلکہ وہ اِسی میں اپنی سرخروئی سمجھ لیتے ہیں کہ بات کو سنتے ہی انکار
کر دیں لیکن ظاہر ہے کہ صرف اس بات کے کہنے سے کہ ہم نہیں مانتے یا ہم اِسکو خلاف عقل یا خلاف
قانون قدرت سمجھتے ہیں امر متنازعہ فیہ انفصال نہیں پاتا اور صداقت پسندوں کا یہ طریق ہرگز نہیں
ایک شخص کو ایک امر متنازعہ فیہ کے اثبات کے لئے میدان میں کھڑے دیکھکر اور آمادہ پیدا و اثبات دیکھ کر

لیکن جب ایک خبر کی صحت پر وجوہ کاملہ قیاسیہ اور دلائل کافیہ عقلیہ مل جائین تو اُسبات کا نام ایقان ہے جسکو دوسرے لفظون مین علم الیقین بھی کہتے ہین اور جب خدا تعالیٰ خود اپنی خاص جذبہ اور موہبت سے خارقِ عادت کے طور پر انوارِ ہدایت کہولے اور اپنے آلاء و نعماء سے آشنا کرے اور لدنی طور پر

بقیہ حاشیہ سنکر پھر اُسکی طرف رُخ نہ کرین اُسے آزما کر نہ دیکھ لین اور دور بیٹھے یون ہی کہتے رہین کہ اسکی یہ باتین جھوٹ اور بے اصل ہین کیا یہ شیوہ کسی واقعی راستباز کا ہو سکتا ہے ہرگز نہین ہرگز نہین دوسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف مین نہایت وسیع طور پر کہلا ہوا ہے دقائقِ علمیہ ہین جسکو بوجہ خارق عادت ہونیکے علمی اعجاز کہنا چاہیے وہ علوم کئی قسم کے ہین اول علم معارفِ دین یعنی جسقدر معارفِ عالیہ دین اور اُسکی پاک صداقتین ہین اور جسقدر نکات ولطائف علمِ الٰہی ہین جنکی اِس دنیا مین تکمیل نفس کے لئے ضرورت ہے ایسا ہی جسقدر نفس امارہ کی بیماریان اور اُسکے جذبات اور اُسکی دوری یا دائمی آفات ہین یا جو کچھہ اُنکا علاج اور اصلاح کی تدبیرین ہین اور جسقدر تزکیہ وتصفیہ نفس کے طریق ہین اور جسقدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کی علامات وخواص و لوازم ہین یہ سب کچھہ باستیفائے تام فرقان مجید مین بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الٰہی کا نکال نہین سکتا جو اُس پاک کلام مین درج نہو۔ دوسرے علم خواص روح وعلم نفس ہے جو ایسے احاطہ تام سے اُس کلام معجز نظام مین اندراج پایا ہے کہ جسسے غور کرنیوالے سمجھہ سکتے ہین کہ بجز قادر مطلق کے یہ کسی کا کام نہین تیسرے علم مبدء و معاد و دیگر امور غیبیہ جو عالم الغیب کے کلام کا ایک لازمی خاصہ ہے جس سے دلون کو تسلی وتشفی ملتی ہے اور غیب دانی خدائے قادر مطلق کی مشہودی طور پر ثابت ومتحقق ہوتی ہے یہ علم اس تفصیل اور کثرت سے قرآن شریف مین پایا جاتا ہے کہ دنیا مین کوئی دوسری کتاب اسکا مقابلہ نہین کرسکتی پھر علاوہ اُسکے قرآن شریف نے تائید دین مین اور اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہئیت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم بلاغت وفصاحت وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجہانا اور ذہن نشین کرنا یا اُسکا تفہیم درجہ بدرجہ آسان کر دینا یا اُسپر کوئی برہان قائم کرنا یا اُس سے کسی ادان کا اعتراض اُٹہانا مدنظر رکھا ہے غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمت دین کے لئے بطور خارق عادت قرآن شریف مین اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہین جنسے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اُٹہا سکتا ہے اور اگرچہ دلی جوش اِس عاجز کا اِسبات کیطرف دامن

عقل اور علم عطا فرماوے اور ساتھ اُسکے ابوابِ کشف اور الہام بھی منکشف کر کے عجائباتِ الوہیت کا سیر کراوے اور اپنے محبوبانہ حسن و جمال پر اطلاع بخشے تو اِسی مرتبہ کا نام عرفان ہے جسکو دوسرے نقطون مین عین الیقین اور ہدایت اور بصیرت کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور جب اِن تمام مراتب کی شدت تاثیر

بقیہ حاشیہ دل کھنچ رہا ہے کہ اِن سب علوم مین سے دو دو تین تین مسائل علمی جو قرآن شریف مین درج ہین نمونہ کے طور پر اِسجگہ لکھے جاوین اور کچھہ براہین عقلیہ بھی جو اُس پاک کلام مین اثبات اصول دین کے لیئے اندراج پائے ہین تحریر ہون لیکن چونکہ یہ سب بیانات طوالت طلب ہین اور رسالہ ہذا بوجہ قلیل الحجم ہونیکے اُنکی برداشت نہین کر سکتا اور کتاب براھین احمدیہ خود اِن سب باتون کی متکفل ہے اسلیئے خوف اطناب سے ترک کر دیا گیا طالبین حق انشاء اللہ تعالی براہین احمدیہ مین اِن سب مقاصد کو پالینگے مگر اِسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ اگرچہ یہ علوم کسی طور پر بھی لوگ حاصل کرتے ہین لیکن ایک اُمّی محض جو سخت تاریکی اور جہالت کے زمانہ مین ایک جنگلی ملک مین پیدا ہوا جنے مکتب مین ایک حرف نہ پڑھا اور فلاسفہ سے کبھی مخالطت نہوئی اور منطق اور طبعی اور ہئیت اور علم نفس وغیرہ کا اپنی پُر جہالت ملک مین نام بھی نرسنا اُس سے یہ چشمۂ فیض کامل اور صحیح طور پر جوش مارنا ایسا کہ کوئی فلسفی اُسپر سبقت نلیجا سکے بہ بداہت عقل خارقِ عادت ہے جو شخص بالکل ان پڑھ ہو کر ایسے بےمثل طور پر حقائق عالیہ فلسفہ وطبعی و ہئیت وعلم خواص روح و معارف دین بغیر کسی کے سکھلائے اور پڑھائے کے بیان کرے تو اُسکے معجزہ ہونے مین کسی دانا اور منصف مزاج کو تامل نہین ہوسکتا - تیسرا دروازہ معرفت آلہی کا جو قرآن شریف مین اللہ جلشانہ نے اپنی عنایت خاص سے کھول رکھا ہے برکات روحانیہ ہین جسکو اعجاز تاثیری کہنا چاہئیے - یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہین ہوگی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زادبوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جسکو عرب کہتے ہین جو دوسرے ملکون سے ہمیشہ بے تعلق رہکر گویا ایک گوشۂ تنہائی مین پڑا رہا ہے اِس ملک کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندون کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بیخبر محض ہونا اور سینکڑون برسون سے بت پرستی و دیگر ناپاک خیالات مین ڈوبے چلے آنا اور عیاشی اور بدمستی اور شراب خواری اور قماربازی وغیرہ فسق کے طریقون مین انتہائے درجہ تک پہنچ جانا اور چوری اور

سے عارف کے دل مین ایک ایسی کیفیت حالی عشق اور محبت باری تعالی پیدا ہو جاتی ہے کہ تمام وجود عارف کا اُسکی لذت سے بہر جاتا ہے اور آسمانی انوار اسکے دل پر کلی احاطہ کر کے ہر یک ظلمت و قبض و تنگی کو درمیان سے اٹھا دیتا ہے یہانتک کہ بوجہ کمال رابطہ عشق و محبت و باعث انتہائی جوش صدق و صفا کی بلا اور مصیبت بھی محسوس اللذت و مدرک

بقیہ حاشیہ قزاقی اور خونریزی اور دختر کشی اور یتیمون کا مال کہا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا غرض ہر یک طرح کی بُری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربون کے دلون پر چھائی ہوئی ہوتا ایک ایسا واقعہ مشہورہ ہے کہ کوئی متعصب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اُس سے انکار نہین کر سکتا اور پھر یہہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام مین داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم نے بہت ہی تہوڑے عرصہ مین اُنکے دلون کو یکلخت ایسا مُبدّل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالامال ہو گئے اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت مین ایسے کہوئے گئے کہ اپنے وطنون اپنے مالون اپنے عزیزون اپنی عزتون اپنی جان کے آرامون کو اللہ جلشانہ کے راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا چنانچہ یہ دونون سلسلے اُنکی پہلی حالت اور اُس نئی زندگی کے جو بعد اسلام اُنہین نصیب ہوئے قرآن شریف مین ایسی صفائی سے مندرج ہین کہ ایک صالح اور نیکدل آدمی پڑہنے کے وقت بے اختیار چشم پُرآب ہو جاتا ہے پس وہ کیا چیز تھی جو اُنکو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کیطرف کھینچکر لے گئی وہ دو ہی باتین تہین ایک یہ کہ وہ نبی معصوم اپنی قوت قدسیہ مین نہایت ہی قوی الاثر تہا ایسا کہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا دوسری خدائے قادر مطلق حیّ قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیرین تہین کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزارون ظلمتون سے نکالکر نور کیطرف لے آئین بلاشبہہ یہ قرآنی تاثیرین خارق عادت ہین کیونکہ کوئی دنیا مین بطور نظیر نہین بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی کون اِس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی وید تو خود تہیدست ہے اور ایک شخص بھی ثابت نہین ہو سکتا کہ جو کبھی کسی اور زمانہ میں بذریعہ تاثیرات وید کمال اعلیٰ تک پہونچا ہوا اور اسقدر تو وید کے پیرو خود اقرار کرتے ہین کہ صرف وید کے چار رشی کمال تک پہنچے ہین وبس مگر چار کا کامل ہونا بھی بے ثبوت ہے سچ تو یہ ہے کہ وید کے ماننے والون کو کبھی اسقدر بھی نصیب

الحلاوت ہو تو اس درجہ کا نام اطمینان ہے جسکو دوسرے لفظون مین حق الیقین اور فلاح اور نجات سے بھی تعبیر کرتے ہین مگر یہ سب مراتب ایمانی مرتبہ کے بعد ملتے ہین اور اُسپر مترتب ہوتے ہین جو شخص اپنے ایمان مین قوی ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان سب مراتب کو پالیتا ہے لیکن جو شخص ایمانی طریق کو اختیار نہین کرتا اور ہریک

بقیہ حاشیہ نہین ہوا کہ خدا تعالی کو واحد لاشریک مان کر مبدء جمیع فیوض کا سمجھین اور اُسیکی کامل القدرت ہاتھ کو ہریک وجود کا موجد قرار دین اور اُسکے بھائی بند نہ بن بیٹھین اگر کوئی شخص اس بات کو بُرا مانین تو اُسی کی گردن پر ہے کہ تاثیرات طیبہ وید کو ثابت کر کے دکھلاوے اور اُن الزامون کو اُسکے سر پر سے اُٹھاوے جن سے ہندؤن کے پرمیشر کی کچھ بھی عزت باقی نہی ہمین وید سے کوئی بے وجہ عناد نہین مگر ہم سچ سچ کہتے ہین اور ہم اپنے خدائے قادر مطلق کو گواہ رکھکر بیان کرتے ہین کہ ہمارا اور کسی خدا ترس کا دلی انصاف اِس بات کو ہرگز قبول نہین کرسکتا کہ جس کامل ذات کے برکت وجود سے ذرہ ذرہ قائم ہے اور جو تمام دنیا کا مالک کہلاتا ہے اُسکی بادشاہی صرف دوسرون کے سہارے سے چلی آتی ہے نہ اپنی قدرت خاصہ سے اور تمام روحین اور اجسام یون ہی اتفاق اور قسمت سے اُسکو ملگئے ہین نہ آپ پیدا کرنے سے اور اُسکی خدائی اتفاقی ہے نہ حقیقی اب وید سے مونہہ پھیر کر قرآن شریف کیطرف دیکھنا چاہئے کہ کیسی پاک تاثیرین رکھتا ہے لاکھون مقدسون کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دلپر نازل ہوتی ہین اور ایک عجیب پیوند مولی کریم سے ہو جاتا ہے خدا تعالی کے انوار اور الہام اُنکے دلون پر اُترتے ہین اور معارف اور نکات اُنکے مونہہ سے نکلتے ہین ایک قوی توکل اُنکو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین اُنکو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے اُنکے دلون مین رکہی جاتی ہے اگر اُنکے وجودون کو ہاون مصائب مین پیسا جائے اور سخت شکنجون مین دیکر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حُب الٰہی کے اور کچھ نہین دنیا اُن سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہین خدا کے معاملات اُن سے خارق عادت ہین اُنہین پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے اُنہین پر کُھلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہین تو وہ اُنکی سنتا ہے جب وہ پکارتے ہین تو وہ اُنہین جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہین تو وہ اُنکی طرف دوڑتا ہے وہ باپون سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے اور اُنکی در و دیوار پر برکتون کی بارش برساتا ہے پس وہ اُسکی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدون سے شناخت کئے جاتے ہین اور وہ ہریک میدان مین

صداقت کے قبول کرنے سے اول قطعی اور یقینی اور نہایت واشگاف ثبوت مانگتا ہے اُسکی طبیعت کو اِس راہ سے کچھہ مناسبت نہین اور وہ اِس لائق ہرگز نہین ہوسکتا کہ اُس قادر غنی بے نیاز کے فیوض حاصل کرے عادت اللہ قدیم سے یسطرح جاری ہے اور یہ اِس فن علم الٰہی کا نہائیت باریک نکتہ ہے جسپر سعادت مندون کو غور کرنی چاہیے کہ ہمیشہ ثواب اور فیضان سماوی ایمان پر ہے مترتب ہوتا ہے اِس راہ کا سچا فلسفہ یہی ہے کہ انسان دین قبول کرنے کی ابتدائی حالت مین اُس بے نیاز مطلق اور اُسکی قدرت اور اُس کے وعدہ وعید اور اُسکے اخبار واسرار کے ماننے مین لینے لینے انکارون سے مجتنب رہے کیونکہ ایمانی صورت کے قایم رکھنے کے لئے (جسپر تمام ثواب وابستہ ہے) ضرور تھا کہ خدا تعالی امور ایمانیہ کو ایسا منکشف نہ کرتا کہ وہ دوسرے بدیہات کی طرح ہر ایک عام اور خاص کی نظر مین مسلم الوجود ہوجاتی یہ توسچ ہے کہ انسان مکلف بوجہ عقل ہے نامعقول باتون کو مان نہین سکتا اور نہ در حالت انکار قابل الزام ٹہرتا ہے لیکن خدا تمہین ہدایت کرے تم خوب سوچ لو کہ خدا تعالی بہی کسی نامعقول بات پر (جو عند العقل اُسکی قدرت اور طاقت سے بعید ہے) ایمان لانے کے لئے تمہین مجبور نہین کرتا اور ہماری کسی لفظ سے یہ نہین نکلتا کہ تم کسی ایسی بات پر ایمان لاؤ جو فی الحقیقت دور بین نظرون مین نامعقول ہے بلکہ ہماری تقریر کا مدعا اور لب لباب یہ ہے کہ ایمانی امور ایسے ہونے چاہئین کہ جو من وجہ ظاہر اور من وجہ مخفی ہون اور امکانی طور پر عقل انکا وجود باور تو کرسکے مگر دوسرے مشہودات ومرئیات بدیہہ کیطرح ہاتھہ پکڑ کر دکھلا نہ سکے

بقیۂ حاشیہ اُنکی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اُسکے اور وہ اُنکا ہے یہ باتین بلا ثبوت نہین اور ہم عنقریب رسالہ سراج منیر مین انشاء اللہ القدیر ایک کہلا کہلا ثبوت اِسکا دکہلائینگے لیکن ہم اِس جگہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ کسی دوسرے دین مین یہ برکتین ہرگز نہین وید نے اگر آریون کے دلونپر کچھہ اثر ڈالا ہے تو وہ صرف گالیان اور دشنام دہی ہے تمام مقدسون کو فریبی کہنا سب پاک نبیون کا نام مکار کہنا دنیا کے برگزیدون کو بجز اپنے تین یا چار وید کے رشیون نامعلوم الوجود کو جہوٹا اور دغاباز اور ٹھگ قرار دینا انہین لوگون کا کام ہے کیا ان لوگونکے منہ سے بجز بد ظنیون اور بدزبانیون کے کبھی کچھہ معارف الٰہی کے نکات بہی نکلے ہین کیا بجز گندی باتون اور نابکار خیالات یا تحقیر اور توہین اور ٹھٹھے اور ہنسی اور پُر شرارت اور بدبودار لفظون کے کبھی کوئی دقیق بہید معرفت الٰہی کا بہی اُنکی زبان سے سنا گیا ہے کیا ان تینون سے کبھی کوئی صفادلی کا قطرہ بہی مترشح ہوا یا انہون نے باطنی پاکیزگی مین کچھہ ترقی کی ہے ہرگز نہین سو جو کچھہ وید کا اثر ہے سو ظاہر ہے حاجت بیان نہین ہے

یعنی انسان اور گدھے وغیرہ محسوس چیزون کی طرح انکا وجود نہو جنکو ٹٹولکر معلوم کرسکین یا بچشم خود دیکھ سکین یا دکھا سکین یا اشکال ہندسے اور اعمال حسابی کیطرح ایسے منکشف نہون جنمین دس برس کے بچے بھی اختلاف نہ کرسکین غرض وہ کیفیت اُن مین محفوظ ہو جو ایمان کا مفہوم قایم رکھنے کے لئے ضروری ہے اور پھر با اینہمہ بالغ نظرون اور حقیقت شناسون کی نگاہون مین نامعقول اور بعید از عقل بھی نہون

۵ نہ چندان بخور کز دہانت بر آید نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید

اب خلاصہ وماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ کسی مذہب کے قبول کرنے سے غرض یہ ہے کہ وہ طریق اختیار کیا جائے جس سے خدائے غنی مطلق جو مخلوق اور مخلوق کی عبادت سے بکلی بے نیاز ہے راضی ہو جائے اور اُسکے فیوض رحمت اُترنے شروع ہو جائین جن سے اندرونی آلایشین دور ہو کر صحن سینہ یقین اور معرفت سے پُر ہو جائے سو یہ تدبیر اپنی فکر سے پیدا کرنا انسان کا کام نہین تھا اسلئے اللہ جلشانہ نے اپنے وجود اور عجائبات قدرت خالقیت یعنی ارواح و اجسام وملائک و دوزخ و بہشت و بعث و حشر و رسالت و دیگر تمام اسرار مبدء و معاد کو یکسان طور پر پردہ غیب مین رکھکر اور کچھ کچھ قیاسی یا امکانی طور پر عقل کو اُس کوچہ مین گذر بھی دیکر غرض کچھ دکھلا کر اور کچھ چھپا کر بندون کو اُن سب باتون پر ایمان لانیکے لئے مامور کیا اور یہ سب کچھ اسلئے کیا کہ جب بندہ باوجود کشاکش مخالفانہ خیالات کے خدا تعالی کی ہستی پر ایمان لائیگا اور عجائبات اخروی و وجود دوزخ و بہشت وملائک وغیرہ کو اُسکی قدرت مین داخل سمجھ کر دیکھنے سے پہلے ہی قبول کرلیگا تو یہ قبول کرنا اُسکے حق مین صدق شمار کیا جائیگا کیونکہ ہنوز یہ چیزین در پردہ غیب ہین اور مرئی اور مشہود طور پر نمایان اور ظاہر نہین ہین سو یہ صدق خدا تعالی کی توجہ رحمت کے لئے ایک موجب ہو جائیگا کیونکہ خدا تعالی بوجہ اپنی استغنا ذاتی کی انہین کو بنظر توجہ رحمت کرتا ہے جنکا صدق ظاہر ہوتا ہے یون تو انسان کی فطرتی عادت ہے کہ جو چیز کھلے کھلے طور پر مُضر یا مفید ہو اُس سے بہ نفرت بھاگتا یا اُسکے لینے کو بصدر غبت دوڑتا ہے یعنی جیسی صورت ہو لیکن وہ اپنی اس عادت سے کسی ثواب کا مستحق نہین ٹھہر سکتا اگر کوئی شخص بجلی سے ڈرکر اپنے کوٹھے مین چھپ جائے یا شیر سے خوف کھا کر اپنے شہر کیطرف بھاگے تو وہ ہرگز یہ نہین کہہ سکتا کہ اے بجلی یا شیر مینے تم سے خوف کیا تم مجھ سے راضی ہو جاؤ سو ظاہر ہے کہ جو ڈرنا یا امید کرنا ضروری طور پر لازم آتا ہے وہ کسی تحسین یا آفرین کا موجب نہین ٹھہر سکتا اسیوجہ سے لازم ہے کہ جو شخص خدا تعالی اور اُسکے عجائبات آخر کو مانکر رضا مندی الہی کا خواہشمند ہے

وہ ان سب چیزون کے ماننے مین بیجا آڑون سے پرہیز کرے اور جہانتک ممکن ہو مطالبہ دلائل مین نرمی اختیار کرکے فقط اتنا کرے کہ ایک راہ کو دوسری راہ پر ترجیح دیکھ لے اور ایسے یقینی ثبوت کے لئے کہ جیسے چار کا نصف دو ہے اپنی نابالغ عقل کو آوارہ اور سرگردان نہونے دے بلکہ تمامتر سعادت تو اسمین ہے کہ غیب کی باتون کو غیب ہی کی صورت مین قبول کرے اور ظاہری حواس کی خواہ نخواہ شہادت طلب کرنے سے اور فلسفہ کے طول طویل اور لاطائل جھگڑون سے حتی الوسع اپنے تئین بچاوے کیونکہ اگر خدا کو دیکھکر ہی یا انتہائی تحقیقات سے ہی قبول کرنا ہے اور جزا سزا کو تجربہ کرکے ہی ماننا ہے تو پھر ایسے ماننے مین کونسی خاص فضیلت یا صدق پایا جاتا ہے اس طرح پر کون ہے جو قبول نہین کرتا دنیا مین ایسی طبیعت کا کوئی بھی آدمی نہین کہ اگر اسکو پورا پورا ثبوت خدا کی ہستی یا عالم مجازات یا عجائبات قدرت کامل جائے تو پھر منکر ہی رہے مثلاً اگر خدا تعالی ہر ایک انسان کو نظر آجاوے اور سب کو اپنی جلالیت کی قدرتین دکھلاوے یا اگر مثلاً ایسا ہو کہ دس بیس ہزار آدمی ہر یک قوم اور ہر یک ملک کی قبرون سے اٹھکر اپنی اپنی قوم اور قبیلہ مین آجائین اور اپنے اپنے بیٹون اور پوتون کو خدا اور اسکی سزا و جزا کی ساری حقیقت سنا دین تو پھر ممکن نہین کہ پھر بھی کوئی شخص کافر اور بیدین رہجاوے اب اسجگہ بالطبع سوال ہوتا ہے کہ جس حالت مین خدا تعالی ان باتون کے کرنے پر قادر تھا اور اس سچے ثبوت سے کفر اور بیدینی کی جڑہ کاٹی جاتی تہی تو پھر اُسنے ایسا کیون نہین کیا بلاشبہ اگر وہ ایسا کرتا تو پھر حق اور باطل کا بکمال صفائی فیصلہ ہوجاتا اور فلسفہ کی نکمی اور بودی اور ظنی اور وہمی دلائل کی کچھ بھی حاجت نہ ہتی تو اسکا جواب یہی ہے کہ جو اوپر گذر چکا یعنی بے شبہ خدا تعالی ایسا کر سکتا تھا بلکہ اس سے بھی بڑہکر ایسا جلوہ دیدار دکھا سکتا تھا کہ ایک ہی تجلی سے سب گردنین جھک جاتین اور ایک ہی دفعہ تمام دنیا کی دینی نزاعون کا تصفیہ ہوجاتا لیکن ایسا کرنے مین وہ بات جس سے ثواب ملتا ہے اور صادقون کو مراتب عالیہ اور قرب اور وجاہت عطا کیجاتی ہے وہ باقی نرہتی یعنی ایمان بالغیب جسکی وجہ سے درجات اخروی ملتے ہین وہ اپنی صورت مین محفوظ نرہتا سو یہ بڑے بھاری درجہ کی صداقت ہے جو سوال مذکورہ بالا پر غور کرنے سے ہر یک اعلی و ادنی کو سمجھ آسکتی ہے غرض ایمان پر ثواب اور اجر ملنے کا یہی بھید ہے کہ جن چیزون پر ایمان لایا جاتا ہے وہ اگرچہ غور اور نظر کرنے سے صحیح اور راست ہین لیکن انکا ثبوت ایسا کھلا کھلا ثبوت نہین ہے جیسے اور مشہودات اور محسوسات کا ہوا کرتا ہے بلکہ ایمان بالغیب کی حد مین ہین سو صادق آدمی جب خدا اور اسکی سزا و جزا وغیرہ امور غیبیہ پر ایمان لاتا ہے تو اس ایمان مین بوجہ انواع اقسام کے اوہام اور نفس امارہ کی چار طرفہ

کشاکش کی سخت آزمایش مین پڑتا ہے آخر چونکہ وہ صادق ہوتا ہے اسلئے سب راہین چہوڑکر اور سب خیالات
پر غالب آکر اُسی رب رحیم کی راہ اختیار کرلیتا ہے اور اِسی صدق کی برکت سے کہ وہ اپنے علم سے زیادہ
رجوع اور اپنی واقفیت سے زیادہ وفا اور اپنے تجربہ سے زیادہ استحکام اختیار کرتا ہے جناب الٰہی مین قبول کیا
جاتا ہے اور پہر اسی صدق وصفا کی برکت سے عرفانی آنکہین اُسکو عنایت ہوتی ہین اور ربّانی لذّت اور
محبت اُسکو عطا کیجاتی ہے یہان تک کہ وہ اُس مرتبہ تک جا پہنچتا ہے جہان تک انسانی کمالات ختم ہوجاتے
ہین مگر یہ سب کچھ کامل طور پر پیچھے سے ملتا ہے پہلے نہین - یہ تو معرفت صحیحہ تک پہنچنے کے لیے سنت اللہ
یا یون کہو کہ قانون قدرت ہے لیکن اس زمانہ کے خشک فلسفیون نے اس صداقت پر ایک ذرہ اطلاع نہین
پائی ٭ اور وہ بالکل اس بات سے بیخبر ہین کہ کیونکر انسان ایمان کے محکم اور استوار زینہ سے عرفان کے بلند

حاشیہ ٭ جاننا چاہیے کہ خدا تعالی اور عالم مجازات اور دیگر امور مبدء ومعاد کے ماننے مین فلسفیونکا طریق
انبیاء علیہم السلام کے طریقہ سے بہت مختلف ہے نبیون کے طریق کا اصل اعظم یہ ہے کہ ایمان کا ثواب تب مترتب
اور بارآور ہوگا کہ جب غیب کی باتون کو غیب ہی کی صورت مین قبول کیا جائے اور ظاہری حواس کی کُہلی کُہلی
شہادتین یا دلائل ہندسیہ کے یقینی اور قطعی ثبوت طلب نہ کئے جاوین کیونکہ تمام وکمال مدار ثواب اور استحقاق
قرب وتوصل الٰہی کا تقوی پر ہے اور تقوی کی حقیقت وہی شخص اپنے اندر رکھتا ہے جو افراط آمیز تفتیشون
اور لمبے چوڑے انکارون اور ہر جزئی کی موشگافی سے اپنے تئین بچاتا ہے اور صرف دور اندیشی کے طور پر ایک
راہ کی سچائی کا دوسری راہون پر غلبہ اور رجحان دیکہکر بحسن ظن قبول کرلیتا ہے اسی بات کا نام ایمان ہی
اور اسی ایمان پر فیوض الٰہی کا دروازہ کہلتا ہے اور دنیا وآخرت مین سعادتین حاصل ہوتی ہین جب کوئی
نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پہر دعا اور نماز اور فکر اور نظر سے اپنی حالت علمی مین ترقی چاہتا ہی تو
خدا تعالی خود اُسکا متولی ہوکر اور آپ اُسکا ہاتھ پکڑکر درجہ ایمان سے درجہ عین الیقین تک اُسکو پہنچا دیتا
ہے مگر یہ سب کچھ بعد استقامت ومجاہدات وریاضات وتزکیہ وتصفیہ نفس ملتا ہے پہلے نہین اور جو
شخص پہلے ہی تمام جزئیات کی بکلی صفائی کرنا چاہتا ہے اور قبل از صفائی اپنے بدعقائد اور بد اعمال کو کسی
حالت مین چہوڑنا نہین چاہتا وہ اس ثواب اور اِس راہ کے پانے سے محروم ہے کیونکہ ایمان اُسی حد تک
ایمان ہے جبتک وہ امور جنکو مانا گیا ہے کسیقدر پردہ غیب مین ہین یعنی ایسی حالت پر واقعہ ہین جو
ابھی تک عقلی ثبوت نے اُنپر احاطہ تام نہین کیا اور نہ کسی کشفی طور پر وہ نظر آئی ہین بلکہ انکا ثبوت صرف غلبہ

بینا ارتک پہنچتا ہے اور اسی بےخبری کیوجہ سے اُنہین اپنے قدم اول مین ہی تعجیل اور جلدی بھری ہوئی ہے اور
نہایت شتاب کاری سے علم دین کو ایک ادنی سا کام اور ایک ناکارہ سا ہنر سمجہ کر یہ ارادہ کر رہے ہین کہ مذہب
کے تمام اصول و فروع کو اپنی ابتدائی حالت مین ہی بغیر انتظار دوسرے حالات مترقبہ کمالات فطرت کے
اسطرح پر دریافت کرلین جیسے کوئی ہندسہ یا حساب کا مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے اور اگر کوئی دقیقہ دینی اسطرح
کے انکشاف تک نہ پہونچ سکے تو اُسکی نسبت صاف حکم صادر کردین کہ یہ سراسر باطل اور پیرایہ صداقت سے
خالی ہے مگر جیسا کہ ہم ابہی بیان کر چکے ہین یہ ایمانی حکمت کا طریق نہین ہے بلکہ انسانی ظلمت یا شیطانی
رعونت کی ایک تاریکی ہے کیونکہ اگر ایسا ہی ہوتا اور مذہب کے تمام اجزا اور جو کچہہ اُسمین بھرا ہوا ہے پہلے ہی کو
اظہر من الشمس اور بدیہی اور بین الانکشاف ہوتے یا اشکال ہندسی اور حساب کے اعمال کیطرح قطعی الثبوت

بقیہ حاشیہ ظن تک پہونچا ہے وبس۔

یہ تو انبیا کا سچا فلسفہ ہے جس پر قدم مارنے سے کروڑہا بندگان خدا آسمانی برکتین پا چکے ہین اور جس پر
ٹہیک ٹہیک چلنے سے بیشمار خلق اللہ معرفت تامہ کو درجہ تک پہنچ چکی ہین اور ہمیشہ پہونچتی ہین اور جن اعلے
درجہ کے یقینون کو شوخی اور جلدی سے فلسفی لوگون نے ڈہونڈہا اور نہ پایا وہ سب مراتب ان ایماندار
بندون کو بڑی آسانی سے ملگئے اور اس سے بھی بڑہکر اسمین معرفت تامہ کے درجہ تک پہنچ گئے کہ جو کسی
فلسفی کے کانون نے اُسکو نہین سنا اور نہ اُسکی آنکہون نے دیکہا اور نہ کبھی اُسکے دل مین گذرا لیکن اسکے
مقابل پر خشک فلاسفرون کا جہوٹا اور مغشوش فلسفہ جس پر آجکل کے نو تعلیم یافتہ لوگ فریفتہ ہو رہے ہین اور جسکے
بد نتائج کی بےخبری نے بہت سے سادہ لوحون کو برباد کر دیا ہے یہ ہے کہ جبتک کسی اصل یا فرع کا قطعی طور پر فیصلہ
نہو جائے اور بکلی اُسکا انکشاف نہو جاے تب تک اُسکو ہرگز ماننا نہین چاہیے گو خدا ہو یا کوئی اور چیز ہو۔
ان مین سے اعلے درجہ کے اور کامل فلاسفر جنہون نے ان اصولون کی سخت پابندی اختیار کی تہی جنہون
نے اپنا نام محققین رکہا جنکا دوسرا نام دہریہ بہی ہے ان کامل فلاسفرون کا بپابندی اپنے اصول قدیمہ کے
یہ مذہب رہا ہے کہ چونکہ خدا تعالی کا وجود قطعی طور پر بذریعہ عقل ثابت نہین ہو سکتا اور نہ ہمنے بچشم خود اُسکو
دیکہا اسلئے ایسے خدا کا ماننا ایک امر مظنون اور مشتبہ کا مان لینا ہے جو اصول متقررہ فلسفہ سے بکلی بعید ہے
سو اُنہون نے پہلے ہی خدا تعالی کو درمیان سے اُڑا دیا پہر فرشتون کا یون فیصلہ کیا کہ یہ بہی خدا تعالے
کیطرح نظر نہین آتے چلو یہ بہی درمیان سے اُٹہاؤ پہر روحون کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ رائے ظاہر کی کہ ہم

دکھائی دیتے تو پھر اِس حالت مین ایمان ایمان نہ رہتا اور جو ایمان لانے پر ثواب اور سعادتین اور برکتین مترتب
ہوتی ہین اُنکو انسان ہرگز نہ پا سکتا کیونکہ ظاہر ہے کہ بین الحقیقت اور ظاہر الوجود باتون کو مان لینا ایمان
نہین ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ مین اِس بات پر ایمان لایا کہ پانی سرد اور آگ گرم ہے اور ہر یک انسان آنکھون سے
دیکھتا اور کانون سے سنتا اور منہ سے کھاتا اور پانؤ سے چلتا ہے اور مین اِس بات پر ایمان لایا کہ آفتاب اور قمر
موجود ہین اور زمین پر بہت سے جمادات اور نباتات اور حیوانات پائے جاتے ہین تو ایسا ایمان لانا ایک ہنسی
کی بات ہے نہ کہ ایمان اور اسیوجہ سے بدیہی اور کھلی کھلی باتون کو ماننا عند اللہ و عند العقلا ثواب پانے کا
موجب نہین ٹھہر سکتا بلکہ ایمان وہ شئے ہے کہ جن باتونکو عقل قبول تو کرتی ہے مگر بوجہ در پردہ غیب ہونیکی جیسا کہ
چاہیے اُنکی حقیقت تک نہین پہونچ سکتی اُن باتون مین اپنی فراست فطرتی سے کچھ ترجیح یعنے آثار صداقت

بقیہ حاشیہ کوئی ثبوت قابل اطمینان اِس بات پر نہین دیکھتے کہ بعد مرنیکے روح باقی رہجاتی ہے نہ کوئی روح
نظر آتی ہے اور نہ واپس آکر کچھ اپنا قصہ سناتی ہے بلکہ سب روحین مفارقت بدن کے بعد خدا اور فرشتون
کیطرح بے اثر و بے نشان ہین سو اُنکا بھی وجود ماننا خلاف دلیل و برہان ہے اِن سب فیصلون کے بعد اُنکی نظر عمیق
نے تکالیف شرعیہ کی مشقت اور حلال حرام کا فرق اصول فلسفہ کا سخت مخالف سمجھا اِسلئے اُنہون نے صاف
صاف اپنی رائے ظاہر کردی کہ مان اور بہن اور جورو مین فرق کرنا اور چیزون مین سے بلا ثبوت ضرر طبی بعض
چیزون کو حرام سمجھ لینا یہ سب بناوٹی باتین ہین جن پر کوئی فلسفی دلیل قایم نہین ہوسکتی اسی طرح
انہون نے یہ بھی بیان کیا کہ ننگا رہنے مین کوئی شناعت عقلی ثابت نہین ہوتی بلکہ اِسمین طبی قواعد
کے رو سے فوائد ہین اِسی طرح اِن فلاسفرون کے اور بھی مسائل ہین اور خلاصہ اُنکے مذہب کا یہی ہے کہ
وہ بجز دلائل قطعیہ عقلیہ کے کسی چیز کو نہین مانتے اور اُنکی فلسفیانہ نگاہ مین گو کیسی کوئی بدعملی ہو جب
تک براہین قطعیہ فلسفیہ سے اُسکا بد ہونا ثابت نہ ہولے یعنی جبتک اُسمین کوئی طبی ضرر یا دنیوی
بدانتظامی متصور نہو تب تک اُسکا ترک کرنا بیجا ہے گو بعض دوسرے درجہ کے فلاسفر ہین اُنہون نے
لوگون کے لعن طعن سے اندیشہ کرکے اپنے فلاسفری اصولون کو کچھ نرم کر دیا ہے اور قوم کے خوف اور
ہم جنسون کی شرم سے خدا اور عالم جزا اور دوسری کئی باتون کو ظنی طور پر تسلیم کر بیٹھے ہین لیکن یہ اعلے
درجہ کے فلاسفر اُنکو سخت نالائق اور بدفہم اور غبی الطبع اور بزدل اور اپنی سوسائٹی کے بدنام کنندہ خیال کرتے
ہین کیونکہ اُنہون نے فلاسفر ہونیکا دعویٰ تو کیا لیکن اصول فلسفہ پر جیسا کہ حق چلنے کا تھا نہین چلے اِسلئے

دیکھکر اور کسیقدر دلایل عقلیہ کا غلبہ اُسطرف پاکر اور پھر خدا کے کلام کو اُس پر شاہد ناطق و صادق معلوم کرکے اُن باتون کو مان لیا جائے یہی ایمان ہے جو ذریعہ خوشنودی خداوند کریم جلشانہ ہوجاتا ہے اور بعد اسکے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہین مرتبہ ایقان ہے اور پھر اسکے بعد مرتبہ عرفان کا ہے یعنی جبکہ بندہ ایسی باتون کو مان لیتا ہے جنکو اُسکی عقل امکان یا جواز یا وجوب کی صورت مین قبول تو کرلیتی ہے مگر انکشاف کلّی کے طور پر اُن پر احاطہ نہین کرسکتی تو خداتعالی کی نظر مین وہ شخص صادق ٹھہرجاتا ہے اور حضرت خداوند کریم عزاسمہ بہ برکت اُس ایمان کے عرفان کا مرتبہ اُسکو عطا کردیتا ہے یعنے اپنی طرف سے علم و معرفت و سکینت اُسپر نازل کرتا ہے اور کشفی اور الہامی نورون سے وہ بقیہ ظلمت بھی اُٹھادیتا ہے جسکے اُٹھانے سے عقل دود آمیز عاجز رکہی تھی اسی جہت سے خداتعالی نے جیسے انسان کی فطرت مین مبادی امور کے کسیقدر سمجھنے کے لئے ایک عقلی قوت رکھی ہے

بقیہ حاشیہ اول درجہ کے فلاسفر اِس بات سے عار رکہتے ہین کہ اِن ناقصون کو فلاسفر کے باعزت لفظ سے مخاطب یا موسوم کیا جائے کیونکہ اُنہون نے کچہہ کچہہ تو فلسفہ کے طریقہ پر قدم مارا اور کچہہ عام لوگون کی ملامت لعنت سے ڈرکر نبیون کے عقائد مین بہی (جو فلسفیون کے منشار کے موافق قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت نہین ہوسکتے) ٹانگ اڑا دی اسلئے یہ لوگ اُنکی نظر مین نیم حکیم ہین حقیقی فلاسفر نہین ہان ممکن بلکہ قرین قیاس ہے اور امید کیجاتی ہے کہ جیسے جیسے ایک سخت جوش قطعی اور یقینی اور نہایت وانکشاف ثبوت عقلی طلب کرنیکا اِنکے مستعد اور ہونہار لوگونکے دلون مین آتا جائیگا ویسی ویسی وہ کسرین جو باقی رہ گئے ہین اُنکے خیالات سے وہ سب نکل جائینگے اور عقائد اور اعمال مین پوری پوری مطابقت اپنے بڑے بہائیون سے کرلینگے تب وہ شیطانی اور ظلمانی دو کالے پانی دنیا کے برباد کرنیکے لئے ایک ہی ہوکر بہین گے اور اگر آئندہ ذریت مین فلسفہ نے ترقی کی تو وہ بجاے اسکے کہ حال کے فلسفیون کی طرح یہ سوال کرین کہ اگر ملائک یا شیاطین کچہہ چیز ہین تو ہمین دکھلاؤ یہ اعلے درجہ کے سوالات کرینگے کہ اگر خدا اور اُسکی قدرتین کچہہ چیز ہین تو ہمین ظاہر طاہر ہلا اور ہلانے اسباب دکھاؤ اور اگر روحین بعد مفارقت بدن باقی رہجاتی ہین اور انکا وجود بہی کچہہ چیز ہے تو وہ بہی ہمین دکھلاؤ غرض جیسے جیسے اِن نوآموزون کے فلسفہ مین صیقل ہوتا جائے گا اعلے سے اعلے سوال ان کے دلون مین پیدا ہوتے جائینگے یہان تک کہ اول درجہ کے فلاسفرون سے ہاتہہ جا ملائینگے ابہی تو حال کچا اور خیال بہی کچا ہے منہ

اسی طرح انسان مین کشف اور الہام کے پانیکی بہی ایک قوت مخفی ہے جب عقل انسانی اپنی حد مقررہ تک
چلکر آگے قدم رکھنے سے رہجاتی ہے تو سمجھو کہ خدا تعالےٰ اپنے صادق اور وفادار بندون کو کمال عرفان
اور یقین تک پہونچانیکی غرض سے الہام اور کشف سے دستگیری فرماتا ہے اور جو منزلین بذریعہ عقلی طے
کرنے سے رہ گئی تہین اب وہ بذریعہ کشف اور الہام طے ہو جاتی ہین اور سالکین مرتبہ عین الیقین بلکہ
حق الیقین تک پہنچ جاتے ہین یہی سنت اللہ اور عادت اللہ ہے جسکی رہنمائی کے لئے تمام پاک نبی دنیا مین آئے ہین
اور جسپر چلنے کے بغیر کوئی شخص سچی اور کامل معرفت تک نہین پہونچا مگر کم بخت خشک فلسفی کو کچھہ ایسی جلدی
ہوتی ہے کہ وہ یہی چاہتا ہے کہ جو کچھہ کہلنا ہے وہ عقلی مرتبہ پر ہی کہلجائے اور نہین جانتا کہ عقل انسانی اپنی طاقت
سے زیادہ بوجھہ نہین اُٹھا سکتی اور نہ طاقت سے آگے قدم رکھہ سکتی ہے اور نہ اسبات کی طرف فکر دوڑاتا ہے
کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اُسکے کمالات مطلوبہ تک پہنچانیکے لئے صرف جوہر عقل ہی عطا نہین کیا بلکہ کشف اور
الہام پانیکی قوت بہی اُسکی فطرت مین رکھی ہے سو جو کچھہ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے وسائل خداشناسی انسان
کی سرشت کو عطا کئے ہین اُن وسائل مین سے صرف ایک ابتدائی اور ادنی درجہ کے وسیلہ کو استعمال مین لانا
اور باقی وسائل خداشناسی سے بکلی بیخبر رہنا بڑی بہاری بدنصیبی ہے اور اُن قوتون کو ہمیشہ بیکار رکہکر ضائع
کر دینا اور اُن سے فائدہ نہ اُٹھانا پرلے درجہ کی بے سمجہی ہے سو ایسا شخص ہچا فلسفی ہرگز نہین ہو سکتا کہ جو
کشف اور الہام پانیکی قوت کو معطل اور بیکار چہوڑتا ہے بلکہ اُس سے انکار کرتا ہے حالانکہ ہزارون مقدسونکی
شہادت سے کشف اور الہام کا پایا جانا بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہے اور تمام سچے عارف اسی طریق سے معرفت کاملہ تک
پہنچے ہین آریہ سماج والے جنکا دعوے الہامی روشنی سے علاقہ نہین رکہتا وہ کشف اور ایسے الہام سے تو قطعاً منکر
ہین جو امور غیبیہ اور خوارق اعجازیہ پر مشتمل ہو بقول اُنکے وید پیشگوئیون سے بکلی خالی اور قدرتی نشانون سے
بکلی تہیدست ہے مگر تاہم پھر بھی الہامی کتاب وید ہی کو مانتے ہین غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کلام اُسکی
صفات کمالیہ کا آئینہ ہونا چاہئے یہ انوار آلہی وید مین ثابت نہین کر سکتے بلکہ اپنے ہی منہ سے اقرار کرتے ہین
کہ انکا وید اخبار غیب اور اسرار قدرت سے بکلی عاری اور عاجز ہے لیکن ان سب خرابیون کے ساتھہ اسبات پر
بھی اصرار کرتے ہین کہ الہام آلہی وید ہی پر ختم ہے وہ ہمیشہ کے کشف اور الہام سے منکر ہین اور کہتے ہین کہ
صرف چار آدمیون کو جنپر وید اُترا یہ قوت الہامی بوجہ اُنکے نیک اعمال کے قدرت نے عطا کی تہی مگر بعد اُن کے
کسیکو نہین ملی گویا وہ چار آدمی ایک انوکھی پیدائش کے تھے جنسے باقی جمیع بنی آدم کو اُنکی فطرت یا عمل کے رو سے

کچھہ مناسبت نہین سو یہ قوم روحانی اندھا ہونے پر راضی ہے ہان آجکل عقل عقل تو پکارتے ہین اور قانون
قدرت بھی کسیکی منہ سے سن لیا ہے تب ہی تو لالہ مرلیدھر صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ شق القمر قانون قدرت
کے برخلاف ہے مگر ہمین لالہ صاحب موصوف کے اِس تقلیدی اعتراض پر نظر کرکے بڑا ہی افسوس آتا ہے
کاش اُنہون نے کہین سے یہ بھی سنا ہوتا کہ خدا تعالی کی خدائی اور الوہیت اُسکی قدرت غیر محدودہ اور اسرار نامعدودہ
سے وابستہ ہے جسکو قانون کے طور پر کسی حد کے اندر گھیر لینا انسان کا کام نہین ہے خداشناسی کے لئے یہ بڑا بھاری
بنیادی مسئلہ ہے کہ خدائے ذوالجلال کی قدرتین اور حکمتین بے انتہا ہین اِس مسئلہ کی حقیقت سمجھنے اور اُسپر عمیق
غور کرنے سے سب الجھاو اور پیچ خیالات کا رفع ہوجاتا ہے اور سیدھا راہ حق شناسی اور حق پرستی کا نظر آنے
لگتا ہے۔ ہم اِسجگہ اِس بات سے انکار نہین کرتے کہ خدا تعالی ہمیشہ اپنی ازلی ابدی صفات کے موافق کام کرتا
ہے اور اگر ہم دوسرے لفظون مین انہین ازلی ابدی صفات پر چلنے کا نام قانون الٰہی رکھین تو بیجا نہین مگر
ہمارا کلام اور بحث اِسمین ہے کہ وہ آثار صفات ازلی ابدی یا یون کہو کہ وہ قانون قدیم الٰہی محدود یا معدود کیون
مانا جائے ہان بیشک یہ تو ہم مانتے ہین اور مان لینا چاہئے کہ جو کچھہ صفتین جناب الٰہی کی ذات مین موجود ہین
اُنہین صفات غیر محدودہ کے آثار اپنے اپنے وقتون مین ظہور مین آتے ہین کوئی امر انکا غیر اور وہ صفات
ہر یک مخلوق ارضی و سماوی پر مؤثر ہو رہی ہین اور اُنہین آثار الصفات کا نام سنت اللہ یا قانون قدرت ہے
مگر چونکہ خدا تعالی معہ اپنی صفات کاملہ کے غیر محدود اور غیر متناہی ہے اِسلئے ہماری بڑی نادانی ہوگی اگر ہم یہ دعوے
کرین کہ اُسکے آثار الصفات یعنی قوانین قدرت باندازہ ہمارے تجربہ یا فہم یا مشاہدہ کے ہین اُس سے بڑھ کر
نہین۔ آجکل کے فلسفی الطبع لوگون کی یہ بڑی بھاری غلطی ہے کہ اول وہ قانون قدرت کو ایسا سمجھہ بیٹھے
ہین جسکی من کل الوجوہ حد بست ہوچکی ہے اور پھر بعد اسکے جو امر نیا پیش آئے اُسکو ہرگز نہین مانتے اور
ظاہر ہے کہ اس خیال کی بنا راستی پر نہین ہے اور اگر یہی سچ ہوتا تو پھر کسی نئی بات کے ماننے کے لئے کوئی
سبیل باقی نہ رہتا اور امور جدیدہ کا دریافت کرنا غیر ممکن ہوجاتا کیونکہ اِس صورت مین ہر یک نیا عمل بصورت
نقض قوانین طبعی نظر آئیگا اور اُسکے ترک کرنے سے ناحق ایک جدید صداقت کو ترک کرنا پڑیگا یہی وجہ
ہے کہ یہ منحوس اصول آجتک دکھانے کے ہی دانت رہے ہین نہ کھانے کے اور امور جدیدہ کا قوی ظہور اِس
قاعدہ کی تار و پود کو ہمیشہ توڑتا رہا ہے جب کسی زمانہ مین کوئی جدید خاصہ متعلق علم طبعی یا ہیئت وغیرہ علوم
کے متعلق ظہور پکڑتا رہا ہے تو ایک مرتبہ فلسفہ کے شیش محل پر ایک سخت بھونچال کا موجب ہوا ہے۔

جب سے متکبر فلسفیون کا شور شرارہ کچھ عرصہ کے واسطے فرو ہوتا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ان لوگونکے خیالات
ہمیشہ پلٹے کہاتے رہے ہین اور کبھی ایک ہی صورت یا ایک ہی نقشہ پر ہرگز قایم نہین رہے اگر کوئی صفحات
تاریخ زمانہ مین واقعات سوانح عمری حکما پر غور کرے تو اسکو معلوم ہو جائیگا کہ انکے خیالات کی ٹہرین کتنی مختلف
ٹہوکرون بابیہ کہ کسقدر متناقض چالون پر چلی ہے اور کیسے داغ خجالت اور ندامت کے ساتھ ایک رائے کو دوسری
رائے سے تبدیل کرتے آئے ہین اور کیونکر انہون نے ایک مدت دراز تک کسی بات کا انکار کرکے اور ثبوت
قدرت سے اسکو باہر سمجھ کر آخر نہایت شرمندانہ حالت مین اسی بات کو قبول کرلیا ہے سو اس تبدیل آرا کا
کیا سبب تہا یہی تو تھا کہ جو کچھ انہون نے سمجھ رکھا تھا وہ ایک ظنی بات تھی جسکے مشاہدات جدیدہ نے
تکذیب کی سو جن شکلون اور حالتون مین وہ مشاہدات جدیدہ جلوہ گر ہوئے انہین کے موافق ان کی
راؤن کی ٹہری بدلتی اور الٹتی پلٹتی رہی اور جدہر تجارب جدیدہ کا رخ پلٹتا رہا ادہر ہی انکے خیالات
کی ہوائین پلٹا کہاتی رہین غرض فلسفیون کے خیالات کی لگام ہمیشہ امور جدید الظہور کے ہاتھ مین رہی ہے
اور اب بہی بہت کچھ ان کی نظرون سے چھپا ہوا ہے جسکی نسبت امید کیجاتی ہے کہ وہ آئندہ ظہور کرین کہا کہا
کر اور طرح طرح کی رسوائیان اٹھا اٹھا کر کسی نہ کسی وقت قبول کرینگے کیونکہ قوانین قدرت انسانی عقل کے
دفتر مین ابہی تک ایسے منضبط نہین اور نہ ہو سکتے ہین جن پر نظر کرکے نئی تحقیقاتون سے نا امیدی ہو
کیا کوئی عقلمند خیال کر سکتا ہے کہ انسان دنیا کے مکتب خانہ مین باوجود اپنی اسقدر عمر قلیل کے تحصیل
اسرار ازلی ابدی سے بکلی فراغت پا چکا ہے اور اب اسکا تجربہ عجائبات الٰہیہ پر ایسا محیط ہو گیا ہے کہ
جو کچھ اسکے تجربہ سے باہر ہو وہ فی الحقیقت خداتعالی کی قدرت سے باہر ہے مین جانتا ہون کہ ایسا خیال
بجز ایک بے شرم اور ابلہ آدمی کے کوئی دانشمند نہین کر سکتا فلاسفرون مین سے جو واقعی نیک دانا
اور سچے روحانی آدمی گذرے ہین انہون نے خود تسلیم کر لیا کہ ہمارے خیالات جو محدود و منقبض
ہین خدا اور اسکے بے انتہا بھیدون اور حکمتون کی شناخت کا ذریعہ نہین ہو سکتے بارہا فلاسفرون نے
اپنی راؤن مین ندامتین اٹھائین اور صدہا خواص قاعدہ طبعی کے برخلاف اور قوانین طبعیہ کے
نقیض ہو کر بہر مشاہدہ کے رو سے ثابت ہو گئے تو آخر وہ ماننے ہی پڑے اور علوم طبعی یا ہیئت کی دال
کچھ بہی نہ گلی - ماسوا بعض سوانح عجیبہ جو تاریخی طور پر ثابت کی جاتی ہین جیسے یہی معجزہ شق القمر جو لالہ مرلیدہر
صاحب کی نظر مین بہ سبب کے ازلی ابدی قانون قدرت کے برخلاف ہے ایسے سوانح پر یقین لانا یا نہ لانا

اپنے علم وسیع یا محدود پر موقوف ہے بہ حیثیت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ یہ واقعہ علم طبعی یا ہیئت کے برخلاف ہے کیونکہ قدرت قدیمہ کاملہ کے موافق یا مخالف ہونا بعد احاطۂ قدرت کے معلوم ہو سکتا ہے اسلئے یہ علوم ناقصہ ہیئت و طبعی جو ہمارے دفتروں میں منضبط ہیں وہ اس تعریف کے ہرگز لائق نہیں جن اُنھوں نے ہر ایک دقیقہ اور کوئی امر زمین کا چھپا ہوا نہیں چھوڑا اور نہ ایسا بھروسہ کرنا اُن پر عقلمندی ہے۔ خواص جدیدا لظہور کا ایک عجیب کرشمہ ہے جو ہمیشہ قیاسی علوم کی بربادی اور بے عزتی کرتا رہا ہے اور کریگا اور جس طرح ہمارے زمانہ نے ایسے علوم جدیدہ پائے جن سے پہلے لوگ بے خبری میں گذر گئے یا باطل کو حق کہتے سو گئے ایسا ہی ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ آئندہ آنیوالی ذریت اس زمانہ کی غلطیاں نکالے اور وہ باتیں اُن پر ظاہر ہوں جو اس زمانہ پر ظاہر نہیں ہوئیں۔ آسمان تو آسمان ہے زمین کے خواص جاننے سے ابھی کب فراغت ہو چکی ہے ؎

تو کار زمین را نکو ساختی … کہ با آسمان نیز پرداختی

غرض علوم جدیدہ کا سلسلہ منقطع ہوتا نظر نہیں آتا شق القمر کے ایک تاریخی واقعہ سے کیوں اسقدر نفرت یا تعجب کرو گذشتہ دنوں میں تو جسکو کچھ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے ایک یورپین فلاسفر کو سورج کے ٹوٹنے کی ہی فکر پڑ گئی تھی پھر شاید شگاف ہو کر مل گیا۔ فلاسفروں کو ابھی بہت کچھ سمجھنا اور معلوم کرنا باقی ہے۔ کے آمدی و کے پیر شدی۔ ابھی تو نام خدا ہے غنچہ صبا تو چھو بھی نہیں گئی ہے یہ نہایت محقق صداقت ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اندر ایک ایسی خاصیت رکھتی ہے جس سے وہ خداتعالیٰ کی غیر متناہی قدرتوں سے اثر پذیر ہوتی رہتی سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواص اشیاء ختم نہیں ہو سکتی گو ہم اُن پر اطلاع پائیں یا نہ پائیں اگر ایک دانہ خشخاش کے خواص تحقیق کرنے کے لئے تمام فلاسفر اولین و آخرین قیامت تک اپنی دماغی قوتیں خرچ کریں تو کوئی عقلمند ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ وہ ان خواص پر احاطہ تام کر لیں سو یہ خیال کہ اجرام علوی یا اجرام سفلی کے خواص جسقدر بذریعہ علم ہیئت یا طبعی دریافت ہو چکے ہیں اُسیقدر پر ختم ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی بے سمجھی کی بات نہیں ؎

اب خلاصہ اس تمام مقدمہ کا یہ ہے کہ قانون قدرت کوئی ایسی شے نہیں ہے کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے کیونکہ قانون قدرت خداتعالیٰ کے اُن افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے یا آئندہ آئینگے لیکن چونکہ ابھی خداتعالیٰ اپنی قدرتوں کے دکھانے سے تھک نہیں گیا ہے اور نہ یہ کہ اب

قدرت منافی ہے بیکار ہو گیا ہے یا کسی طرف کو ہٹ گیا ہے یا کسی خارجی قاسر سے مجبور کیا گیا ہے اور
مجبوراً آیندہ کے عجائب کامون سے دستکش ہو گیا ہے اور ہمارے لیئے وہی چند صدیون کی کارگزاری یا
اُس سے کچھہ زیادہ سمجھہ لو) چھوڑ گیا ہے اِسلئے ساری عقلمندی اور حکمت اور فلسفیت اور ادب اور تعلیم اسی
مین ہے کہ ہم چند موجودہ مشہودہ قدرتون کو جنمین ابہی صد ہا طور کا اجمال باقی ہے مجموعہ قوانین قدرت
خیال کر کر بیٹھین اور اُسپر اوان لوگون کیطرح ضد نہ کرین کہ ہمارے مشاہدات سے خداتعالی کا فعل ہرگز تجاوز نہین
کر سکتا کیونکہ یہ صرف احمقانہ دعوے ہے جو ہرگز ثابت نہین کیا گیا اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے جسے مانا
کرنے سے تغیر کا نقیض نہین ہے مگر یہ آپ کیونکہ ہمسے تسلیم کراتے ہین کہ سب خواص تغیر پر انسان محیط ہو چکا ہے
کیا اِسپر کوئی دلیل بھی ہے یا نرا تحکم ہی سے منہ بند کرنا چاہتے ہین یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر تجارب مشاہدات
جو آجتک قلمبند ہو چکے ہین صحیح اور کامل ہوتے تو علوم جدیدہ کو قدم رکھنے کی جگہ نہ رہتی حالانکہ آپ لوگ بھی
کہا کرتے ہین کہ علوم جدیدہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیئے کھلا ہے مین سوچ مین ہون کہ کیونکر ایسی چیزین کامل
اور قطعی طور پر مقیاس الصداقت یا میزان الحق ٹھہر سکتے ہین جنکے اپنے ہی پورے طور کے انکشاف مین ابہی
بہت سی منازل باقی ہین اور اِس پیچ در پیچ معاملے یا نتک حکما کو حیران اور سرگردان کر رکھا ہے کہ بعض اُنمین
سے حقائق اشیا کے منکر ہی ہو گئے (منکرین حقائق کا وہی گروہ ہے جسکو سوفسطائی کہتے ہین) اور بعض
انمین سے یہ بھی کہہ گئے کہ اگرچہ خواص اشیا ثابت ہین تاہم دائمی طور پر اُنکا ثبوت نہین پایا جاتا پانی آگ کو
بجھا دیتا ہے مگر ممکن ہے کہ کسی ارضی یا سماوی تاثیر سے کوئی چشمہ پانی کا اِس خاصیت سے باہر آجائے آگ
لکڑی کو جلا دیتی ہے مگر ممکن ہے کہ ایک آگ بعض موجبات اندرونی یا بیرونی سے اِس خاصیت کو ظاہر نہ
کر سکے کیونکہ ایسی عجائب باتین ہمیشہ ظہور مین آتی رہتی ہین حکما کا یہ بھی قول ہے کہ بعض تاثیرات ارضی یا سماوی
ہزارون بلکہ لاکھون برسون کے بعد ظہور مین آتی ہین جو نا واقف اور بیخبر لوگون کو بطور خارق عادت معلوم
دیتی ہین اور کبھی کبھی کسی کسی زمانہ مین ایسا کچھہ ہوتا رہتا ہے کہ کچھہ عجائبات آسمان مین یا زمین مین ظاہر ہوتے
ہین جو بڑے بڑے فیلسوفون کو حیرت مین ڈالتے ہین اور پھر فلسفی لوگ اُنکے قطعی ثبوت اور مشاہدہ سے
خیرہ اور متندم ہو کر کچھہ نہ کچھہ تکلفات کر کے طبعی ہیئت مین اُنکو گھسیڑ دیتے ہین تا اُن کے قانون قدرت مین
کچھہ فرق نہ آجائے ایسا ہی یہ لوگ اِدھر کے اُدھر لگا کر اور نئی باتون کو کسی علمی قاعدہ مین جبراً دھسا کر گذارہ
کر لیتے ہین جبتک پیر دار اچھلی نہین دیکھی گئی تھی تبتک کوئی فلسفی اُسکا قایل نہ تھا اور جبتک متواتر تجربہ کے

کٹنے سے دُم کٹے کتے پیدا نہ ہونے لگین تب تک اُس خاصیت کا کوئی فلاسفر اقراری نہوا اور جبتک بعض بعض ہنیون مین کسی سخت نہ نرل کی وجہ سے کوئی ایسی آگ نہ نکلے کہ وہ پتھرون کو پگہلا دیتی تھی مگر لکڑی کو جلا نہین سکتی تھی تب تک فلسفی لوگ ایسی خاصیت کا آگ مین ہونا خلاف قانون قدرت سمجھتے رہے جبتک ایسی رہیڈیکا آلہ نہین نکلا تھا کسی فلسفی کو معلوم تھا کہ عمل ٹرینفس فیوزن اُف بلڈ (یعنی ایک انسان کا خون دوسرے انسان مین داخل کرنا) قانون فطرت مین داخل ہے - بہلا اُس فلاسفر کا نام لینا چاہیے جو ایلکٹرک مشین یعنی بجلی کی کل نکلنے سے پہلے اس بجلی لگانیکے عمل کا قائل تھا ؎

فلسفی را چشم حق بین سخت نابینا بود گرچہ بیکن باشد و یا بو علی سینا بود

یہ ثابت ہو چکا ہے اور ہمیشہ مشاہدہ مین آتا ہے کہ جو لوگ خواہ نخواہ قانون قدرت کے پابند کہلاتے ہین وہ اپنی رائے مین بہت کچے ہوتے ہین اگر دس بیس معتبر اور پختہ عقلمند اور انکے ہمرتبہ آدمی کوئی عجیب بات ہنسی کے طور پر بیان کردین مثلاً یہ کہدین کہ ہم ایک پردار آدمی کو بچشم خود دیکھ آئے ہین یا ایک پتھر مین سے شہد مترشح ہوتے ہمنے دیکھا کیا بلکہ کھایا ہے یا آسمان سے ہمنے پہول برستے دیکھے اور پھولون مین سے سونا نکلا یا شاید کوئی واقعہ صحیح ہی پیش آوے جیسے آجکل کے بعض اخبارون مین شائع کیا گیا ہے کہ یوروپ کے ایک ملک مین ایک پتھر تیس من وزنی برسا جسمین ہڈیان بھی ملی ہین شاید آنکی ہڈیان ہین جو چاند کے کرہ مین رہنے والے ہین تو فی الفور فلاسفر صاحب کے دلمین ایک دھڑکا سا شروع ہو جائیگا تو یہ دھڑکا اور اضطراب اس کمبخت کا اسکے نقصان عقل اور فہم پر صریح شہادت دیتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر سرمایہ اسکا ظن ہے کیونکہ کسی قطعی ثبوت مین انسان کبھی تردد نہین کرسکتا مثلاً اگر کسی زندہ آدمی کو دس بیس آدمی بلکہ کہین کہ تو زندہ نہین بلکہ مرا ہوا ہے تو اسقدر کیا وہ دس ہزار آدمی کی شہادت سے بھی اپنی زندگی سے شک مین نہین پڑیگا بلکہ بیشمار اشخاص کا مجمع بھی اپنے حلفی گواہون سے اُسکو اضطراب مین نہین ڈالیگا کیونکہ اُسکو اپنی زندگی پر پورا پورا یقین ہے - یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ فلسفہ مین جو واقعی دانا ہین وہ تجارب فلسفیہ پر بہت ہی کم یقین رکھتے ہین کیونکہ اُن کے معلومات وسیع ہین اور اُنکو اپنے فلسفہ کی اندرونی حقیقت معلوم ہے ❊

علامہ شارح قانون جو طبیب حاذق اور بڑا بھاری فلسفی ہے ایک جگہ اپنی کتاب مین لکھتا ہے جو

یونانیون مین یہ قصے بہت مشہور ہین جو بعض عورتون کو جو اپنے وقت مین عفیفہ اور صالحہ تھین بغیر صحبت
مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی ہے پھر علامہ موصوف بطور اسکے لکھتا ہے کہ یہ سب قصے افترا پر محمول
نہین ہو سکتے کیونکہ بغیر کسی اصل صحیح کے مختلف افراد اور جداجدا قومون مین ایسے دعاوی ہرگز فروغ
نہین پا سکتے ہین اور نہ عورتون کو جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ زانیہ ہونیکی حالت مین اپنے حمل کی ایسی وجہ
پیش کرین جس سے اور بھی ہنسی کرائین اور ہمین ایسی بات سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ خواہ نخواہ ایسی تمام عورتون پر
زنا کا الزام لگاوین جو مختلف ملکون اور قومون اور زمانون مین مستور الحال گذر چکی ہین کیونکہ طبی قواعد
کے روسے ایسا ہونا ممکن ہے وجہ یہ کہ بعض عورتین جو بہت ہی نادر الوجود ہین بباعث غلبہ رجولیت اس
لائق ہوتی ہین کہ انکی منی دونون طور قوت فاعلی وانفعالی رکھتی ہو اور کسی سخت تحریک خیال شہوت سے
جنبش مین آکر خود بخود حمل ٹھہرنے کا موجب ہو جائے۔ مین کہتا ہون کہ ایسے قصے ہندؤن مین بھی مشہور
ہین سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان کی انہین قصون پر بنیاد پائی جاتی ہے ٭

غرض یہ خیال ہندؤن مین بھی پرانا چلا آتا ہے یہان تک کہ رگ وید مین لکھا ہے کہ ایک نیکبخت
رشی کی لڑکی کو فقط اندر دیوتا کی ہی توجہ سے حمل ہو گیا تھا اور ایسا ہی شمس وقمر سے بھی شرفا آریہ کی باکرہ
لڑکیون کو حمل ہوتا رہا ہے اب ان قصون اور کہانیون کو جو بکثرت مختلف قومون مین پائی جاتی ہین یکسر
مردود اور باطل سمجھ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کر دینا حکیمانہ طریق نہین ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر ان قصون
کو انکے زوائد سے الگ کر کے دیکھا جائے تو انکے نیچے وہی ایک دقیق خاصہ علم طبعی کا چھپا ہوا نظر
آتا ہے جسکی طرف علامہ نے اشارہ کیا ہے اور اس بات پر ضد نہین کرنی چاہیئے کہ اگر یہ بات کچھ
حقیقت رکھتی ہے تو پھر عام طور پر کیون وقوع مین نہین آتی کیونکہ اول تو یہ سوانح ایسے نادر الوقوع نہین
ہین جیسے آجکل کے نئے فلسفی انکو خیال کر رہے ہین بلکہ مختلف قومون مین اسکے آثار سلسلہ وار چلے
آتے ہین اگرچہ عبرانیون مین تو صرف حضرت مسیح اس طرز کی پیدائش مین بیان کئے گئے ہین لیکن یونانیون
اور آریون کی کتابون مین اسکی نظیرین بہت پائی جاتی ہین اور حال کے زمانہ اور اسکے قریب قریب بھی
بعض ممالک کی عورتین حمل دار ہو کر ایسا ہی کچھ بیان کرتی رہی ہین اب ان سب قصون کی نسبت گو کسی منکر
کی کیسی ہی رائے ہو مگر صرف انکے نادر الوقوع ہونیکی وجہ سے وہ بکلی سب رد نہین کی جا سکتی اور انکے
ابطال پر کوئی دلیل فلسفی قائم نہین ہو سکتی بلکہ اکثر یونانی فلسفی (آسمانون کے ماننے والے) اور انہین

مین سے افلاطون اور ارسطو بھی اِس بات پر متفق ہین کہ حادث چیزون کی مبادی آسمانون کی حرکتین اور
اُنکے مختلف دورے ہین اسی جہت سے علوی اور سفلی چیزون کے حکم اور حال مختلف ہوتے ہین اور اسی بنا پر
انکے مذہب کے رو سے ممکن ہے کہ ایک دور مین ایسی عجائب چیزین یا عجائب شکلون کے جانور پیدا ہون
کہ نہ تو دور سابق مین اور نہ دور لاحق مین اُنکی نظیر پائی جائے غرض نادر الظہور اشیا کا سلسلہ اس وضع عالم کو
لازمی پڑا ہوا ہے۔ اور علامہ موصوف نے اس مقام مین ایک تقریر بہت عمدہ لکھی ہے وہ لکھتے ہین کہ
اگرچہ سب انسان ایک نوع مین ہونیکی وجہ سے باہم مناسب الطبع واقعہ ہین مگر پھر بھی اُن مین سے بعض کو
نادر طور پر کبھی کبھی کسی کسی زمانہ مین خاص خاص طاقتین یا کسی اعلے درجہ کی قوتین عطا ہوتی ہین جو عام طور پر
دوسرون مین نہین پائی جاتین جیسے مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض نے حال کے زمانہ مین تین سو برس سے
زیادہ عمر پائی ہے جو بطور خارق عادت ہے اور بعض کی قوت حافظہ یا قوت نظر ایسے کمال درجہ کو پہنچی ہے
جو اُسکی نظیر نہین پائیگی اور اِس قسم کے لوگ بہت نادر الوجود ہوتے ہین جو صدہا یا ہزارون برسون کے بعد
کوئی فرد ان مین ظہور مین آتا ہے اور چونکہ عوام الناس کی نظر اکثر امور کثیر الوقوع اور متواتر الظہور
پر ہوا کرتی ہے اور یہی ہوتا ہے کہ عام لوگون کی نگاہ مین جو باتین کثیر الوقوع اور متواتر الظہور ہون وہ
بطور قاعدہ یا قانون قدرت کے مانی جاتی ہین اور اُنہی کی سچائی پر اُنہین اعتماد ہوتا ہے اس لئے دوسرے
امور جو نادر الوقوع ہوتے ہین وہ بمقابل امور کثیر الوقوع کے نہایت مضمحل اور مشتبہ بلکہ باطل کے رنگ مین
دکھائی دیتے ہین اسی وجہ سے عوام کیا بلکہ خواص کو بھی اُن کے وجود مین شکوک اور شبہات پیدا
ہو جاتے ہین سو بڑی غلطی جو حکماء کو پیش آتی ہے اور بڑی بھاری ٹھوکر جو اُن کو آگے قدم رکھنے
سے روکتی ہے یہ ہے کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادر الوقوع کی تحقیق کے درپے نہین ہوتے
اور جو کچھ اُن کے آثار چلے آتے ہین اُن کو صرف قصے اور کہانیان خیال کر کے اپنے سر پر سے
ٹال دیتے ہین حالانکہ یہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نادر الوقوع عجائبات
بھی کبھی کبھی ظہور مین آتے رہتے ہین اسکی نظیرین بہت ہین جنکا لکھنا موجب تطویل ہے اور حکیم
بقراط نے اپنی ایک طبی کتاب مین چند چشم دید بیمارون کا بھی حال لکھا ہے جو قواعد طبی اور تجربہ
اطباء کے رو سے وہ ہرگز قابل علاج نہین تھے مگر اُن بیمارون نے عجیب طور پر شفا پائی جسکی
نسبت اُنکا خیال ہے کہ یہ شفا بعض نادر تاثیرات ارضی یا سماوی سے ہے۔ اسجگہہ ہم اسقدر

آدمی کہتا ہے ہمنے میں آپ بابت مخرضہ نوع انسان بابت عمدہ نہیں ... اور نادر الوقوع خواص کا اس
مین سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اگر غور کرکے دیکھیں تو یہ دور چلا سلسلہ ہر ایک نوع میں پایا جاتا ہے مثلاً نباتات مین
سے آک کے درخت کو دیکھو کہ کیسا تلخ اور زہرناک ہوتی ہے مگر کبھی قرنون اور برسون کے بعد ایک قسم کی نبات
اسمین پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت شیرین اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو
اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بیشک وہ اس نبات کو ایک امر طبعی کے نقیض سمجھیگا ایسا ہی بعض دوسری
نوع کی چیزون مین بھی دور دراز عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نادر ظہور مین آجاتا ہے کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہو
کہ مظفر گڈہ مین ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریون کی طرح دودہ دیتا تھا جب اسکا شہر مین بہت چرچا پھیلا
تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڈہ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہون نے یہ ایک عجیب امر قانون قدرت کے
برخلاف سمجہ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا چنانچہ وہ بکرا جب انکے روبرو دوہا گیا تو شاید قریب ڈیڑہ سیر دودہ
کے اسنے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور مین بھیجا گیا تب ایک شاعر نے
اسپر ایک شعر بھی بنایا اور وہ یہ ہے **شعر**

مظفر گڈہ جہان ہے مکالف صاحب عالی — یہان تک فضل باری ہے کہ بکرا دودہ دیتا ہی

اسکے بعد تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہمنے بچشم خود چند مردون کو عورتون کی
طرح دودہ دیتے دیکھا ہے بلکہ ایک نے ان مین سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گانون
مین اپنے باپ کے دودہ سے ہی پرورش پایا تھا کیونکہ اسکی ماں مرگئی تھی ایسا ہی بعض لوگون کا تجربہ ہی
کہ کبھی ریشم کے کیڑے کی مادہ بے نر کے انڈے دیدیتی ہین اور ان مین سے بچے نکلتے ہین بعض نے یہ بھی
دیکھا کہ چوہا مٹی خشک سے پیدا ہوا جسکا آدھا دھڑ تو مٹی تھی اور آدھا چوہا بنگیا حکیم فاضل قرشی یا
شاید علامہ نے ایک جگہ لکہا ہے کہ ایک بیمار ہمنے دیکھا جسکا کان ماؤف ہو کر بہرہ ہو گیا تھا پھر کان کے
پیچھے ایک ناسور سا پیدا ہو گیا جو آخر وہ سوراخ سے ہو گئے اس سوراخ کی راہ سے وہ برابر سن لیتا تھا گویا
خدا نے اسکے لئے دوسرا کان عطا کیا ان دونون طبیبون مین سے ایک نے اور غالباً قرشی نے خود
اپنی اوجھی مین سوراخ ہو کر اور پھر اس راہ سے مدت تک براز یعنے پاخانہ آتے دیکھا تحریر کیا ہے جالینوس سے
سوال کیا گیا کہ انسان آنکھون کی راہ سے سن سکتا تھا اسنے جواب دیا کہ ہنوز تجربہ شہادت نہین دیتا۔
لیکن ممکن ہے کہ کوئی ایسی مشارکت کانون اور آنکھون کی مخفی ہو جو کسی ہتہ کے عمل سے یا کسی سماوی

سو جب ہتے خصوصیت پیدا ہو کر اس خاصیت کے ظہور کا سبب ہو جاتے کیونکہ ابھی علم اسقدر آگ خواص مختتم نہین
ڈاکٹر ہوپ کر اپنے سفرنامہ کشمیر بین بر پنجال کی چڑہائی کی تقریب بیان پر بطور ایک عجیب حکایت
کے لکھا ہی جو ترجمہ کتاب مذکور کے صفحہ ۸۰ مین درج ہے کہ ایک جگہ پتھرون کے ہٹانے جلانے سے ہمکو
ایک بڑا سا بچھو نظر پڑا جسکو ایک نوجوان شغل نے جو میری جان پہچان والون مین ہو تھا اُٹھا کر اپنی مٹھی
مین دبا لیا اور پھر میرے لوکر کے اور میرے ہاتھ مین دیدیا مگر اُسنے ہم مین سے کسی کو بھی نہ کاٹا اُس نوجوان
سوار نے اسکا باعث یہ بیان کیا کہ مینے اسپر قرآن کی ایک آیت پڑہکر پھونک دی ہے اور اسی عمل سے اکثر
بچھوون کو پکڑ لیتا ہون - اور صاحب کتاب فتوحات و فصوص جو ایک بڑا اعتبار اُٹھانے والا فاضل اور علوم
فلسفہ و تصوف مین بڑا ماہر ہے وہ اپنی کتاب فتوحات مین لکھتا ہے کہ ہمارے مکان پر ایک فلسفی اور
کسی دوسرے کی خاصیت احراق آگ مین کچھہ بحث ہو کر اُس دوسرے شخص نے یہ عجیب بات دکھلائی
کہ فلسفی کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر کوئلون کی آگ مین جو ہمارے سامنے مجمر مین پڑی ہوئی تھی ڈالدیا اور کچھہ
عرصہ اپنا اور فلسفی کا ہاتھ آگ پر رہنے دیا مگر آگ نے اُن دونون ہاتھون مین سے کسی پر ایک ذرا بھی
اثر نہ کیا اور راقم اس رسالہ نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ سخت گرمی کے موسم مین یہ آیت قرآنی پڑہکر و
اذا بطشتم بطشتم جبارین زنبور کو پکڑ لیتا تھا اور اُسکی نیش زنی سے بکلی محفوظ رہتا تھا
اور خود اس راقم کے تجربہ مین بعض تاثیرات عجیبہ آیت قرآنی کی آچکی ہین جن سے عجائبات قدرت
حضرت باری جلشانہ معلوم ہوتے ہین - غرض یہ عجائب خانہ دنیا کا بیشمار عجائبات سے بھرا ہوا ہے جو
دانا اور شریف حکیم گذرے ہین اُنہون نے اپنے چند معدود معلومات پر ہرگز ناز نہین کیا اور وہ اس بات کو
بہت بے شرمی اور گستاخی سمجھتے رہے ہین کہ اپنے محدود تجربہ کا نام خدا تعالیٰ کا قانون قدرت رکھین
مگر اُنکے مقابلہ باعث اپنی خامی اور ناتمامی کے سخت درجہ پر قانون قدرت کے قائل بلکہ غلام پائے جاتے
ہین سو یہ اُسی مثل کا مصداق ہے کہ در بدر شیرینی بسیار است لیکن بسیر گرمی دراست - بالخصوص اس زمانہ
کے نوآموز لڑکون مین قانون قدرت کا خیال واجبی حد سے بڑہ گیا ہے اکثر نا سفیہ اور آزادہ طبع اور
لیہوداہ طبیعت کے آدمی اُن کم فہم لڑکون کو بگاڑ رہے جاتے ہین جنکی نادانی اور سادہ لوحی رحم کے لائق ہے یہ لوگ
نہین سمجھتے کہ اگر خواص قدرتیہ کا خاتمہ ہو چکا ہے تو اُسکا یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہئے کہ آئندہ خواص جدیدہ
ظہور مین نہ آوین اور اگر ابھی خاتمہ نہین ہوا اور نئے انکشافات اور تازہ معلومات کے کھلنے کی امید ہی تو

پھر کیون ایک نئی بات کو سنتے ہی بکری کیطرح انکار مین گردن ہلا دین خدا نے انکو یہ سمجھ نہین دی کہ عجائبات
الٰہی کا میدان جو رنگا رنگ اور بے انتہا چشمون اور کہ ندون اور آبشارون سے آبپاشی پاوے نفس ناطقہ
کے لئے پھیلا ہے وہ کیونکر تجارب محدودہ کی ظرف تنگ مین سما سکتا ہے اور اگر ایسا فرض بھی کر لیا جائے
کہ خدا تعالیٰ کی قدرتین اسی حد تک ختم اور خرچ ہو چکی ہین جو ہمین معلوم ہے تو پھر اس سے کیونکر خدا
تعالیٰ کا اپنی ذات اور اپنی قدرتون اور اپنی حکمتون مین بے انتہا ہونا قائم رہ سکتا ہے اسکی غیر محدود
حکمتون اور قدرتون کو سمجھنے کے لئے یہی تو ایک راہ ہے کہ ایک ذرہ کے موافق بھی اگر کوئی چیز ہو تو
اسپر اگر تمام انسانی عقلین قیامت تک غور کرین تو اسکے عجائبات کی تہ تک نہین پہنچ سکتین کیا جنہے
یہ پر بہار آسمان جو مہر و ماہ اور ستارون کے چراغون سے سج رہا ہے اور یہ رشک گلزار زمین جو رنگا رنگ
مخلوقات سے آباد ہو رہی ہے بغیر ایک ذرہ مشقت اٹھانے کے صرف اپنے ارادہ سے پیدا کر دیا
اسکی قدرتون کا کوئی انتہا پا سکتا ہے اور یہ بات نہایت ظاہر و بدیہی ہے کہ جبتک علوم و خواص
جدیدۃ الظہور کی اس عالم بے ثبات کے ساتھ دُم لگی ہوئی ہے تب تک کوئی دانا اپنے معلومات محدودہ
معدودہ کو قانون قدرت کے نام سے موسوم نہین کر سکتا اور خود ہمین اپنی اس غیر مستقل اور اوباشانہ
عادت سے شرمندہ ہونا چاہئے کہ اول ہم کسی بات کے عدم امکان پر ایسا سخت اصرار کرین - کہ گویا
خدا تعالیٰ کو اسکی خدائی کے کامون سے ہی جواب دے دین اور پھر اسی بات کا وقوع اور ظہور اور
ثبوت دیکھ کر اسی منہ سے یہ کہنا شروع کر دین کہ ہان یہ قانون قدرت مین ہی داخل ہے ایسے لوگ
جنمین فطرتی طور پر مادہ حیا کا کم پایا جاتا ہے وہ اگر یہ سیرت اختیار رکھین تو انہین کچھ مضائقہ نہین
لیکن اگر ایک باعزت اور باتہذیب و باتربیت جنٹلمین یہ طریقہ متزلزلہ اختیار کرے جو اسے بیسون تبہ
سخت انکارون کے بعد اقرار کرنا پڑے تو البتہ یہ افسوس کا مقام ہے بعض کہتے ہین کہ اگر ہم اپنے مجربات و
مشاہدات کا اعتبار نہ کرین تو پھر سب علوم ضائع ہو جائینگے مگر مین اسکے جواب مین بجز اس دعا کے کہ ایخدا
قادر مطلق انکو حقیقت شناسی کی سمجھ بخش اور کیا کہہ سکتا ہون - کیا خواص جدیدہ کے پیدا ہونے
سے پہلے علوم ضائع ہو جایا کرتے ہین مثلاً آگ بالخاصیت محرق ہے جسکی اس خاصیت کو بارہا ہم
آزما چکے ہین بلکہ یہ خاصیت ہمارے مجربات و مشاہدات متواترہ مین سے ہے مگر باینہمہ یہ بھی ممکن ہے کہ
کوئی ایسی دوا یا روغن پیدا ہو کہ جب وہ کسی عضو یا کسی اور چیز پر لگایا جاوے تو آگ اپنی خاصیت احراق اسپر

ظاہر کر سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود آگ ہی باذنہ تعالیٰ کسی اندرونی یا بیرونی حوادث سے یہ صورت پیدا
ہوجائے ایسا ہی یہ بھی ممکنات سے ہے کہ کوئی اس قسم کی آگ زمین سے یا آسمان سے پیدا ہو جو اپنے
خواص مین اس آگ سے اختلاف رکھتی ہو جیسے ارض حجاز سے نکلنے کی خبر چھ سو باون برس پہلے حضرت نبی کریم
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دی تھی جو صحیح بخاری اور مسلم مین پانسو برس پہلے ظہور سے مندرج اور شائع ہو چکی
تھی۔ غرض صدہا ایسی صورتین تاثیرات ارضی یا سماوی اور موجبات اندرونی یا بیرونی سے ظہور مین آسکتی
ہین کیونکہ ہر ایک چیز کی خاصیتین موجود ہین جو اس مین خلل انداز ہو سکین اور علوم جدیدہ کا دروازہ تو نہایت
وسیع اور غیر متناہی طور پر کھلا ہوا ہے وہ اسی بنا پر تو ہے۔ مین یہ نہین کہتا کہ تم بے سمجھے سوچے میری بات
کو اپنی رائے کی بنیاد قرار دو بلکہ مین کہتا ہون کہ تم خوب جانچو اور پرکھو اور کھوٹے کھرے مین تمیز کرو اور جو
کچھ زمانہ تمہین دکھلا رہا ہے اسے اچھی طرح آنکھین کھولکر دیکھو پھر اگر یہی رائے غالب اور فائق نظر آئے (تو اے ہمارے
ملک کے نوجوانو) اُسے قبول کرو۔

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

میری رائے مین فلسفیون سے بڑھکر اور کسی قوم کی دلی حالت خراب نہوگی خدا مین اور بندہ مین وہ چیز
جو بہت جلد جدائی ڈالتی ہے وہ شوخی اور خود بینی اور متکبری ہے سو وہ اس قوم کے اصول کو ایسی لازم
پڑی ہوئی ہے کہ گویا انہین کے حصہ مین آگئی ہے یہ لوگ خدا تعالیٰ کی قدرتون پر حاکمانہ قبضہ کرنا چاہتے
ہین اور جسکے منہ سے اسکے برخلاف کچھ سنتے ہین اُسکو نہایت تحقیر اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے ہین
اور افسوس کا مقام ہے کہ نوخیزون کے عام خیالات اسیطرف بڑھتے جاتے ہین یہ کسی قوی دلیل کا اثر
نہین بلکہ ہمارے ملک کے لوگون مین بھیڑیا چال چلنے کا بہت سا مادہ موجود ہے جس سے تعلیم یافتہ
جماعت بھی مستثنے نہین سو اس فطرت اور عادت کے جو لوگ ہین وہ لوگ بڑی ڈاڑھی والے کو گڑھے مین
پڑا ہوا دیکھکر اُسمین کود پڑتے ہین اور اس سے بڑھکر اُن کے ہاتھ مین اور کوئی دلیل نہین ہوتی کہ فلان
عقلمند کا قول ہے غرض زہرناک ہوا کے چلنے سے کمزور لوگ بہت جلد ہلاک ہوتے ہین لیکن ایک
روشن دل آدمی جسکی فطرت مین خدا تعالیٰ نے وسعت علمی کی استعداد رکھی ہوئی ہے وہ ایسے خیالات کو کہ
خدا تعالیٰ کے اسرار پر احاطہ کرنا کسی انسان کا کام ہے نہایت درجہ عقل و ایمان سے دور سمجھتا ہے واقعی
جتنا انسان عجائبات غیر متناہیہ حضرت باری جلشانہ پر اطلاع پاتا ہے اتنا ہی غرور اور گھمنڈ اسکا ٹوٹتے

جاتا ہے اور نئے طالب علمون کی شوخیان اور بے راہیان اُسکے دل و دماغ سے جاتی رہتی ہین اور بہت
دراز تک ٹھوکرین کہانے کی وجہ سے ابتدائی حالت کے تہ و بالا ہوئے ہوئے خیالات کچھہ کچھہ رو براہ
ہوتے جاتے ہین جیسے ایک بڑے فلاسفر کا قول ہے کہ مینے علم اور تجربہ مین ترقیات کین یہان تک کہ
آخری علم اور تجربہ یہ تھا کہ مجھہ مین کچھہ علم اور تجربہ نہین سچ ہے دریاے غیر متناہی علم و قدرت باری
جلشانہ کے آگے ذرہ ناچیز انسان کیا حقیقت ہے کہ دم مارے اور اُسکا علم اور تجربہ کیا شئے ہے تا اُسپر
ناز کرے **سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا** کیا عمدہ اور صاف اور پاک اور خدا تعالی کی عظمت اور
بزرگی کے موافق یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھہ اُس سے ہونا ثابت ہے وہ قبول کیا جاے اور جو کچھہ آیندہ ثابت
ہو اُسکے قبول کرنے کے لئے آمادہ رہین اور بجز امور منافی صفات کمالیہ حضرت باری عزاسمہ سب
کامون پر اُسکو قادر سمجھا جائے اور امکانی طور پر سب ممکنات قدرت پر ایمان لایا جائے یہی طریق اہل
حق ہے جس سے خدا تعالی کی عظمت و کبریائی قبول کیجاتی ہے اور ایمانی صورت بہی محفوظ رہتی ہے جسپر
ثواب پانے کا تمام مدار ہے نہ یہ کہ چند محدود باتین اُس غیر محدود کے گلے کا ہار بنائی جائین اور یہ خیال
کیا جائے کہ گویا اُسنے اپنے ازلی ابدی زمانہ مین ہمیشہ اسیقدر قدرتون مین اپنی جمیع طاقتون کو محدود
کر رکہا ہے یا اسی حد پر کسی قاسر سے مجبور ہو رہا ہے اگر خدا تعالی ایسا ہی محدود القدرت ہوتا تو اُس کے
بندون کے لئے بڑے ماتم اور مصیبت کی جگہہ تہی وہ عظیم الشان قدرتون والا اپنی ذات و صفات مین
لایدرک والا انتہا ہے کون جانتا ہے کہ اُسنے پہلے کیا کیا کام کیا اور آیندہ کیا کیا کریگا تعالی اللہ علواً
کبیرا - ایک حکیم کا قول ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی بہی گمراہی نہین کہ انسان اپنی عقل کے پیمانہ سے
باری عزاسمہ کے ملک کو ناپنا چاہتے یہ بیانات بہت صاف ہین جنکے سمجھنے مین کوئی دقت نہین
لیکن بڑی مشکل کی یہ بات ہے کہ دنیا پرست آدمی جسکی نظر دنیا کی مدح و ذم پر لگی ہوئی ہے وہ جب ایک
راے اپنی قایم کرکے مشہور کر دیتا ہے تو پہر اُس راے کا چہوڑنا (خواہ کیسی ہی وجوہات بینہ مخالف اُسکے
نکل آوین) اُسپر بہت مشکل ہوجاتا ہے اور پہر جب ایسے غلط خیالات مین چند نامی عقلا مبتلا ہوجائین
تو ادنی استعداد کے آدمی اُن خیالات کی تقلید کرنا اور بے سوچے سمجھے اُسپر قدم مارنا اپنی عقلمندی
ثابت کرنیکے لئے ایک ذریعہ سمجھہ لیتے ہین فلسفی تقلید ہمیشہ اسیطرح پہیلتی رہی ہے کم استعداد لوگ جو تحقیق
کی ہی کمزوری رکھتے ہین وہ بڑے بابا کا مُنہ دیکھکر وہی باتین کہنے لگتے ہین جو اُس بزرگ کے مُنہ سے نکلین

گو وہ واقعی ہوں یا غیر واقعی اور صحیح ہوں یا غیر صحیح اُن کو اپنی سمجھ تو ہوتی ہی نہیں ناچار وہ
کسی نامی صیاد کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ تو واقعی جتنا انسان تقلید سے نفرت کر کے بھاگتا ہے
اُتنا ہی تقلید میں بار بار پڑتا ہے ۔

اسجگہ اس بات کا جواب دینا بھی مناسب ہے کہ اگر سب امور قوانین ازلیہ و ابدیہ میں داخل ہیں یعنی
پہلے ہی سے بندھے ہوئے چلے آتے ہیں تو پھر معجزات کیا شئے ہیں سو جاننا چاہئے کہ بیشک یہ تو
سچ ہے کہ قوانین ازلیہ و ابدیہ سے یا یوں کہو کہ خدا تعالی کے ازلی ارادہ اور اسکے تقاضاء قدیم سے کوئی
چیز باہر نہیں گو ہم اُسپر اطلاع پاویں یا نہ پاویں جف القلم بما ھو کائن مگر اُسی عادت الٰہیہ نے جو دوسرے
لفظوں میں قانون قدرت سے موسوم ہو سکتی ہے بعض چیزوں کے ظہور کو بعض کے ساتھ مشروط
کر رکھا ہے پس جو امور ازلی ابدی ارادہ نے مقدسوں کی دعاؤں اور انکی برکات انفاس اور انکی توجہ
اور انکی عقد ہمت اور اُن کے اقبال تام سے وابستہ کر رکھے ہیں اور اُنکے تضرعات اور ابتہالات پر
مترتب کیجاتی ہیں وہ امور جب انہیں شرائط اور انہیں وسائل سے ظہور میں آتے ہیں تب اُن امور کو اُس
خاص حالت میں معجزہ یا کرامت یا نشان یا خارق عادت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسجگہ خارق
عادت کے لفظ سے اس شبہ میں نہیں پڑنا چاہئے کہ وہ کونسا امر ہے جو عادت الٰہیہ سے باہر ہے کیونکہ
اس محل میں خارق عادت کے قول سے ایک مفہوم اضافی مراد ہے یعنی یوں تو عادات ازلیہ و ابدیہ خداے
کریم جلشانہ سے کوئی چیز باہر نہیں مگر اُسکی عادات جو بنی آدم سے تعلق رکھتی ہیں دو طور کی ہیں۔ ایک
عادات عامہ جو بدو پوش اسباب ہو کر سب پر مؤثر ہوتی ہیں دوسری عادات خاصہ جنکو تسلط اسباب خاص
اُن لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں جو اُسکی محبت اور رضا میں کھوئے جاتے ہیں یعنے جب انسان بکلی خداے
تعالے کیطرف انقطاع کر کے اپنی عادات بشریہ کو استمرار حق کے لئے تبدیل کر دیتا ہے ۔ تو
خدا تعالے اُسکی اُس حالت متبدلہ کے موافق اُسکے ساتھ ایک خاص معاملہ کرتا ہے جو دوسروں سے نہیں
کرتا یہ خاص معاملہ نسبتی طور پر گویا خارق عادت ہے جسکی حقیقت انہیں پر کھلتی ہے جو عنایات الٰہی سے
اُسطرف کھینچے جاتے ہیں جب انسان اپنی بشری عادتوں کو جو اُسمیں اور اُسکے رب میں حائل ہیں حق
توصل الٰہی میں توڑتا ہے تو خدا تعالے بھی اپنی عام عادتوں کو اُسکے لئے توڑ دیتا ہے یہ توڑنا بھی عادات
ازلیہ میں سے ہے کوئی امر محدث نہیں ہے جو مورد اعتراض ہو سکے گویا قدیم قانون حضرت احدیت

جلشانہٗ اسی طور پر چلا آتا ہے کہ جیسے جیسے انسان کا بھروسا خدا تعالیٰ پر بڑھتا ہے ایسا ہی اُس طرف
سے الوہیت کی قدرتوں کے چمکار اور اُسکی کرشمے زیادہ سے زیادہ اُسپر کھلتے ہیں اور جیسے
اِس طرف سے ایک پاک اور کامل تعلق ہوتا جاتا ہے ایسا ہی اُس طرف سے بھی کامل اور عجیب برکتیں
ظاہر و باطن پر اُترتی ہیں اور جیسی جیسی محبت الٰہی کی موجیں عاشق صادق کے دل سے اُٹھتی ہیں
ایسا ہی اُس طرف سے بھی ایک نہایت صاف اور شفاف دریا محبت کا زور شور سے چھوٹتا ہے
اور دائرہ کیطرح اُسکو اپنے اندر گھیر لیتا ہے اور اپنے الٰہی زور سے کھینچ کر کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے
اور جیسا یہ امر صاف صاف ہے ویسا ہی ہمارے نیچر کے مطابق بھی ہے ہم تم بھی جیسے جیسے دوستی
اور محبت اور اخلاص میں بڑھتے ہیں تو اُسپر دو طرفہ صفائی محبت کی یہی نشانی ہوا کرتی ہے کہ دونو
طرف سے آثار خلوص و اتحاد و یگانگت کے ظاہر ہوں نہ صرف ایک طرف سے سو ہر ایک دوست اپنے دوست
کے ساتھ عوام الناس کی نسبت معاملہ خارق عادت رکھتا ہے جب انسان اپنی پہلی زندگی کی نسبت ایک
ایسی نئی زندگی حاصل کرتا ہے جسکو نسبتی طور پر خارق عادت کہہ سکتے ہیں تو اُسی مرتبہ پر وہی قدیم
اپنی تجلیات متنادرہ کے رو سے ایک نیا خدا اُسکے لئے ہو جاتا ہے اور وہ عادتیں اُسکے ساتھ ظہور میں
لاتا ہے جو پہلی زندگی کی حالت میں کبھی خیال میں بھی نہیں آئی تھیں یہ خوارق کی کل جس سے
عجائبات قدرتیہ حرکت میں آتی ہیں انسان کی تبدیل یافتہ روح ہے اور وہ سچی تبدیلی یہانتک آثار
نمایاں دکھاتی ہے کہ بعض اوقات ایک ایسے طور سے شور محبت ولپر استیلا کر جاتا ہے اور عشق الٰہی کے پُرزور
جذبات اور صدق اور یقین کی سخت کششیں ایسے مقام پر انسان کو پہنچا دیتی ہیں کہ اُس عجیب حالت
مین اگر وہ آگ مین ڈالا جائے تو آگ اُسپر کچھ اثر نہیں کر سکتی اگر وہ شیروں اور بھیڑیوں اور درندوں کے
آگے پھینکا جائے تو وہ اُسکو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ صدق اور عشق کے کامل اثر سے [illegible] تجلیات
سے بشریت کے خواص کو پھاڑ کر کچھ اور ہی ہو جاتا ہے اور جسطرح لوہے سے [illegible] ظاہر و باطن پر آگ مستولی ہو کر
اُسکو اپنے رنگ مین لے آتی ہے اسیطرح یہ بھی آتش محبت الٰہی کے ایک سخت استیلا سے کچھ کچھ آتش
طاقت عظمی کے خواص ظاہر کرنے لگتا ہے جو اُسپر محیط ہو گئی ہے سو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ عبودیت پر
ربوبیت کا کامل اثر پڑنے سے اُس سے ایسے خوارق ظاہر ہوں بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ایسے اثر کے بعد بھی عبودیت
کی معمولی حالت مین کچھ فرق پیدا نہو کیونکہ اگر لوہا آگ مین تپانے سے کیفیت خاصہ آگ کا ظاہر کرے

لگے تو یہ امر سراسر مطابق قانون قدرت ہے لیکن اگر سخت تپانے کے بعد بھی اُسی پہلی حالت پر رہے اور کوئی خاصیت جدید اُسمین پیدا نہو تو یہ عند العقل صریح باطل ہے سو فلاسفی تجارب بھی اُن خوارق کے ضروری ہونے پر شہادت دے رہے ہین یہ افسانہ نہین اسپر عارفانہ روح لیکر غور کرو۔ کیا بد نصیب وہ شخص ہے جو اسکو افسانہ سمجھے اور غور نہ کرے اسحالت خارقہ کو عارف کا دل جو مبدا سے خوب شناخت کرتا ہے دنیا اس حالت سے غافل ہے اور انکار کرتی ہے پر وہ جو اس مرتبہ تک پہنچا ہے وہ اس یقینی صداقت کے تصور سے سرور مین ہے یہ تجلیات الٰہیہ کا ایک دقیق بھید ہے اور اعلیٰ درجہ کا راز معرفت ہے اور انسانی روح کے تعلقات جو در پردہ اپنے رب کریم سے نہایت نازک اور لایدرک طور پر واقعہ ہین وہ اُسی نقطہ پر آکر کھلتے ہین اور اسی نقطہ پر ایک طرفۃ العین کے لئے بندہ کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اُسکی آنکھین خدا کی آنکھین اور اُسکی زبان خدا کی زبان کہلاتی ہے اور ربوبیّت کی چادر ذرہ عبودیت پر پڑکر اُسکو اپنے انوار مین متواری اور اپنی پر زور موجون کے نیچے گم کر دیتی ہے۔ فلاسفیون کی پر زور روحین اس انتہائی مرتبہ کے دریافت کرنے سے بے نصیب گئین اور خدائے عزوجل نے دل کے غریب اور سادہ لوگون کو یہ حالتین دکھا دین اور اُن پر وار د کر دین **وذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء** اب خلاصہ کلام یہ کہ خدا تعالے کی ذات مین بہت سی عجائب رحمتین اور بہت سی نادر وفاداریان ہین مگر کھلے کھلے طور پر نہین بلکہ ظاہر ہوتی ہین کہ جو لوگ اُسی کے ہو جاتے ہین اور اُسی کے ہو رہتے ہین اور اُس ایک کے پانے کے لئے بہتون کی جدائی اختیار کرتے ہین خاک مین گرتے ہین تا وہ پکڑلے نام و ننگ سب کھو دیتے ہین تا وہ راضی ہو جائے **ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ادخلنا فی عبادك المخلصین امین**۔

جنس نام و ننگ و عزت را ز دامان ریختیم | یار اگر ریزد دگر با با بہ خاک آمیختیم
دل بدا دیم از کف و جان در رہے انداختیم | از پئے وصل نگارے حیلہ ہا انگیختیم

اب ہم وہ **مباحثہ مذہبی** جو باہمیں ہمارے اور لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر کے بالمواجہ وقوع مین آیا ذیل مین درج کرتے ہین:۔

وھو ھذا

اعتراض از طرف لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر

میں اس وقت چھہ سوال پوچھتا ہوں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی معجزے دکھلاتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد صاحب (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دونوں آستینوں سے نکال دیا۔ سو یہ امر قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ ایک شئے ہزاروں میل لمبی چوڑی یا ہزاروں میل قطر والی چھہ انچ یا ایک فٹ کے سوراخ سے نکل جاوے اور چاند جو اپنی گردش میں ہمیشہ گہومتا ہے وہ اپنی گردش کو چھوڑ کر ادھر ادھر ہو جائے جس سے انتظام عالم میں ہی فرق آجائے اور پھر علاوہ اس کے سوائے دو چار شخصوں کے کوئی نہ دیکھے کیونکہ کسی ملک میں مثلاً ہندوستان۔ چین۔ برہما۔ وغیرہ کی تاریخوں میں اسکا کچھہ ذکر نہیں پایا جاتا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں بالکل بناوٹی ہیں۔ اگر اصلی ہیں تو ان کا کیا ثبوت ہے ۔

مرلی دھر

جواب از مؤلف رسالہ ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماسٹر صاحب نے جو معجزہ شق القمر پر اعتراض کیا ہے کہ شق قمر ہونا خلاف عقل ہے اور دوسرے یہ کہ آستین میں سے چاند کا دو ٹکڑے ہو کر نکل جانا صریح عقل کے برخلاف ہے اس کے جواب میں واضح ہو کہ یہ اعتراض کہ کیونکر چاند دو ٹکڑے ہو کر آستین میں سے نکل گیا تہا یہ سراسر بے بنیاد و باطل ہے کیونکہ ہم لوگوں کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین میں سے نکلا تہا اور نہ یہ ذکر قرآن شریف میں یا حدیث میں ہے اور اگر کسی جگہ قرآن یا حدیث میں ایسا ذکر آیا ہے تو وہ پیش کرنا چاہئے یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کوئی آریہ صاحبوں پر اعتراض کرے کہ آپکے یہاں لکہا ہے کہ مہادیو جی کی لٹوں سے گنگا نکلی ہے پس جب اعتراض کی ہمارے قرآن یا حدیث میں کچھہ بھی اصلیت نہیں اس سے اگر کچھہ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ ماسٹر صاحب کو اصول اور کتب معتبرہ اسلام سے کچھہ بہی واقفیت نہیں بہلا اگر یہ اعتراض ماسٹر صاحب کا کسی اصل صحیح پر

وقت میں ہوتا تو نہیں سکتے کہ ماسٹر صاحب بھی یہ جانتے ہیں یا نہیں کہ قرآن شریف میں کہیں بھی ایسا مضمون درج ہے یا نہیں اگر ہے تو قرآن سے ہو تو کوئی بھی حدیث صحیح ہے جس میں ایسا کچھ بیان کیا گیا ہو اور اگر بیان نہیں تو ماسٹر صاحب کو ایسا اعتراض کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کیونکہ منصب مجتہد ایسے شخص کے لئے زیبا ہے جو قرآن سے واقف ہو اور باقی رہا یہ سوال کہ شق قمر ماسٹر صاحب کے زعم میں خلاف انتظام ملکی ہے یہ ماسٹر صاحب کا خیال سراسر قلت تدبر سے ناشی ہے کیونکہ خدا تعالی جو کام صرف قدرت کے طور پر کرتا ہے وہ کام سراسر قدرت کاملہ کی ہی وجہ سے ہوتا ہے نہ قدرت ناقصہ کی وجہ سے جس ذات قادر مطلق کو یہ اختیار اور قدرت حاصل ہے کہ چاند کو دو ٹکڑے کر سکے اسکو یہ بھی تو قدرت حاصل ہے کہ ایسے پرحکمت طور سے یہ فعل ظہور میں لاوے کہ اسکے انتظام میں بھی کوئی خلل عائد نہو اسی وجہ سے تو وہ سرب شکتی مان اور قادر مطلق کہلاتا ہے اور اگر وہ قادر مطلق نہوتا تو اسکا دنیا میں کوئی کام نہ چل سکتا آریوں کے اکثر عقائد میں جا بجا پائی جاتی ہے جس سے ایک طرف تو ان کے اعتقادات سراسر خلاف عقل معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف خلاف قدرت و عظمت الٰہی بھی جیسے روحوں اور اجزا صغار عالم کا غیر مخلوق اور قدیم اور انادی ہونا اصول آریہ سماج کا ہے اور یہ اصول صریح خلاف عقل ہے اگر ایسا ہو تو پرمیشر کیطرح ہر ایک چیز واجب الوجود ٹھہر جاتی ہے اور خدائے تعالے کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں رہتی بلکہ کار و بار دین کا سب کا سب ابتر اور خلل پذیر ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ہم سب کے سب خدا تعالی کی طرح غیر مخلوق اور انادی ہی ہیں تو پھر خدائے تعالے کا ہمپر کونسا حق ہے اور کیوں وہ ہم سے عبادت اور پرستش اور شکر گذاری چاہتا ہے اور کیوں گناہ کرنے سے ہمکو سزا دینے کو تیار ہوتا ہے اور جس حالت میں ہماری روحانی بینائی اور روحانی تمام قوتیں خود بخود قدیم سے ہیں تو پھر ہمکو ان قوتوں کے پیدا ہونے کے لئے کیوں پرمیشر کی حاجت ٹھہری۔ غرض خلاف عقل بات اگر تلاش کرنی ہو تو اس سے بڑھکر اور کوئی بات نہیں جو خدا تعالی کو اول الینا خدا کہکر پھر اسکو خدائی کے کاموں سے الگ رکھا جائے لیکن جو کام خدا تعالی کا صرف قدرت سے متعلق ہے اسپر وہ شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ اول خدائے تعالی کی تمام قدرتوں پر اسنے احاطہ کر لیا ہو اور اسجگہ یہ بھی واضح ہے کہ مسئلہ شق القمر ایک تاریخی واقعہ ہے جو قرآن شریف میں درج ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اسکی آیت آیت بروقت نزول ہزاروں مسلمانوں اور منکروں کو

سنائی جاتی تھی اور اُنکی تبلیغ ہوتی تھی اور صدہا اُسکے حافظ تھے مسلمان لوگ نماز اور خارج نماز
اسکو پڑھتے تھے پس جسحالت مین صریح قرآن شریف مین وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا - اور جب
کافرون نے یہ نشان دیکھا تو کہا کہ جادو ہے جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے اقتربت الساعة وانشق
القمر وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر تو اس صورت مین اُسوقت کے منکرین پر
لازم تہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر جاتے اور کہتے کہ آپ نے کب اور کسوقت
چاند کو دو ٹکڑے کیا اور کب اُسکو ہمنے دیکھا لیکن جسحالت مین بعد مشہور اور شائع ہونے اس آیت کے
سب مخالفین چپ رہے اور کسی نے دم بھی نہ مارا تو صاف ظاہر ہے کہ اُنھون نے چاند کو دو ٹکڑے
ہوتے ضرور دیکھا تھا تب ہی تو اُن کو چون وچرا کرنیکی گنجائش نہ رہی غرض یہ بات بہت صاف
اور ایک راست طبع محقق کے لئے بہت فائدہ مند ہے کہ قرآن شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کوئی جہوٹا معجزہ بحوالہ اپنے مخالفون کی گواہی کے لکھہ نہین سکتے تھے اور اگر کچھہ جہوٹ لکھتے تو اُن کے
مخالف ہمعصر اور ہم شہر اس زمانہ کے اُسے کب پیش جانے دیتے تھے علاوہ اسکے سوچنا چاہئے کہ وہ مسلمان
لوگ جنکو یہ آیت سنائی گئی اور سنائی جاتی تھی وہ بھی تو ہزارون آدمی تھے اور ہر یک شخص اپنے دل سے یہ
محکم گواہی پاتا ہے کہ اگر کسی پیر یا مرشد یا پیغمبر سے کوئی امر محض دروغ اور افترا ظہور مین آوے تو سارا اعتقاد
ٹوٹ جاتا ہے اور ایسا شخص ہر ایک شخص کی نظر مین برا معلوم ہونے لگتا ہے اسصورت مین صاف ظاہر ہے
کہ اگر یہ معجزہ ظہور مین نہین آیا تھا اور افترا محض تھا تو چاہئے تھا کہ ہزارہا مسلمان جو آنحضرت پر ایمان لائے
تھے ایسے کذب صریح کو دیکھہ کر یکلخت سارے کے سارے مرتد ہو جاتے لیکن ظاہر ہے کہ ان باتون مین
سے کوئی بات بھی ظہور مین نہین آئی پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ شق القمر ضرور وقوع مین آیا تھا -
ہر ایک منصف اپنے دلمین سوچکر دیکھ لے کہ کیا تاریخی طور پر یہ ثبوت کافی نہین ہے کہ معجزہ شق القمر اُسی زمانہ
مین بحوالہ شہادت مخالفین قرآن شریف مین لکھا گیا اور شائع کیا گیا اور پھر سب مخالف اس مضمون کو سنکر
چپ رہے کسی نے تحریرا یا تقریرا اسکا رد نہ کیا اور ہزارون مسلمان اس زمانہ کی رویت کی گواہی دیتے رہے
اور یہ بات ہم مکرر لکھنا چاہتے ہین کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرنا خود ایک وجہ سے انکار خدا تعالی ہے
کیونکہ اگر خدا تعالی کی قدرت مطلقہ کو نہ مانا جائے اور جب اصول تناسخ آریہ صاحبان کا یہ اعتقاد رکہا جاوے
کہ جبتک زید نہ مرے بکر ہرگز پیدا نہین ہو سکتا اسصورت مین تمام خدائی اُسکی باطل ہو جاتی ہے بلکہ اعتقاد

صحیح اور حق یہی ہے کہ پرمیشر کو سرب شکتی مان اور قادر مطلق تسلیم کیا جاوے اور اپنے ناقص ذہن اور ناتمام تجربہ کو قدرت کے بے انتہا اسرار کا محک امتحان نہ بنایا جاوے ورنہ ہر ایک کے دعوے پر اسقدر اعتراض وارد ہونگے اور ایسی خجالتیں اُٹھانی پڑینگی کہ جنکا کچھ ٹھکانا نہین انسان کا قاعدہ ہے کہ جو بات اپنی عقل سے بلند تر دیکھتا ہے اُسکو خلاف عقل سمجھ لیتا ہے حالانکہ بلند تر از عقل ہونا شئے دیگر ہے اور خلاف عقل ہونا شئے دیگر بہلا مین ماسٹر صاحب سے پوچھتا ہون کہ خداتعالی اِس بات پر قادر رہتا یا نہین کہ جسقدر اب جرم قمری مشہود و محسوس ہے اِس سے آدھے سے بھی کام لے سکتا اور اگر قادر نہین تو اُسپر عقلی دلیل جو عند العقل تسلیم ہو سکے کونسی ہے اور کس کتاب مین لکھی ہے تو محالات مین معجزہ شق القمر مین بات ماخوذ ہے کہ ایک ٹکڑا ایک حالت معہودہ پر رہا اور ایک اُس سے الگ ہو گیا وہ بھی ایک یا آدہ منٹ تک یا اِس سے بھی کم تو اِسمین کونسا استبعاد عقلی ہے اور بفرض محال اگر استبعاد عقلی بھی ہو تو ہم کہتے ہین کہ عقل ناقص انسان کی ہر ایک کام ربانی تک کب پہونچ سکتی ہے بہلا آپ ہی بتلاوین کہ یہ مسئلہ جو آپکے اصول کے رو سے ستیارتھ پرکاش مین پنڈت دیانند صاحب نے لکھا ہے کہ روح انسانی اُوس کی طرح کسی گھاس پات وغیرہ پر گرتی ہے پھر اُسکو کوئی عورت کہا لیتی ہے اُس سے بچہ پیدا ہوتا ہے یہ کسقدر عقل کے برخلاف اور تمام اطبا اور فلاسفہ کی تحقیق کے مخالف ہے * کیونکہ ظاہر ہے کہ بچہ صرف عورت ہی کی منی سے پیدا نہین ہوتا بلکہ عورت اور مرد دونون کی منی سے پیدا ہوتا ہے اور اُسکے اخلاق روحانی بھی صرف ماں سے مشابہت نہین رکھتے بلکہ ماں اور باپ دونون سے مشابہت رکھتے ہین تو پھر یہ اعتقاد کسقدر نامعقول اور خلاف عقل ہے کہ گویا ایک عورت کی غذا مین ہی وہ روح مخلوط ہو کر کھائی جاتی ہے اور مرد اُس سے محروم رہجاتا ہے پھر سوچنا چاہیے کہ کیا روح کوئی جسم کی قسم ہے کہ جسم سے مخلوط ہو جاتی ہے دیکھو کسقدر یہ اصول بعید از عقل ہے ماسوا اِسکے زمین کے نیچے سے ہزارون جانور زندہ نکلتے ہین اور بہت سی چیزون مین سیکڑون برسون کے بعد کیڑے پڑجاتے ہین اِن چیزون مین کہان سے اور کس راہ سے روح آجاتی ہے غرض اگر آپ یہ دعوے نہ کرتے کہ جو امر بظاہر برتر از عقل معلوم ہو وہ خداتعالے کی قدرت سے بعید ہے تو ہمین کچھ ضرورت نہ تھا کہ آپ پر اعتراض کرتے لیکن اب تو ماسٹر صاحب آپ پر فرض ہو گیا کہ اول اپنے گھر کی باتون کو

* حاشیہ لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر نے چودہوین مارچ ۱۸۸۶ء کے جلسہ بحث مین جسمین راقم رسالہ ہذا کا حق تھا کہ پہلے اپنا اعتراض پیش کرے وقت کو ناحق ضائع کرنیکے لئے گیارہ مارچ ۱۸۸۶ء کو بحث کی

تو جو صریح خلافِ عقل معلوم ہوتی ہیں) عقل کے رو سے ثابت کر لین پھر کبھی دوسرے پر اعتراض
کرنا جس حالت مین آپکے نزدیک روح بھی ایک باریک جسم ہے جو اوس یعنی شبنم کیطرح ہو کر آسمان سے گرتی
ہے تو آپ پر بھی سوال وارد ہوگا کہ انڈے مین جب بچہ مر جاتا ہے تو وہ کس راہ سے نکلجاتی ہے اور پھر
جب اُس لاش یا میّت مین اندر ہی اندر کیڑے پڑجاتے ہین تو وہ کس راہ سے آتے ہین پانی کے کیڑے اور ہوا
کے کیڑے اور پھلون کے کیڑے کس اوس سے پیدا ہوتے ہین ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات کہنا
کہ یہ امر خلافِ عقل ہے اُس شخص کے لئے حق پہنچتا ہے کہ جسنے اوّل اپنے گھر کی صفائی کر لی ہو۔ لیکن
درحقیقت عقائد اسلام مین تو ایک بات بھی خلافِ عقل پائی نہین جاتی ہان بعض امور دقیقہ برتر از
عقول ناقصہ ہین جو کمالِ معرفت کی حالت مین منکشف ہو جاتے ہین مگر آپ کے مذہب مین تو ہزارون
باتین خلافِ عقل اور خلافِ شانِ الوہیّت پائی جاتی ہین تو پھر آپ دوسرون پر کیونکر اعتراض

بقیہ حاشیہ متعلق ایک فضول جھگڑا شروع کر دیا اور چند سطرین مندرجہ ذیل لکھکر اور اُن پر
اپنے دستخط کر کر جلسۂ عام مین ایک بڑے جوش سے کھڑے ہو کر سنائین اور وہ یہ ہین :-

آج پہلے اسکے کہ مین کوئی نیا سوال پیش کرون مرزا صاحب کی پہلے روز کی تقریر مین سے وہ حصّہ
جو اُنہون نے فرمایا ہے کہ ستیارتھ پرکاش مین لکھا ہے کہ روحین اوس وغیرہ پر پھیلتی ہین اور عورتین
کھاتی ہین تو آدمی پیدا ہوتے ہین پیش کرتا ہون یہ ستیارتھ پرکاش مین کسی جگہ نہین اگر ہے تو
ستیارتھ پرکاش مین دیتا ہون اُسمین سے نکالکر دکھلا دین تاکہ سچ اور جھوٹ کی تمیز لوگ کر لین۔

۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء مرلیدہر ڈرائینگ ماسٹر۔

اِسکے جواب مین اول تو مینے یہ کہا کہ پہلے روز کی تقریر اُسی روز کے ساتھ ختم ہوئی آپ پر لازم تھا کہ اُسی
روز جھگڑا شروع کرتے اب یہ کیونکر اس جلسۂ بحث مین تحریک کے لائق نہین بلکہ از قبیل مشتے کہ بعد از
جنگ یاد آید۔ ہے اگر آپکو چار روز کی بابت اب جاکر سوجھی ہے تو آپ بروقت شائع کرنے اپنے مضمون
کے بطور خود لکھدین کہ یہ حوالہ غلط ہے پھر دیکھا جائیگا۔ اور مین اب بھی کتاب نکالکر دکھلا دیتا لیکن مجھے
وہ پتہ یاد نہین اور نہ مین ناگری پڑھ سکتا ہون پس یہ عذرات سنکر ماسٹر صاحب نے سراسر مکابرہ کی راہ سے
اِسی پر ضد کرنا شروع کیا کہ جبتک اِسکا تصفیہ نہولے دوسری گفتگو نہین کر سکتے اِسپر مولوی الٰہی بخش
صاحب وکیل نے بھی اُنہین بہت سمجھایا کہ اِس موقع پر گزشتہ قصّون کو لے بیٹھنا بیجا ہے آجکے دن آج

کر سکتے ہین پس اسی قدر کافی ہے ✤

ماسٹر صاحب کا جواب الجواب معہ اُس کی ردّ کے

قولہ مرزا صاحب میرے سے حدیث یا آیت مانگتے ہین اور ساتھ ہی قرآن کی آیت تحریر فرما کر اقرار کرتے ہین کہ قمر کے دو ٹکڑے حضرت نے کئے ✤

اقول۔ صاحب من میننے چاند کے دو ٹکڑے ہونے پر تو آپ سے کسی آیت یا حدیث کی سند نہین مانگی بلکہ ایک ادنی استعداد کا اردو خوان بھی میرے جواب کو پڑھ کر سمجھہ سکتا ہے کہ میننے تو آپ سے یہ ثبوت مانگا تہا کہ قرآن شریف یا حدیث مین کہان لکھا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی آستینون مین سے اُس کو نکال دیا سو آپ نے اس کا

بقیہ حاشیہ ہی کی بحث ہونی چاہئے بہلا اتنی بڑی کتاب جسکا پتہ و مقام خاص یاد نہین اگر کسی سے پڑہی بہی جائے تو کیا دو چار روز سے کم مین ختم ہو سکتی ہے اُسکے جواب مین لالہ صاحب نے تند ہو کر اُن کو فرمایا کہ کیا آپ عدالتون مین ایسی ہی وکالتین کیا کرتے ہین یہ رعایت کی بات ہے غرض جب دیکھا گیا کہ خدا نے ماسٹر صاحب کی کچھہ ایسی ہی سمجھہ رکھی ہے۔ کہ وہ بہرحال اپنے اُلٹے کو سیدھا اور دوسرے کے سیدھے کو اُلٹا خیال کرتے ہین تو قصہ کو تاہ کرنے کی غرض سے انکو کہا گیا کہ جب ہم یہ بحث شائع کرینگے تو اس مقام پر ستیارتھہ پرکاش کا حوالہ بہی ضرور لکھہ دینگے چنانچہ ماسٹر صاحب نے جبتک یہ اقرار تحریری لکھا لیا تب تک صبر نہ آیا سو آج وہ روز ہے جو ہم اس وعدہ کو پورا کرین اور دیکھین کہ ماسٹر صاحب کسقدر انسانی غیرت کو کام مین لا کر شرمندہ و منفعل ہوتے ہین۔

لیکن اول اس بات کا کہولدینا از بس ضروری ہے کہ جسحالت مین ستیارتھہ پرکاش مین وہ مضمون جسکا حوالہ دیا گیا تہا صاف درج تھا تو پہر کیون ماسٹر صاحب نے اسکے اندراج سے صاف انکار کیا اور اُسکے مطالبہ مین اسقدر بیجا ضد کی کہ بہت سے وقت کو کہو یا جس سے ہمارا حق بالمقابل اعتراض کرنیکا بہت سا ضائع ہوا اسکا سبب تین مین سے ایک ہے یا تو یہ کہ ابہی ماسٹر صاحب کو اپنے مذہب کی کتابون کی کچھہ خبر ہی نہین صرف دیکھا دیکھی بحث کرنیکا شوق ہو گیا ہے۔ یا دوسرا سبب یہ بہی ہو سکتا ہے کہ خبر تو تھی لیکن خیانت کی راہ سے دوسرون کو بہکانے اور دہوکا دینے کے لئے ایک امر حق کو چہپایا چاہا ہے۔ یا یون ہی کہہ

کچھہ ثبوت ندیا ۞

قولہ - میرا سوال تھا کہ جو بات خلاف قانون قدرت ہے (یعنے شق القمر) وہ کس طرح ہو سکتی ۞

اقول - بیشک اسقدر حصہ آپکے سوال کا تو بہت صحیح اور درست ہے کہ خلاف قانون قدرت ازلی و ابدی کوئی بات ظہور مین نہین آتی لیکن ساتھ اسکے یہ دعوی آپکا کہ اُس قانون ازلی و ابدی پر انسانی عقل نے احاطہ تام کرلیا ہے اور پھر اُس خیال باطل کے رو سے شق القمر پر اعتراض کرنا یہ بالکل غلط اور سراسر سمجھہ کا پھیر ہے عقلمندی یہ ہے کہ قانون قدرت جو ہنوز انسانی دفترون مین غیر مکمل ہے اُسکو ہمیشہ عجائبات جدید الظہور کا تابع رکھنا چاہئے نہ یہ کہ جو عجائبات خواص عالم نئے نئے کھلتے جائین انکو باوجود ثبوت کے اسوجہ سے رد کردین کہ جو کچھہ آجتک ہمین معلوم ہے یہ اُس سے زائد امر ہے اس سے

بقیہ حاشیہ سکتے ہین کہ اس قسم کے جہوٹے اور لغو مسائل کا حتی الوسع لوگون کے روبرو ظاہر کرنا پنڈت دیانند کی طرف سے بطور وصیت فہائش ہے جسپر اُنکے پیرو عمل کر رہے ہین اور یہ آخری سبب قرین قیاس ہے اور یہی وجہ تہی کہ ماسٹر صاحب نے اپنا تمام جوش اسی مین خرچ کیا کہ ایسا نالائق مضمون اور ایسا باطل خیال ستیارتھہ پرکاش مین ہرگز نہین ہے اور نہ پنڈت دیانند صاحب کی شان کے لائق ہے کہ ایسی احمقانہ باتین انکی قلم سے نکلین مگر شکر ہے کہ آخر چور پکڑا گیا اور اسجگہ ماسٹر صاحب کو بہی معلوم ہے کہ پنڈت صاحب کی یہ ایک نئی غلطی نہین بلکہ انکی اکثر تحریرین ایسی ہی ہین کہ جنکو غلطستان کہنا چاہئے انکی فطرت ہی کچھہ ایسی واقعہ تہی کہ باریک باتون تک انکی عقل نہین پہنچ سکتی تہی اور خالص اور مغشوش دلائل مین فرق نہین کر سکتے تھے ہان بعض اوقات پیچھے سے وقت گذرنے کے بعد سمجھہ بہی جاتے تہے کہ ہم سے غلطی ہوئی مگر وہ سمجھنا کچھہ اپنی لیاقت سے نہین بلکہ لوگون کے اعتراضات بارش کیطرح چارون طرف سے برس کر متنبہ کرتے تہے اور اسی نقصان فہم کیوجہ سے پنڈت دیانند کا اپنی تمام زندگی مین یہ طریق رہا ہے کہ اول ایک بات کا دعوی کرتا کہ یہ مسئلہ وید کا ہے اور ہمارے ویدون مین یون ہی لکھا ہے اور پھر اُسکو کسی رسالہ وغیرہ مین چہپوا دینا اور پھر جسوقت دانشمند لوگ اُسپر اعتراض کرکے اُسکا باطل ہونا کھولدین اور لاجواب کردین تو پھر اُس مسئلہ سے گریز کرجاتا اور یہ عذر پیش کر دیتا کہ جو کچھہ لکھا گیا ہے وہ ہمارا قصور نہین ہے بلکہ سہو کاتب ہے چنانچہ پہلے اُنہون نے اپنے ستیارتھہ پرکاش مین جو وید بہاش کے مشتہر کرنے سے پہلے

زیادہ تر کسی فضول گوئی پر انکو بیسے سمجھونگی کہ اسپنجد چیز روز روزانہ ہوا وہ شستہ تجربہ کو خدا تعالے
کا تکمیل قانون قدرت خیال کرتےہین اور جو چیز کبھی وارد گھٹتے جاتےہین اُنکو اس بنا پر خلاف قانون قدرت
سمجھتے ہین کہ وہ ہمارے معلومات سابقہ سے زیادہ ہین مجھے یقین ہے کہ آپنے اس رسالہ کے مقدمہ
مذکورہ بالا کو پڑہکر سمجھ لیا ہوگا کہ قانون قدرت کیا چیز ہے اور کس حالت میں کسی امر کو کہہ سکتے ہین
کہ یہ خلاف قانون قدرت ہے اور اگر آپ نے اب تک اس مقدمہ کو غور کرکے نہین دیکھا تو مین
آپکو توجہ دلاتا ہون کہ آپ ضرور اُس مفید مقام کو پڑہین کیونکہ اُن علمی نکات کے جانے بغیر آپ
قانون قدرت کی حقیقت نہین سمجھ سکتے ؛

قولہ شق القمر سے انتظام عالم مین فتور واقعہ ہوجاتا ہے ۔

اقول اگر کسیکی خود اپنی ہی عقل مین فتور نہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی چیز کے ایک نئے خاصہ کا ظہور مین آنا

بقیہ حاشیہ لکھی گئی ہے صفحہ ۴۲ مین لکھا تھا کہ اتہرون مین سے جو کوئی جتنا ہو اُسکا ترپن نہ کرے اور
جتنے مرگئے ہون اُنکا تو ضرور کرے اور اسپر چند فوائد اور دلائل بھی بیان کئے تھے لیکن پھر مدت کے بعد
انہون نے اشتہار دیا کہ یہ سہو کاتب ہے گویا کاتب نے اپنی طرف سے ایک صفحہ مع دلائل و فوائد لکھ مارا
اور پنڈت صاحب سوئے رہے ۔ اُنہین کچھ خبر نہین ؛

پھر شاید عرصہ بارہ سال کا یا کچھ کم و بیش ہوا ہوگا کہ پنڈت صاحب نے ایک اشتہار اپنا
دستخطی کا چہپوا کر مشتہر کیا تہا کہ اکیس شاستر اشیر کرت یعنے خدا کا کلام ہے پھر رفتہ رفتہ جیسے
شاسترون کی خوبیان پنڈت صاحب پر کہلتی گئین اُن کو انسان کا کلام سمجھتے گئے یہان تک کہ تہوڑے
ہی عرصہ مین چار وید ایشر کرت رہ گئے اور باقی سب انسانی کتابین ٹھہرائی گئین پھر اس کے بعد
ویدون کا حصہ جسکو براہمن کہتے ہین اُن کی نظر مین صحیح ثابت نہین ہوا تو آخر اُسکو بھی ایشر کرت
سے باہر کر دیا اور صرف اُسکے دوسرے حصہ سنگتا (منتر بہاگ) کو الہامی سمجھا گیا کاش پنڈت
صاحب ایک دو سال اور بھی جیتے تو ان تو خیال آریون کو چارون ویدون سے بھی آزاد کر جاتے
اتہرون وید کا قصہ تو جلد پاک ہو جاتا کیونکہ اُسکی نسبت تو پہلے ہی بعض ہندوون کا خیال ہے
کہ وہ براہمن پشتک ہے اور تین ویدون مین اُسکا کہین بھی ذکر نہین ۔ خیر یہ جھگڑہ ہمارے
اس وقت کی بحث سے متعلق نہین صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ پنڈت دیانند قایم الراے آدمی نہین

اُسکے پہلے خاصہ کے ابطال کے لئے ایک لازمی امر نہیں ہے یہی وہ قاعدہ ہے جسکی رو سے جو دانشمند ہونگے
جو خدا تعالی کی عظیم الشان قدرتوں سے ہمیشہ ہیبت زدہ رہتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ حکیم مطلق
جسکی حکمتوں کا انتہا نہیں اُسکی طرف سے قمر و شمس میں ایسی خاصیت مخفی ہونا ممکن ہے کہ باوجود انشقاق
کے اُنکے فعل میں فرق نہ آوے اسکی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا اقتربت الساعة
وانشق القمر نزدیک آگئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ روز ازل سے حکیم
مطلق نے ایک خاصہ مخفی چاند میں رکھا تھا کہ ایک ساعت مقررہ پر اُسکا انشقاق ہوگا اور یہ ظاہر ہے
کہ نجوم اور شمس اور قمر کے خواص کا ظہور ساعات مقررہ سے وابستہ ہے اور ساعات کو حدوث عجائبات
سماوی و ارضی میں بہت کچھ دخل ہے اور حقیقت میں قوانین قدرتیہ کا شیرازہ انہیں ساعات باندھا
گیا ہے سو کیا عمدہ اور پر حکمت اور فلسفیانہ اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالی نے آیت مندرجہ بالا میں فرمایا کہ چاند

بقیہ حاشیہ تھا اور فطرت سے انکو ایک موٹی عقل ملی تھی جسکی وجہ سے وہ دوسروں کی باتوں کو
تو کیا سمجھتے اپنی راے کے آخری نتائج سے بھی اکثر بیخبر رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ اُنکے خیالات ایک ہی
مرکز پر قایم نہیں رہ سکتے تھے اوائل میں اُنکی یہ راے تھی کہ تناسخ باطل ہے چنانچہ یہہ راے اُنکی
ایک مرتبہ وکیل ہند امرتسر میں بھی چھپی تھی پھر اُسی اخبار میں لکھا تھا کہ اب پنڈت صاحب فرماتے
ہیں کہ اب مینے عقیدہ تناسخ کو اختیار کر لیا ہے گو پہلے نہیں تھا پھر جو بڈا پور کے مباحثہ پر جو اُنکی طرف
سے ایک رسالہ نکلا تھا اُسمیں اُنھوں نے مکتی جاودانی کا صاف اقرار کیا تھا چنانچہ اب تک وہ رسالہ موجود ہے
اور جب سوال کیا گیا کہ اگر مکتی جاودانی ہے تو پھر روح کسی نہ کسی دن کبھی آخر ختم ہو جائینگے کیونکہ پرمیشر
میں تو یہ قدرت ہی نہیں کہ کوئی روح پیدا کر سکے اسکے جواب میں اُنہوں نے اپنے چیلوں کو یہہ
چٹھی پڑہائی کہ روح بے انت ہیں کبھی ختم نہیں ہونگے پھر جب ہمنے اخبار وکیل ہند میں مشتہر کیا کہ کیا
پرمیشر بھی جانتا ہے یا نہیں کہ اسقدر روح ہیں تو یہ جواب ملا کہ روحوں کی تعداد کی پرمیشر کو بھی خبر
نہیں اُسکی بیخبری سے ہی یہ سارا انتظام دنیا کا چلا جاتا ہے پھر جب لوگوں نے اس اعتقاد پر بہت
ہنسی ٹھٹھا شروع کیا تب پنڈت صاحب تنگ اور لاچار آکر دوسری طرف اُلٹے اور فرمایا کہ ہاں روح تو
بے انت نہیں ہیں مگر یہ بات سچ ہے کہ کسیکو اوتار ہو یا رشی کسیکو بھی ہمیشہ کی نجات نہیں ملیگی اور کیسا ہی
کوئی اعلے درجہ کا نیک اور عاشق الٰہی ہو جائے مگر تب بھی جونوں کی دائمی بلا سے اُسکو مخلصی نہیں

کی پھٹنے کی جو ساعت مقرر اور مقدر تھی وہ نزدیک آ گئی اور چاند پھٹ گیا جب اکہ اللہ تعالی اس آیت کے آگے
بھی فرماتا ہے وکذبوا واتبعوا اھوائھم وکل امر مستقر یعنے کفار نے تو چاند پھٹنے کو سحر پر حمل کیا
اور تکذیب کی گو یہ سحر نہیں ہے بلکہ خدا تعالی کے ان امور یعنی قوانین قدرتیہ میں سے ہی جو اپنے اپنے وقتون میں قرار
پکڑ لیتے ہیں اور عقلمند انسان اس نشان قدرت سے کیون تعجب کرے کیا اللہ تعالی کے کارخانہ قدرت میں یہی ایک
بات بالاتر از عقل ہے جو حکیمون اور فلیفون کی سمجھ میں نہیں آتی اور باقی تمام اسرار قدرت انہون نے سمجھ لیے ہین
اور کیا یہ ایک ہی عقدہ لاینحل ہے اور باقی سب عقدون کے حل کرنیسے فراغت ہو چکی ہے اور کیا اللہ تعالی کے
عجائب کامون مین سے یہی ایک عجیب کام ہے اور کوئی نہین بلکہ اگر غور کرکر دیکھو تو اس قسم کے ہزارہا عجائب کام اللہ تعالی کی دنیا
مین پائے جاتے ہین زمین پر سخت سخت زلازل آئی رہتی ہین اور بسا اوقات کئی میل زمین تہ و بالا ہو گئی ہے مگر پھر بھی نظام عالم
مین فتور واقع نہین ہوا حالانکہ جیسے چاند کو اس انتظام مین دخل ہے ویسا ہی زمین کو غرض یہ ملحدانہ شکوک انہین لوگون کے

بقیہ حاشیہ ہوگی پرمیشر تو رحیم ہی تھا مگر وہ بیچارہ کیا کر سکے ہمیشہ کی نجات دینا اسکی قدرت
سے باہر ہے کیونکہ وہ کسی روح کو پیدا نہین کر سکتا اسکی ساری بدنامیون کی جڑھ یہی ہے غرض پنڈت
صاحب کی کارروائیون مین اس قسم کی خیانتین بہت تھین کہ ایک بات کو اپنے منہ سے نکالنا یا چھپوا دینا
اور جب اسکا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور منکر ہو جانا اور پھر طبع شدہ کتاب کی ترمیم کرکے دوسری کتاب
چھپوانا۔ اب ہم اصل مقصود کیطرف رجوع کرکے ستیارتھ پرکاش کا وہ مقام لکھتے ہین جسکے لکھنے کا ماسٹر لیکہرام
صاحب کو وعدہ دیا گیا تہا اور وہ یہ ہے:۔

ستیارتھ پرکاش شائع شدہ آٹھوان سمولاس صفحہ ۲۶۳

سوال جنم اور موت وغیرہ کس طرح سے ہوتے ہین۔

جواب۔ لنگ شریر یعنے جسم رقیق (روح) اور ستھول شریر جسم کثیف باہم ملکر جب ظاہر ہوتے ہین
تب اسکا نام جنم یعنے پیدائش ہوتا ہے اور دونون کی علیحدگی سے غائب ہو جانیکو موت کہتے ہین۔
سو اسطرح سے ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتائج سے گردش کرتی اور اپنی افعال کی تاثیر سے گھومتے
ہوئے پانی یا کسی اناج یا ہوا مین ملتی ہے پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹے وغیرہ کے ساتھ ملجاتی ہے تو جیسے جسکے
افعال کا اثر یعنے قضا جسکو سکھ یا دکھ ہونا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم مین
ملکے شکم مادر مین داخل ہو جاتی ہے پھر جب حیوان یا انسان مین وہ غذا کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اسکے جسم

دلون مین اُٹھتے ہین کہ جو خدا تعالیٰ کو اپنے جیسا ایک ضعیف اور کمزور اور محدود الطاقت خیال کرلیتے ہیں۔
اگر خدا تعالیٰ پر اس قسم کے اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں تو پھر کیطرح سے عقل تسلی نہین پکڑ سکتی کہ بڑے بڑے
اجرام علوی و سفلی کیونکر اور کن ہتھیارون سے اُسنے بنا ڈالے ۔

قولہ ممالک غیر اور اقوام غیر کی تاریخ مین ایسی بڑی بات کا ذکر (یعنی شق القمر کا ذکر) ضرور چاہئے ۔

اقول مین کہتا ہون کہ آپ اپنے اسی قول سے ملزم ٹھہر سکتے ہین کیونکہ جس حالت مین چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا
دعوے زور شور سے ہو چکا تھا یہان تک کہ خاص قرآن شریف مین مخالفون کو الزام دیا گیا کہ انہون نے
چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھا اور اعراض کر کے کہا کہ یہ پکا جادو ہے اور پھر یہ دعوی نہ صرف عرب مین بلکہ
اُسی زمانہ مین تمام ممالک روم و شام و مصر و فارس وغیرہ دور دراز ممالک مین پھیل گیا تھا تو اس صورت
مین یہ بات کچھ تعجب کا محل نہ تھا کہ مختلف قومین جو مخالف اسلام تھین دم بخود اور خاموش رہتین اور بوجہ عناد

بقیہ حاشیہ حصہ کی کشش سے اُسکا جسم بنتا ہے اُسی طریقہ سے جو پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے ۔ روح
نکلنے کے بعد آفتاب کی کرنون کے ساتھ اوپر کو کھنچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ (اوس کیطرح)
زمین پر کسی بوٹے وغیرہ پر گرتی ہے پھر بموجب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے ۔
یہ پنڈت صاحب کی عبارت ہے جو ہمنے ستیارتھ پرکاش ہی نکال کر اسجگہ لکھی ہے اب ہم ماسٹر صاحب
سے پوچھتے ہین کہ کیون صاحب ابھی سچ اور جھوٹ کی نرتی ہوئی یا نہین اسوقت ذرا آپ فرمائین تو
سہی کہ آپ کے دل کا کیا حال ہے کیا وہ آپکا قول سچ نکلا کہ مضمون مذکورہ بالا ستیارتھ پرکاش مین
کسی جگہ نہین ۔ افسوس اُسر و ناحق آپنے نہاری اوقات کو ضائع کیا اور اپنی علمی حیثیت کا پردہ پھاڑا اور
آج آپ ہی جھوٹے نکلے ۔ ہر کہ با صادق آویخت آبروے خود بریخت ۔
اب آپ سوچ لین کہ آپ کے پنڈت صاحب ویدوان نے کیسا ایک ناقص خیال خلاف عقل و
خلاف تجارب طبعی و طبابت ظاہر کیا ہے تمام عقلا جانتے ہین کہ روح کا تعلق صرف بچہ کی والدہ سے
نہین ہوتا بلکہ والد اور والدہ دونون سے ہوتا ہے اور روحانی اخلاق کا اضافہ بچہ کے وجود پر والدین
کیطرف سے ہوتا ہے نہ ان مین سے ایک کی طرف سے ۔ ہان اگر پنڈت صاحب یہ کہتے کہ روح دو ٹکڑے
ہو کر کسی بوٹے وغیرہ پر گرتی ہے جسکو مرد اور عورت دونون کھا لیتے ہین اور دونون منیون مین روح کا عرق مخلوط
ہو جاتا ہے تب بھی کچھ بات تھی مگر اسجگہ یہ شبہ پیدا ہو گا کہ کیا روح آدھی آدھی ہو کر گرتی ہے اور اگر ایسا ہی ہے

و بغض و حسد شق القمر کی گواہی سے بہ نسبت زبان بند رکھتے ہیں کیونکر منکر اور مخالف کا دل اپنے کفر اور مخالفت کی حالت میں کب چاہتا ہے کہ وہ مخالف مذہب کی تائید میں کتابیں لکھے یا اُسکے معجزات کی گواہی دیوے ابھی تازہ واقعہ ہے کہ لالہ شرمپت و ملاوامل آریہ ساکنان قادیان و چند دیگر اُنکے آریہ بھائیوں نے قریب ۰۰ کے الہامی پیشگوئیاں اس عاجز کی بچشم خود پوری ہوتی دیکھیں جنمیں پنڈت دیانند کی وفات کی خبر بھی تھی چنانچہ انکی چند تحریری اقرار دستخطی ہمارے پاس موجود پڑی ہیں لیکن آخر قوم کے طعن و ملامت سے اور نیز انکی اس دھمکی سے کہ ان باتوں کی شہادت سے اسلام کو تائید پہنچیگی اور وہ امر ثابت ہوگا کہ جسمیں ہمارے وید کی بھی خبر نہیں ڈر کر مونہہ بند کر لیا اور راستی سے پیار کرکے راستی کی شہادت سے کنارہ کش ہوگئے سو مخالف ہونیکی حالت میں اگر کوئی ادای شہادت سے خاموش رہے تو کچھہ تعجب کی بات نہیں بلکہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اگر مخالف کیطرف سے ایک دعویٰ کا جھوٹا ہونا کھلجاوے تو پھر جھوٹ کی اشاعت کے لیے قلم نہ اٹھاویں اور دروغگو کو اُسکے گھر تک نہ پہنچاویں سو میں پوچھتا ہوں کہ اگر آنحضرت

بقیہ حاشیہ تو پہر دو ٹکڑے ہونیکے بعد اُسکا پیوند کیونکر ہوجاتا ہے غرض پنڈت صاحب نے اپنے اس باطل اعتقاد سے عجب عجب پیچ میں اپنے پس ماندگان کو پہنسا گئے ہیں اور وید کے فلسفہ کا عجب ایک نمونہ دکہا گئے ۔

اور ہم اسجگہ یہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ پنڈت دیانند صاحب کا یہ اعتقاد کہ روح جسم ہے یہ بھی سراسر غلط اور فاسد ہے روح ہرگز جسم نہیں ہے جسم قسمت کو قبول کرتا ہے اور روح قابل انقسام نہیں اور اگر یہ کہو کہ وہ جز لایتجزی ہے یعنے پرمانو (پرکرتی) ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کئی روحوں کو باہم جوڑ کر ایک بڑا جسم تیار ہوجاوے جسکو دیکھ سکیں اور ٹٹول سکیں کیونکہ جز لایتجزی جسکو آریہ لوگ پرکرتی یا پرمانو کہتے ہیں یہی خاصیت رکھتی ہے جیسے پنڈت صاحب آپ ہی قائل ہیں کہ اجسام کثیف پرمانوں کے باہم ملنے سے تیار ہوئے ہیں مگر کیا پنڈت صاحب کا کوئی شاگرد ایسا جسم ہمکو دکہا سکتا ہے جو دو چار ہزار یا دو چار لاکھ یا کسی اور اندازہ پر روحوں کے باہم ملنے سے تیار ہوگیا ہو اور دیکھنے اور ٹٹولنے میں آسکتا ہو سو یہ دیانند صاحب کا پوچ خیال ہے کہ روح بھی پرمانو ہے ۔

ماسوا اسکے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جز لایتجزی دلائل عقلیہ اور ہندسیہ سے باطل ہے اور اسکے ابطال پر ایک آسان دلیل یہ ہے کہ اگر جز لایتجزی یعنی پرمانو (پرکرتی) کو دو چیزوں کے درمیان رکہا جاوے تو ضرور ہے کہ وہ دونوں چیزیں اطراف مخالف سے اُسکو مس کرینگے اور یہ امر تقسیم کو ثابت کرنیوالا ہے +

صلے اللہ علیہ وسلم جنہون نے تمام اور عالم پر بہ دعوی سے مشہور کر دیا تھا کہ پھر یہ تو نبی معجزہ شق القمر وقوع مین
آگیا ہے اور کفار نے اسکو بچشم خود دیکھہ بہی لیا ہے مگر اسکو جادو قرار دیا پہر اگر یہ دعوی مین سچے نہین تہے تو پہر کیون مخالفین
آنحضرت جو اُسی زمانہ مین تہے جنکو یہ خبرین گویا نقارہ کی آواز سے پہنچ چکی تہین چپ رہے اور کیون آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے مواخذہ نہ کیا کہ آپ نے کب چاند کو دو ٹکڑے کرکے دکہایا اور کب ہمنے اسکو جادو کہا اور اسکے
قبول سے منہ پہیرا اور کیون اپنے مرتے دم تک خاموشی اختیار کی اور منہ بند رکہا یا نتک کہ اس عالم سے گذر گئے کہ
انکی یہ خاموشی جو انکی مخالفانہ حالت اور جوش مقابلہ کے بالکل برخلاف تھی اس بات کا یقین نہین دلاتی کہ کوئی ایسی بات ضرور
تہی جسکی وجہ سے کچہہ بول نہین سکتے تہے مگر بجز ظہور سچائی کے اور کونسی بات تہی یہ معجزہ مکہ مین ظہور مین آیا تہا اور مسلمان
ابہی بہت کمزور اور غریب اور عاجز تہے پہر تعجب یہ کہ انکے بیٹون اور پوتون نے بہی انکار مین کچہہ زبان کشائی نہ کی حالانکہ
اُنپر واجب و لازم تہا کہ اتنا بڑا دعوی اگر افترا محض تہا اور صدہا کوسون مین مشہور ہو گیا تہا اُسکی رد مین کتابین لکہتے

بقیہ حاشیہ ۔ دوسرے یہ کہ نقطہ بہی جزء لا یتجزی ہے اور بموجب اصول موضوعہ علم ہندسہ کے ہمکو اختیار
ہے کہ ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک خط مستقیم کہینچ لین مثلاً ہم مختار ہین کہ نقاط ا اور ب مین
ا ——— ب ایک ایسا خط مستقیم کہینچ لین جسکا کل مجموعہ گیارہ نقطہ ہون پہر بعد اسکے ہم یہ بہی
اختیار رکہتے ہین کہ بموجب شکل دہم مقالہ اولی تحریر اقلیدس اس خط محدود کی تنصیف کرین سو ظاہر ہے
کہ اس خط کے دو ٹکڑے برابر کرنے سے درمیانی نقطہ (جو پانچوان ہے) منقسم ہو جائیگا - اور یہی
مطلب تھا - ماسوا اسکے جو شخص علم نفس مین سے کچہہ پڑہا ہوگا اور دلائل عدم تجسم روح اُسنے دیکہے
ہونگے اُسپر صاف کہل جائیگا کہ پنڈت دیانند نے اپنے اس اعتقاد مین ایسی ڈبل غلطی کہائی ہے
جس سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ بالکل علم روح سے بیگانہ اور ناآشنا ہے کیا روح مین جسمانی لوازم و
خواص بہی پائے جاتے ہین ؟ کیا وہ اپنے تعلق بالبدن مین تعلق جسمانی سے مشابہ ہے کیا اپنے دخول
اور خروج مین اجسام کی طرز اور طریق پر ہے - پس جس حالت مین نہ جسم کو روح سے کچہہ مشابہت
ہے اور نہ روح کو جسم سے کچہہ مماثلت تو کس قدر بے سمجہی ہے کہ روح کو جسم تسلیم کیا جائے
اور پہر غذا کی طرح عورتون اور دیگر مادہ حیوانات کو کہلایا جائے - ہم حیران ہین کہ یہ کس قسم
کی باتین وید مین درج ہین اور کیون لوگون نے ان فاش غلطیون کو قبول کر لیا ہے افسوس
افسوس - منہ

اور دنیا مین شایع اور مشہور کرتا اور جبکہ ان لاکھون آدمیون یعنی یہائیون عربون یہودیون مجوسیون وغیرہ مین سے رد لکہنے کی کسیکو جرأت نہوئی اور جو لوگ مسلمان تھے وہ علانیہ ہزارون آدمیون کے روبرو چشم دید گواہی دیتے ہے جنکی شہادتین آجتک اُس زمانہ کی کتابون مین مندرج پائی جاتی ہین تو یہ صریح دلیل اسبات پر ہے کہ مخالفین ضرور شق القمر مشاہدہ کر چکے تھے اور رد لکہنے کے لئے کوئی بھی گنجایش باقی نہین رہی تھی اور یہی باعث تھی جسنے انکو منکرانہ شور و غوغا سے چپ کر رکہا تہا سو جبکہ اسی زمانہ مین کروڑہا مخلوقات مین شق القمر کا معجزہ شیوع پا گیا مگر اُن لوگون نے خجالت زدہ ہو کر اُسکے مقابلہ پر دم بھی نہ مارا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس زمانہ کے مخالفین اسلام کا چپ رہنا شق القمر کے ثبوت کی دلیل ہے نہ کہ اُسکے ابطال کی کیونکہ اسبات کا جواب مخالفین اسلام کے پاس کوئی نہین کہ جس امر کا رد اُنہین ضرور لکہنا چاہئے تہا اُنہون نے کیون نہین لکہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی درویش یا گوشہ نشین نہین تھے تا یہ عذر پیش کیا جائے کہ ایک فقیر صلح مشرب جسنے دوسرے مذاہب پر کچہ حملہ نہین کیا چشم پوشی کے لائق تہا بلکہ آن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے تمام مخالفین کا جہنمی ہونا بیان کرتے تہے اس صورت مین مطلق طور پر جوش پیدا ہونے کے موجبات موجود تھے ماسوا اسکے یہ بھی کچہ ضروری معلوم نہین ہوتا کہ واقعہ شق القمر پر جو تا چند سکینڈ سے کچہ زیادہ نہین تہا ہر یک ولایت کے لوگ اطلاع پا جائین کیونکہ مختلف ملکون مین دن رات کا قدرتی تفاوت اور کسی جگہ مطلع صاف اور پُرغبار ہوتا اور کسی جگہ ابر ہونا ایسا ہی کئی اور ایک موجبات عدم رویت ہو جاتے مین اور نیز بالطبع انسان کی طبیعت اور عادت اسکے برعکس واقعہ ہوئی ہے کہ ہر وقت آسمان کی طرف نظر لگاہ لگائے رکھے بالخصوص رات کے وقت جو سونے اور آرام کرنیکا اور بعض موسمون مین اندر بیٹھنے کا وقت ہے ایسا التزام بہت بعید ہے -

پھر ان سب باتون کے بعد ہم یہ بھی لکھتے ہین کہ شق القمر کے واقعہ پر ہندوؤن کی معتبر کتابون مین بھی شہادت پائی جاتی ہے مہابھارت کے دہرم پرب مین بیاس جی صاحب لکھتے ہین کہ اُن کے زمانہ مین چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر ملگیا تھا اور وہ اِس شق القمر کو اپنے ثبوت خیال سے بوا منتر کا معجزہ قرار دیتے ہین لیکن پنڈت دیانند صاحب کی شہادت اور یورپ کے محققون کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ مہابھارت وغیرہ پُران کچہ قدیم اور پُرانے نہین ہین بلکہ بعض پُرانون کی تالیف کو تو صرف آٹھ سو یا نو سو برس ہوا ہے اب قرین قیاس ہے کہ مہابھارت یا اُسکا واقعہ بعد مشاہدہ واقعہ شق القمر جو معجزہ آنحضرت تہا لکہا گیا اور بسوا منتر کا

نام صرف بچالطو کی تعریف پچھ یا کہ قدیم سے ہندوؤن کے اپنے بزرگون کی نسبت عادت ہے درج کیا
گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس افسانہ کی شہرت ہندوؤن مین مؤلف تاریخ فرشتہ کے وقت مین بھی بہت
کچھ پھیلی ہوئی تھی کیونکہ آپ اپنی کتاب کے مقالہ یازدہم مین ہندوؤن سے بشہرت یافتہ نقل کر کے بیان کی
ہے کہ شہر تانہ جو متصل دریاے چنبل صوبہ مالوہ مین واقع ہے اب اسکو تا دھار نگری کہتے ہین
وہان کا راجہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا ایکبارگی اُسنے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا اور
تفتیش اس سانحہ کی عمل مین آئی کہ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے تب وہ مسلمان ہو گیا انتہی
گئے لوگ اُسکے اسلام کی وجہ یہی بیان کرتے تھے اور اس گردونواح کے ہندؤن مین یہ ایک واقعہ مشہور تھا
جس بنا پر ایک محقق مؤلف نے اپنی کتاب مین لکہا پھر حال جب آریہ دیس سے ادہر تک یہ خبر شہرت
پا چکی ہے اور آریہ صاحبون کے مہابھارت مین درج بھی ہو گئے اور پنڈت دیانند صاحب پرانون کے
زمانہ کو داخل زمانہ نبوی سمجھتے ہین اور قانون قدرت کی حقیقت بھی کھل سکی تو اگر اب بھی ماسٹر مرلیدھر
صاحب کو شق القمر مین کچھ تامل باقی ہو تو انکی سمجھ پر ہمین بڑے بڑے افسوس آئینگے ؛

قولہ۔ قرآن (شریف) مین لکھا جانا تاریخی ثبوت نہین ورنہ دنیا مین جسقدر جیسے جیسے
مذاہب والے اپنے اپنے دیوتاؤن وغیرہ کی نسبت عجائبات بیان کرتے ہین وہ سب سچے
ہوجاوینگے ؛

اقول۔ اے ماسٹر صاحب افسوس کہ تعصب کے جوش نے آپ کی کہان تک نوبت پہنچا دی کہ آپکی
نظر مین قرآنی واقعات عام لوگون کے مزخرفات کے برابر ہو گئے ایسی باتین جنکو لوگ بے ٹھکانہ اور
بے بنیاد اپنے دیوتاؤن وغیرہ کی نسبت سیکڑون یا ہزارون برسون کے بعد بنا دیتے ہین چونکہ اُن
دیوتاؤن کے زمانہ مین تحریر ہوکر شائع ہوتے نہین اور نہ معتمد اور معتبر لکھنے والون تک انکا سلسلہ متواتر
اور معتبر طور پر پہنچتا ہے بلکہ سراسر وہ مخلوق پرستون کے مفتریات ہوتے ہین جنکے ساتھ کوئی روشن دلیل
نہین ہوتی ایسی بے اصل اور بے ثبوت مفتریات کو قرآنی واقعات سے آپ تشبیہ دیتے ہین آپ
فرماتے ہین کہ قرآن مین لکھا جانا تاریخی ثبوت نہین تو پھر آپ ہی فرماوین کہ جس حالت مین ایسی کتاب کی
تحریر تاریخی ثبوت نہین ہو سکتی جو اپنے زمانہ کا ایک مشہرت یافتہ واقعہ مخالفون کی گواہی کے حوالہ سے
بتلاتی ہے اور کتاب بھی ایک ایسے شخص کی کتاب ہے جو تمام دنیا مین عزت اور مرتبت کے ساتھ مشہور ہے

تو پھر تاریخی ثبوت کسے کہتے ہین کیا تاریخون کے تمام مجموعہ مین اس سے عمدہ تر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے کہ کوئی
واقعہ ہم ایسی کتاب مین لکھا ہوا پاوین جو اسی زمانہ کا واقعہ ہو جس زمانہ کی وہ کتاب ہے اور اسی مصنف نے
اسکو لکھا ہو جسنے اسکو دیکھا بھی ہو اور وہ مولف کتاب بھی اپنی شہرت اور عزت مین سر آمد روزگار ہو اور پھر
باوجود ان سب باتون کے مصنف نے مخالفون کو بطور گواہ واقعہ قرار دیا ہو اور پھر وہ کتاب بھی ایسی محفوظ
چلی آتی ہو کہ اسی زمانہ مین اکثر حصہ دنیا مین شہرت پا گئی ہو اور ہزارہا حافظ اسکی ابتدا سے ہوتے آئے ہون
یہان تک کہ لاکھون حافظون تک نوبت پہونچ گئی ہو اور اسی زمانہ کے اسکے قلمی نسخے اور بعض تفسیرین بھی
موجود ہون اور بیشمار بندگان خدا ابتدا سے اسکو اپنی پنجگانہ نمازون مین پڑھتے اور تلاوت کرتے اور
نیز پڑھاتے چلے آئے ہون اگر کوئی تاریخی کتاب ان سب صفتون کی جامع دنیا بھر مین بجز قرآن شریف کے
آپ کی نظر مین گذری ہے تو آپ اسکو پیش کرین اور اگر پیش نہ کر سکین تو آپکی سزا یہی درد خجالت اور
انفعال کافی ہے جو لاجواب رہنے کی حالت مین آپ کے شامل حال ہوگی۔ آپکو خبر نہین کہ دنیا مین جس قدر
بڑے بڑے مخالف باعلم عیسائی یہودی مجوسی وغیرہ ہین وہ قرآنی شہادتون سے یعنے ان واقعات سے
جو قرآن شریف نے اپنے زمانہ کے متعلق لکھے ہین انکار نہین کر سکتے ہان تعصب کی راہ سے بعض آیات کے
معنے اور طور پر کر لیتے ہین مثلاً شق القمر مین وہ آپکی طرح یہ نہین کہتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
یہ امر خلاف واقعہ قرآن شریف مین لکھدیا ہے چنانچہ اسبات کی تو آپ بھی شہادت دے سکتے ہین کہ
آپ نے تمام عمر مین کوئی ایسی کتاب کسی فاضل انگریز یا یہودی کی نہین دیکھی ہوگی جسمین انہون نے آپکی
طرح یہ رائے ظاہر کی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک جھوٹا دعوی شق القمر کا قرآن مین لکھ
دیا ہے کیونکہ جو فاضل قسیس اور باخبر انگریز ہین وہ لوگ بباعث اپنے علم اور وسیع واقفیت کے خوب
جانتے ہین کہ جس طور اور التزام سے قرآن شریف نے اشاعت پائی ہے اور جس تشدد سے مخالفون
اور موافقون کی نگرانی اسکی آیت آیت پر رہی ہے اور جس سرعت اور جلدی سے اسکے ہر ایک
مضمون کی تبلیغ لاکھون آدمیون کو ہوتی رہی ہے اور جس قلیل عرصہ مین جو بعد زمانہ نبوی تئیس برس سے
بھی کم تھا وہ دنیا کے اکثر حصون مین شہرت پا گیا ہے وہ ایسا طور اور طریق چارون طرف سے
محفوظ ہے کہ اسمین یہ گنجائش ہی نہین کہ کوئی جھوٹا معجزہ یا کوئی جھوٹی پیشگوئی افترا کر کے قرآن
شریف مین درج ہو سکتی جسکے افترا پر عیسائیون یہودیون عربون مجوسیون مین سے کسی کو بھی

اطلاع ہوتی اسیوجہ سے اگرچہ آجتک صدہا فاضل انگریزون نے بوجہ شدت عناد بہت کچھہ مخالفانہ حملے اپنی کتابون اور تفسیرون مین قرآن شریف پر کرنے چاہے ہین جنمین وہ باطل پر ہونے کی وجہ سے کامیاب نہین ہوسکے مگر یہ اسے جو آپ نے بیان کی آجتک اُن مین سے کسی نے بھی نہین کی۔ سو آپ کا ایسی کتاب کو متوہمانہ وقعت سے باہر سمجہنا اور جو ہر صافی اور خس و خاشاک بر ابر خیال کرلینا اور صاف صاف فرق دیکھہ کر اپنی آنکھون پر پردہ ڈال لینا صرف نظر کا کھوٹا ہے وبس۔

قولہ۔ اگر خلاف قانون قدرت پر اس وجہ سے یقین کیا جاوے کہ پرمیشر سرب شکتی مان ہے تو پھر دنیا مین ہم کسی بات کو بھی جھوٹ نہین کہہ سکتے اور فریبی اور دغاباز لوگ روز مرہ ذ بہکا سکتے ہین ❊

اقول۔ اے صاحب مینے آپکو کب اور کسوقت کہا ہے کہ بے ثبوت اور تحقیق ہر یک بات کو مان لیا کرو مین تو آپکو کھلا کھلا ثبوت دے رہا ہون اور خود میرا یہی اصول ہے کہ بے تحقیق کسی تاریخی واقعہ کو نہین ماننا چاہئے لیکن مین ساتھہ اِسکے آپکو یہ بھی کہتا ہون کہ اگر حقیقی دانائی سے کچھہ بہرہ حاصل کرنیکا شوق ہے تو چند ناکارہ اور محدود تجارب کا نام قانون قدرت مت رکھو اور کوئین کے مینڈک کیطرح دنیا مین اُسیقدر ربانی مت سمجھو جو آپکی نظر کے سامنے ہے ایک تو آپکے مذہب مین پہلے ہی سے یہ خرابی ہے کہ آپ لوگ اپنے تئین واجب الوجود اور قدیم ہونے مین پرمیشر کے بھائی بند خیال کررہے ہو پھر اگر یہ دوسرا اعتقاد فاسد بھی اُسکے ساتھہ ملگیا کہ پرمیشر کی طاقتین اور قدرتین بھی آپکے معلومات سے زیادہ نہین تو اِسصورت مین آپ صرف بھائی بند نہ رہی بلکہ پرمیشر کے بزرگ بھی ٹھہر گئے کیونکہ بزرگون اور باپون کو یہ کہنا بنتا ہے کہ وہ اپنے بچون کی نسبت یہ دعوے کرین کہ انکے معلومات ہماری معلومات سے زیادہ نہین ❊

قولہ ۔ باقی سوالات جو مرزا صاحب نے اِس غرض سے کئے ہین کہ پہلے انسان اپنے گھر کو سوچ لے۔ اگر اپنے مین نقص ہو تو دوسرے سے سوال نہ کرے تمام جہان کے نزدیک یہہ مسئلہ غلط ہے ❊

اقول۔ ماسٹر صاحب آپ تمام جہان کو کیون ناحق بدنام کرتے ہین اپنے خیالات عجیبہ کی غرض کہین اِس بات کو کون نہین جانتا کہ بحث مباحثہ اظہار حق کی غرض سے ہونا چاہئے یعنی اِس نیت سے کہ اگر حق

ظاہر ہو تو اُسے قبول کر لیں مگر وہ شخص جو ایک بات کو اپنے لئے تو جائز رکہتا ہے لیکن اگر فریق مخالف کے
کسی امر مسلم میں اُسکے ہزار جزو میں سے ایک جز بھی ٹوٹ جائے اور کبھی [illegible] باتیں جا سکتے
تب بھی اُسکو قبول نہیں کرتا ایسے شخص کی نسبت سے ہرگز تجویز نہیں ہو سکتی اور جو وقت اُسکے ساتھ
بحث میں خرچ ہو وہ ناحق ضائع ہوتا ہے پس کیا یہ [illegible] ہے کہ [illegible] کو چھپایا جائے کہ
بھائی جبکہ تو خود آپ ہی ایسی باتوں کو مانتا ہے کہ بصورت بالا [illegible] ہیں تو جو امور
عقل محدود انسان [illegible] سے بالاتر ہیں اور اُنکا ثبوت بھی تجھے دیا جاتا ہے اُن کے [illegible] میں تجھے کیوں
تامل ہی بلکہ تمام تر مدار اسی پر منحصر ہے تو [illegible] ہے کہ اگر انسان ایک بات کو اپنی [illegible] میں صحیح سمجھتا ہے تو
اُسی نوع کی بات میں اپنے مخالف کے ساتھ منکرانہ جھگڑا نہ لے بیٹھے کہ یہ اوباشانہ طریق ہے۔
جسمیں فریقین کی تضییع اوقات ہے پھر یہ ظاہر ہے کہ ایسا جھگڑا کس قدر بُرا اور خلاف طریق انصاف
ہوگا کہ ایسی بات سے انکار کیا جائے کہ جو اپنے مسلمات سے صدہا درجہ صاف اور پاک اور قدرت الٰہی میں داخل
اور تاریخی طور پر ثبوت بھی اپنے ساتھ رکھتی ہو بیشک ایسا نکما جھگڑا کرنیوالا اپنا اور اپنے مخالف کا وقت
عزیز کہونا چاہتا ہے جسکو الزامی جواب سے متنبہ کرنا اپنے حفظ اوقات کے لئے فرض طریق مناظرہ ہے
اور نیز چونکہ دنیا میں مختلف طبیعتوں کے آدمی ہیں بعض لوگ جو نادر الوجود ہیں وہ تحقیقی بات سُنکر اپنی
ضد چھوڑ دیتے ہیں اور اکثر عوام جو تحقیقی جواب سمجھنے کا مادہ ہی نہیں رکھتے یا بعض انہیں سے کچھ مادہ تو
رکھتے ہیں مگر جاندار پن [illegible] اُن کا چاہتے ہیں اسلئے اُنکا منہ الزامی جوابوں سے بند ہوتا ہے یہی وجہ ہے
کہ الزامی طور پر چند مسلمات آپکے آپکو سنائے گئے ورنہ اصل مدار جواب کا تو تحقیق پر ہی ہے بالآخر
یہ بھی واضح ہے کہ ہر چند ویدوں میں بہت سی بے بنیاد کہانیاں بطور معجزات گذشتہ دیوتاؤں کی لکھی
ہیں مثلاً رگ وید اشٹک اول میں لکھا ہے کہ اسونوں (دیوتاؤں) نے کسی نامعلوم زمانہ میں ایک
لولے کو لوہے کی ٹانگیں دے دی تھیں اور بانجھ کو دودھیلا کر دیا تھا اور ایک اندھے کو سوجاکھا
بنا دیا تھا اور ایک شخص جسکا سر کٹ گیا تھا بجائے اس سر کے گھوڑے کا سر اُسپر لگا دیا تھا اور
سیاوارشی کو جسکے تین ٹکڑے ہو گئے تھے از سر نو زندہ کر دیا تھا وغیرہ وغیرہ مگر ہم نے الزامی جوابوں
میں ان کہانیوں کو پیش نہیں کیا کیونکہ گو ان بے اصل قصوں کو جنکا حوالہ کسی ایسے بے نشان زمانہ
پر دیا گیا ہے جو وید کے وجود سے پہلے گذر چکا ہے تمام پرانوں والے تو مانتے ہیں مگر حال کے چند

آریہ سماج والے اِن مقامات وید مین بڑی جان کنی سے بے سروپا و پُر تکلف تاویلین کرتے ہین ❊

تتمّہ

آریون کا اصولِ تناسخ قانونِ قدرت کے اصول سے منافی ہے

اے حضرات آریہ صاحبان اگر تمام جہان قانونِ قدرت کا قائل ہوجائے پھر بھی آپ لوگون کو قائم ہونیکی کوئی سبیل نہین کیونکہ قانون قدرت کے ماننے سے سب تار و پود آپ کے مذہب کا ٹوٹ جاتا ہے آپ لوگ تو تصرفات قدریہ جناب الٰہی کے قائل ہی نہین اور نہ ہوسکتے ہین اور قانونِ قدرت کو ماننا تو آپ کا مذہب ہی نہین اور نہ ہوسکتا ہے وجہ یہ کہ آپکا مسئلہ تناسخ تب قائم رہ سکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کو اُسکے مختارانہ کامون اور ارادی قدرتون سے اور اختیاری تصرفات سے اور ذاتی طاقتون اور ذاتی قوتون سے ازل سے ابد تک معطل اور بیکار اور عاجز اور لاچار سمجھا جائے پس اس سے ظاہر ہے کہ آپ لوگون کا اور لوگون خدا تعالےٰ کے قانون قدرت کا ضد پڑا ہوا ہے اور ضد بھی ایسی ضد کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہین رہ سکتا کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے قادرانہ تصرفات کو تسلیم کیا جاے اور یہ مان لیا جائے کہ اُسنے تمام اجرام علوی اور اجسام سفلی کو اپنی قدرت ربوبیت سے پیدا کرکے اجزائے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے اور محض اپنی قدرت کاملہ سے اور خاص اپنے ہی ارادہ از مشیت سے تمام چیزون مادی و غیر مادی کو ایک پُر حکمت سلسلہ انتظام مین خود اپنی حکیمانہ مصلحت سے منسلک کیا ہے تو یہی مان لینا جسکا نام دوسرے لفظون مین قانونِ قدرت ہے آپ کے اصولِ تناسخ کی بیخکنی کرتا ہے وجہ یہ کہ آپکا مسئلہ تناسخ اس بنا پر کھڑا کیا ہے کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے پرمیشر کے ارادہ اور قدرت سے نہین اور نہ اُسکی حکمت اور مصلحت سے بلکہ گنہگارون کے گناہ نے یہ مختلف صورتون کی چیزین پیدا کردی ہین جنمین پرمیشر کا ذرا دخل نہین ہے۔ مثلاً گائے جو دودھ دیتی ہے یا گھوڑا جو سواری کے کام آتا ہے یا گدھا جو بوجھ اُٹھاتا ہے یا زمین جسپر ہم آباد ہین یا چاند اور سورج جو دو چمکتے ہوئے چراغ اپنی مختلف قوتون اور خاصیتون سے انواع اقسام کے

قوائد دنیا کو پہنچاتے ہین مثلاً یا گیہون اور چنے اور چاول وغیرہ ماکولات جنکو ہم کھاتے ہین یہ سب بقول

حاشیہ شاید کسی ناواقف آریہ کو اسجگہ دہوکا لگے کہ آریہ سماج والے ارباب کے قائل نہین ہین کہ روح
مثلاً سورج چاند یا سورج یا زمین وغیرہ سے بہی تعلق پکڑتی ہی بلکہ وہ اُن چیزون کو جڑ یا بیجان سمجھتے ہین تو
اسکے جواب مین ماننا چاہئے کہ اول تو آریون کا یہ اخیال کرنا کہ سورج و چاند و زمین و اگنی و وایو وغیرہ بیجان
سنے روح چیزین ہین جنمین جان نہین ہی سراسر غلط اور وید کی تعلیم سے بہی منافی ہے کیونکہ وید کے صد ہا مقامات
سے ثابت ہی کہ سورج چاند اور اگنی وغیرہ ارکان اولیہ عالم کے لیے ایک ایک روح ہی ان روحون کے یونانی و مجوسی
بہی قائل ہین ایسا ہی دنیا کے تمام تناسخیہ فرقے ان ارواح کو مانتے ہین بلکہ انکا بیان ہی کہ جب انسانی روح سورج چاند
و ستارون وغیرہ سے تعلق پکڑتی ہی تو پہر وہ دیوتا بنکر قابل پرستش ہو جاتی ہے اسی وجہ سے تو قدیم سے ہندو
لوگ سورج و آگ وغیرہ کی پرستش کرتے آئے ہین اور اب بہی اُن مین سے بہت سا گروہ اس پرستش پر قائم
ہی یونانی بہی ان چیزون کی پرستش کرتے رہے ہین اور انکا نام وہ ارباب الانواع رکہتے ہین گبرون کا آتش پرستی
کرنا تو سب پر ظاہر ہی۔ اگر صد سال گبر آتش فروزد۔ چو یکدم اندران افتد بسوزد۔ ماسوا اسکے یہ بات نہایت ظاہر
ہی کہ ہر ایک جسم مین جتنے ذرات ہین اسیقدر روحون کا اُس سے تعلق ہی اگر ایک قطرہ پانی کو خوردبین سے دیکہا جائے تو
ہزارون کیڑے اُسمین نظر آتے ہین ویسا ہی پہلون مین اور لوٹون مین اور ہوا مین بہی کیڑے مشہود و محسوس ہین
بہر حال ہر ایک جسم و ہر چیز کیڑون سے بہری ہوئی ہے مگر کبہی وہ کیڑے مخفی ہوتے ہین یا یون کہو کہ بالقوہ پائے جاتے
ہین اور کبہی کمون قوت سے حیز فعل مین آجاتے ہین مثلاً جس اناج کو دیکہو تو بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ اُسمین کوئی کیڑا
نہین اور پہر خود بخود اُسکے اندر ہی سے کچہہ تغیر پیدا ہوکر اسقدر کیڑے پیدا ہو جاتے ہین کہ گویا وہ سب جسم کیڑے
ہی کیڑے ہین اس سے ظاہر ہی کہ ارواح کو اجسام سے ایک لازمی اور دائمی تعلق پڑا ہوا ہی اب جو شخص تناسخ جیسے
اواگون کا قائل ہی ضرور ہی اُسکو کہنا پڑیگا کہ ارواح اجسام نباتی و معدنی و حیوانی و اجرام علوی کا ایک ایک روح کسی
انسان کی روح تہا کیونکہ جیسا کہ تجربہ ثابت کر رہا ہی ایک ایک ذرہ جسم سے ایک ایک روح سے تعلق رکہتا ہی اور اجرام
علوی مین روحون کا ہونا شاید نادانون کی نظر مین تعجب کا محل ہوگا لیکن حال کے فلسفیون کی تحقیقاتون نے
کہولدیا ہی کہ کرہ شمس و قمر وغیرہ جیسے زمین آبادی سے خالی نہین چنانچہ پنڈت دیانند اور اُنکے پیرو بہی اس بات کے
قائل ہین جو یہ بات تو ہر ایک کو معلوم ہی کہ جس کرہ مین کوئی جاندار چیز ہو وہ اُسی کرہ کے مادہ سے پیدا ہوتی ہی
جیسے کرہ زمین مین جو کچہہ ہی وہ زمین سے ہی پیدا ہوا ہی اور پیدا ہوتا ہی پس جبکہ اجرام علوی مین جاندارونکا

آپکے حقیقت مین انسانی روحین ہین جو کسی جنم گذشتہ کی شامت سے بطور تناسخ یہ صورتین اختیار کرلی ہین الدیہ سارا مجمع مختلف چیزون کا جو زمین و آسمان مین نظر آتا ہے یہ سب حسب اصول آپ لوگون کے اتفاقی ہے جسمین پرمیشر کے ارادہ اور قدرت کا سر مو دخل نہین اور نہ اسکو ان چیزون کے زیادہ یا کم کرنے یا موجود یا معدوم کرنے مین ایک ذرا اختیار ہے اور آپ لوگون کے خیال مین یہ جما ہوا ہے کہ اگر انسانی روحین مرتکب گناہون کی نہ ہوتین تو یہ چندین ہزار عالم مخلوقات جو نظر آرہا ہے ان مین سے ایک بھی نہوتا گویا ہر ایک آرام دنیا کا بزعم آپ لوگون کے بدکاریون سے ہی میسر آتا ہے اور تمام دنیوی نعمتون کے حاصل ہونیکا اصل موجب بدکاریان ہی ہین کوئی شخص گناہ کریگا تو گائے کے جنم مین آئے تو آپ دودھ پئین اور پھر کسی بدکاری سے گھوڑی کا جنم لے تو آپ کو سواری میسر ہو اور پھر کسی معصیت سے گدھے یا خچر یا اونٹ کی جون مین پڑے تو آپ کی باربرداری کا کام چلے پھر اگر کوئی ایسا برا کام کرے جسکی سزا مین اسکو عورت کی جون مین ڈالا جائے تو آپ لوگون کو جورو نصیب نہو اور اگر کوئی ایک شخص کسی شامت گناہ سے مرے تب وہی روح اسکی بیٹا یا بیٹی بنکر آپ کو صاحب اولاد بنائے اس سے ثابت ہوا کہ بموجب اصول آپکے تمام سلسلہ خدائی کا گناہون کی طفیل ہی چل رہا ہے اور اگر گناہ ظہور مین نہ آتے تو پرمیشر کچھ چیز ہی نہ تھا اور نہ اسکی قدرتین اور حکمتین سب ہیچ اور بے حقیقت تھین پس آپکو تو قانون قدرت کا نام ہی نہین لینا چاہئے کیونکہ قانون قدرت کا تو یہ ضروری تقاضا ہے کہ تمام اجزاے عالم بحکم اس واضع قانون کے روز ازل سے باہم انضباط یافتہ ہین یہ نہین کہ کسی اتفاقی شامت سے یہ ہزارہا قسم کی مخلوقات پیدا ہوگئی ہے اور اگر وہ بلا اتفاق نہوتا تو پیدا ہونے سے رہجاتے اور پرمیشر گو کیسا ہی ان چیزون کے پیدا کرنے کے لئے ارادہ کرتا مگر کچھ بھی نہ ہوسکتا غرض جب آپکا ایمان اور دھرم آپکو ایسی ایسی تعلیمین دے رہا ہے تو پھر اسجگہ پرمیشر کی قدرتون کا کیا ذکر اور قانون قدرت کا نام لینے کا کونسا

بقیہ حاشیہ ہونا ثابت ہے جسکو آریہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہین تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام جاندار سورج و چاند وغیرہ اجرام بھی پیدا ہوئے ہونگے اور اس پیدائش سے یہ ثابت ہوگیا کہ اجسام سفلی کیطرح اجرام علوی بھی کسی طور پر روحون کی کاتین ہین پس اس ہی تناسخ والون کو ماننا پڑا کہ کسی زمانہ مین سورج چاند وغیرہ اجرام انسانی روحین تھین اور پھر وہ کسی عمل کے نیک یا بد اثر سے سورج چاند وغیرہ اجرام بنگئے اور یہ اعتقاد جسقدر قانون قدرت اور عقل کا دشمن ہے اسکے بیان کرنے کی بھی حاجت نہین۔ فتدبر منہ

محل ہے کیونکہ قدرت یا قانونِ قدرت تو اُسے کہتے ہین کہ اوّل اُس مالک کی خالقانہ طاقتون اور قادرانہ تصرفات اور مختارانہ کامون کو تسلیم کر کے پھر اُس سلسلۂ ظہور طاقتون کو قانون قدرت سے ملقب کیا جائے مگر اسجگہ تو وہ بات ہی نہین رہی اور پرمیشر صرف نام کا پرمیشر رہ گیا ہے جسکو ایک ذرہ کے پیدا کرنے کی بھی طاقت نہین ہان روحون پر کسی مخفی وجہ کے سبب سے اُسکو تسلط ہو گیا ہے شاید کسی اگلے جنم مین اُسنے بہت اچھے کرم کئے ہونگے جس سے وہ اِس حکمرانی کے لائق ٹھہر گیا غرض جب پرمیشر مین قدرت کا نشان نہین مختارانہ تصرفات کی طاقت نہین قادرانہ کامونکی ہمت نہین ترتیب دنیا مین اُسکو کچھہ دخل ہی نہین تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اس لائق بھی نہین کہ اُسکا کوئی قانونِ قدرت ہو بلکہ وہی مثل صادق آیگی کہ "جامہ ندارم دامن از کجا آرم" ہان اپنے ہی گناہون کا آپکو شکر گذار ہونا چاہیے جنہون نے آپ کو گوڈن کا دودہ پلایا گھوڑون پر چڑھایا غرض سب آپکا کام بنایا اور سب کچھہ کیا اور کرایا حقیقت مین اِس مسئلہ تناسخ نے آپکو بہت کچھہ فائدہ پہونچایا اگر اِس کچھہ نقصان پہنچا تو بس یہی کہ ایک تو پرمیشر ہاتھہ سے گیا اور دوسرا حلال حرام کا کچھہ ٹھکانہ نرہا خیر پرمیشر کا تو آپکو کیا افسوس ہوگا گذارہ تو چلا ہی جاتا ہے مگر جو حلال حرام مین گڑبڑ پڑ گیا یہ خرابی ایک دنیا دار غیرت مند کی نظر مین بھی جسکو ایک ذرہ ننگ و ناموس کا پاس ہو ناقابل برداشت نہین کیونکہ اگر مسئلہ تناسخ صحیح ہے تو اِسکے رو سے ممکن ہے کہ کسی شخص کی والدہ یا دختر یا حقیقی بہن یا دادی یا نانی مر چکنے بعد کسی عورت کی جون مین پڑ کر پھر اُسی شخص کے نکاح مین آجائے جسکی ماں یا لڑکی ہے اور دنیا جو ایک ظلمت گاہ اور بے تمیزی کی جگہ ہے اِس مین کون آکر خبر دے سکتا ہے کہ اے بیٹے انس اِس سے مت شادی کر یہ تو تیری ماں یا بہن یا نانی ہے سو سوچکر دیکھہ لینا چاہئے کہ اِس آواگون کے مسئلہ نے صرف آپکے پرمیشر کی عزت پر ہی ہاتھہ نہ ڈالا بلکہ ایسے ضرر بھی اسمین موجود ہین اور بلاشبہ جو شخص اِس مسئلہ تناسخ کو روا اور جائز سمجھتا ہے اُسکو اِسکے بدنتائج بھی روا اور جائز کہنے پڑینگے مگر ہائے افسوس جو لوگ دنیا کے پرستار ہین اور قومی تعصبون کی زنجیر مین گرفتار وہ اپنے بدعقیدونکو کسی ڈھب چھوڑنا نہین چاہتے قوم کا رعب اُنکے دلون پر ایسا غالب ہے کہ جو مخلوق پرستی کی حد تک پہونچ گیا خدا ہی بتاوے کہ اُن کے دلون مین اتنا بھی قدر نہین جو ایک بوڑہی عورت کو اپنے گھر کی سوئی کا ہوتا ہے ؎

دنیا کی حرص و آز مین کیا کچھہ نہ کرتے ہین　　　نقصان جو ایک پیسہ کا دیکھین تو مرتے ہین

زر سے پیار کرتے ہین اور دل لگاتے ہین ہوتے ہین زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہین

جب اپنے دلبرون کو نہ جلدی سے پاتے ہین گیا کیا نہ اُن کے ہجر مین آنسو بہاتے ہین

پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھہ نظر نہین آنکھین ہین کان ہین نہین دل مین ڈر نہین

اُنکے طریق و دھرم مین گو لاکھ ہو فساد کیسا ہی ہو عیان کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد

پر تب بھی مانتے ہین اُسیکو بہر سبب کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب

دل مین مگر یہی ہے کہ مرنا نہین کبھی ترک اِس عیال و قوم کو کرنا نہین کبھی

اے غافلان وفا نکند این سرائے خام
دنیائے دُون نماند و نماند بہ کس مدام

تمت المباحثہ الاُولیٰ

وللہ الحمد فی الاولیٰ و الاُخریٰ

مباحثہ ثانیہ

منعقدہ ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء

اعتراض از طرف مؤلف رسالہ ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آریہ صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی بلکہ کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں ایسا ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتی یعنے نجات ہمیشہ کے لئے انسان کو نہیں ملسکتی بلکہ ایک مدت مقررہ تک مکتی خانہ میں رکھکر پھر اُس سے باہر نکالا جاتا ہے اب ہمارا اعتراض ہے کہ یہہ دونوں اعتقاد ایسے ہیں کہ ایک کے قائم ہونے سے تو خدا تعالی کی توحید بلکہ اُسکی خدائی ہی دور ہوتی ہے اور دوسرا اعتقاد ایسا ہے کہ بندہ وفادار پر ناحق کی سختی ہوتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر تمام ارواح کو اور ایسا ہی اجزا صغار اجسام کو قدیم اور انادی مانا جائے تو اسمیں کئی قباحتیں ہیں منجملہ اُنکے ایک تو یہ کہ اسصورت میں خدائے تعالے کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی کیونکہ جس حالت میں بقول آریہ صاحبان ارواح یعنے جیو خود بخود موجود ہیں اور ایسا ہی اجزاء صغار اجسام بھی خود بخود ہیں تو بجز صرف جوڑنے جاڑنے کے لئے ضرورت صانع کی ثابت نہیں ہوسکتی بلکہ ایک دہریہ جو خدا تعالے کا منکر ہے عذر پیش کرسکتا ہے کہ جسحالت میں تمنے کل چیزوں کا وجود خود بخود بغیر ایجاد پرمیشر کے آپ ہی مان لیا ہے تو پھر اس بات پر کیا دلیل ہے کہ ان چیزوں کے باہم جوڑنے جاڑنے کے لئے پرمیشر کی حاجت ہے دوسری یہ قباحت کہ ایسا اعتقاد خود خدائے تعالے کو اُسکی خدائی سے جواب دے رہا ہے کیونکہ جو لوگ علم نفس اور خواص ارواح سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جسقدر ارواح میں عجائب وغرائب خواص بھرے ہوئے ہیں وہ صرف جوڑنے جاڑنے سے پیدا نہیں ہوسکتے مثلاً روحوں میں ایک قوت کشفی ہے جس سے وہ پوشیدہ باتوں کو بعد مجاہدات دریافت

کر سکتے ہین اور ایک قوت اُن مین عقلی ہے جس سے وہ امور عقلیہ کو معلوم کر سکتے ہین ایسا ہی ایک
قوت محبت بھی اُن مین پائی جاتی ہے جس سے وہ خدا تعالے کیطرف جھکتے ہین اگر ان تمام قوتون کو
خود بخود بغیر ایجاد کسی موجد کے مان لیا جائے تو پرمیشر کی اس مین بڑی ہتک عزت ہے گویا یہ کہنا پڑیگا
کہ جو عمدہ اور اعلےٰ کام تھا وہ تو خود بخود ہے اور جو ادنیٰ اور ناقص کام تھا وہ پرمیشر کے ہاتھ سے ہوا ہے
اور اس بات کا اقرار کرنا ہوگا کہ جو خود بخود عجائب حکمتین پائی جاتی ہین وہ پرمیشر کے کامون مین سے کہین
بڑھکر ہین ایسا کہ پرمیشر بھی اُن سے حیران ہے غرض اس اعتقاد سے آریہ صاحبون کے خدا کی خدائی پر
بڑا صدمہ پہنچیگا یہان تک کہ اُسکا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا اور اُسکے وجود پر کوئی عقلی دلیل قائم نہو سکیگی اور نیز
وہ مبدء کل فیوض کا نہین ہو سکیگا بلکہ اُسکا صرف ایک ناقص کام ہوگا اور جو اعلےٰ درجہ کے عجائب کام
ہین اُنکی نسبت یہی کہنا پڑیگا کہ وہ سب خود بخود ہین لیکن ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر فی الحقیقت ایسا
ہی ہے تو اس سے اگر فرضی طور پر پرمیشر کا وجود مان بھی لیا جائے تب بھی وہ نہایت ضعیف اور نکما سا
وجود ہوگا جسکا عدم وجود مساوی ہوگا یہان تک کہ اگر اُسکا مرنا بھی فرض کیا جائے تو روحون کا کچھ بھی حرج
نہوگا اور وہ اس لائق ہرگز نہین ہوگا کہ کوئی روح اُسکی بندگی کرنے کے لئے مجبور کیجائے کیونکہ ہر ایک
روح اُسکو جواب دے سکتی ہے کہ جس حالت مین تُمنے مجھے پیدا ہی نہین کیا اور نہ میری طاقتون اور قوتون
اور استعدادون کو تمنے بنایا تو پھر آپ کس استحقاق سے مجھ سے اپنی پرستش چاہتے ہین اور نیز جبکہ پرمیشر
روحون کا خالق ہی نہین تو اُنپر محیط بھی نہین ہو سکتا اور جب احاطہ نہو سکا تو پرمیشر اور روحون مین حجاب
ہوگیا اور بسبب حجاب کے پرمیشر سے گیانی نہ ہو سکا یعنی عالم الغیب پر قادر نہوا اور جب قادر نہ ہوا تو اُسکی
صفت خدائی درہم برہم ہوگئی تو گویا پرمیشری ہاتھ سے گیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم کامل کسی شے کا اُسکے
بنانے پر قادر کر دیتا ہے اسلئے حکماء کا مقولہ ہے کہ جب علم اپنے کمال تک پہونچ جاتا ہے تو وہ عین عمل ہوتا
ہے اسحالت مین طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پرمیشر کو روحون کی کیفیت اندرونی کا پورا پورا علم بھی ہے
یا نہین اگر اُسکو پورا پورا علم ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود پورا پورا علم ہونے کے پھر بھی بنا نہین سکتا
سو اس سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہی نہین کہ پرمیشر روحون کے پیدا کرنے پر قادر
نہین بلکہ اُنکی نسبت پورا پورا علم بھی نہین رکھتا دوسرا جھگڑا ہمارے سوال کا حق العباد سے متعلق ہے
یعنی یہ کہ آریہ صاحبان کے اعتقاد مذکورہ بالا کے رو سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرمیشر اپنے بندون سے

بھی ناحق کا ایک بخل کھلتا ہے کیونکہ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مکتی اور نجات کی اصل حقیقت یہی ہے کہ
انسان ماسوا اللہ کی محبت سے مُنہ پھیر کر پرمیشر کی محبت مین ایسا محو ہو جائے کہ جس طرح عاشق اپنے محبوب
کے دیکھنے سے لذت اُٹھاتا ہے ایسا ہی اپنے محبوب حقیقی کے تصوّر سے لذت اُٹھاوے اور محبت بجز معرفت
حاصل نہین ہو سکتی اور قاعدہ کی بات ہے کہ موجب محبت کے دو ہی امر ہین یا حسن یا احسان پس جب انسان
بباعث اپنی کامل معرفت کے خدائے تعالے کے حسن و احسان پر اطلاع کامل پیدا پاتا ہے تو لا محالہ اُس سے کامل
محبت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل محبت سے لذت ملتی ہے پس اسی جہان سے بہشتی زندگی عارف کی شروع
ہو جاتی ہے اور وہی معرفت اور محبت عالم آخرت مین سرور دائمی کا موجب ہو جاتی ہے جسکو دوسرے لفظون
مین نجات سے تعبیر کرتے ہین اب مین پوچھتا ہون کہ جب ایک شخص کو پورا پورا سامان نجات کا میسر آگیا
اور پرمیشر کی کرپا اور فضل سے مکتی پا گیا تو پھر کیون پرمیشر اُسکو نا کردہ گناہ مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے کیا وہ
اس بات سے چڑتا ہے کہ کوئی عاجز بندہ ہمیشہ کے لئے آرام پا سکے جس حالت مین ابدی بقا کے روحون
مین قوت رکھی گئی ہے تو گیا پرمیشر اپنے بندون کو ابدی سرور نہین دے سکتا بعض صاحب اسجگہ پر یہہ
عذر پیش کرتے ہین کہ بندون کے اعمال محدود ہین اس لئے جزا بھی اُنکی محدود ہی ملتی ہے مین کہتا ہون
کہ یہ خیال غلط ہے کیونکہ عمل اعظم بندہ کا یہی ہے کہ وہ وفاداری سے ایمان لاتا ہے اور بے انتہا وفاداری
کی نیّت سے تکالیف مالی و جانی اُٹھانے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے تو اسصورت مین عمل اُس کا
محدود نہوا بلکہ غیر محدود ہوا اگر پرمیشر اُسکو زندہ چھوڑتا تو وہ کبھی بیوفائی نہ کرتا یہ نعوذ باللہ پرمیشر کا قصور ہوا کہ
اُسنے اُسکو مہلت نہ دی ما سوا اسکے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے موجب نجات و مکتی کا ایک ایسا امر ہے
کہ وہ پرمیشر کی صحبت مین رہ کر کم نہین ہو سکتا بلکہ ترقی کرنا چاہئے کیونکہ کوئی عقلمند ہرگز خیال نہین
کر سکتا کہ پرمیشر کی صحبت سے گیان اور محبت مین کچھ فرق آ جاتا ہے اور جسطرح ممکن نہین کہ با وجود چراغ
ہونے کے اندھیرا ہو جائے اسی طرح یہ بھی ممکن نہین کہ با وجود کامل موجب مکتی کے پھر کوئی شخص مکتی خانہ سے
باہر نکالا جائے پرمیشر بمنزلہ خریدار کے نہین ہے تا یہ کہا جائے کہ جسقدر اُسنے کوئی چیز لی اُسیقدر اُس نے
دام بھی دے دیئے بلکہ یہ معاملہ محبّت و عشق کا ہے اور کوئی منصف مزاج معشوق اپنے وفادار عاشق سے ایسا
بدمعاملہ ہرگز نہین کر سکتا کہ اُسکو ناحق خرابی مین ڈالے ۔ ہم سوال کرتے ہین کہ کیا پرمیشر اس بات پر قادر
ہے یا نہین کہ اپنے بندہ کو ہمیشہ کے لئے مکتی دے دی ۔ اگر قادر ہے اور بندہ جو وفادار بھی اُسکا مستحق ہے

اور علل لازمہ موجبہ بھی دائمی مکتی کو چاہتے ہین تو پھر کیون پرمیشر ایسی سختی کرتا ہے کہ اوّل ایک بندہ
کو ایک ایسا مقرب بناکر کہ وہ اوتار ہوگیا تا اُسپر بید نازل ہوگئے ہین پھر ناحق اُسکی عزت بگاڑ دیتا ہے اور
رفتہ رفتہ مختلف جونون مین ڈالکر اُسکی کیڑے مکوڑون تک نوبت پہنچاتا ہے بعض صاحب یہ بھی جواب
دیتے ہین کہ یہ کام پرمیشر نے ایک مصلحت سے اختیار کر رکھا ہے اور وہ مصلحت یہ ہے کہ چونکہ پرمیشر
روحون کے پیدا کرنے پر قادر نہین اور یہ بھی معلوم ہے کہ کل ارواح محدود اور معدود ہین تو اس صورت مین
اگر پرمیشر اُن سب کو مکتی دے دے تو پھر ہمیشہ دنیا پیدا کرنیکا سلسلہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ جو روح مکتی پاکر
مکتی خانہ مین گیا وہ تو گویا ہاتھ سے گیا اور بباعث ہونے آمدن اور روزمرہ کے خرچ کی آخر سب روح
ایکدن ختم ہو جاوینگے اور پھر پرمیشر دنیا پیدا کرنے سے قاصر اور عاجز رہیگا اور یہ امر خلاف اصول آریہ
سماج ہے غرض آریہ صاحبون کے اصول کے بموجب نہ پرمیشر کی توحید اور عظمت قائم رہتی ہے اور نہ مکتی
یافتہ روح کبھی ناگہانی آفت سے نجات پا سکتے ہین بلکہ اُس شخص کیطرح جسکو ایک دورۂ خاص پر مرگی کی
بیماری پڑتی ہے ایسا ہی روحین بھی ایک قسم کی بیماری مین ہمیشہ مبتلا رہینگی اور جیسے جیسے مکتی خانہ
سے نکالنے کا وقت نزدیک آتا جائیگا ویسا ہی جزع فزع مین مبتلا ہوتے جاوینگے خداوند کریم جلشانہ
قرآن شریف مین فرماتا ہے واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى
فان الجنة هى الماوى یعنے جو شخص اپنے پروردگار سے ڈر کر تزکیہ نفس کرے اور ماسوائے اللہ سے
منہ پھیر کر خدائے تعالےٰ کیطرف رجوع لے آئے تو وہ جنت مین ہے اور جنت اُسکی جگہ ہے یعنی خود
ایک روحانی جنت بباعث قوت ایمانی و حالت عرفانی اسکے دل مین پیدا ہو جاتی ہے جو اُس کے ساتھ
رہتی ہے اور وہ اُسمین رہتا ہے سو اسجگہ ماسٹر صاحب سے یہ بھی درخواست کرتا ہون کہ بمقابل اس آیت قرآنی
کے جو جاودانی اور لازوالی مکتی پر دلیل پیش کرتی ہے جو کچھ ویدین محدود مکتی کا فلسفہ بتلایا گیا ہے وہ
شرتی بھی اسجگہ پیش کر دین ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء

جواب لالہ مرلی دھر صاحب معہ جواب الجواب از طرف مؤلف رسالہ ہذا

قولہ ۔ مرزا صاحب فرماتے ہین کہ آریہ سماج والون کا اعتقاد یہ ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہین

کی اور کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہین ایسا ہی اُنکا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مکتی یعنے نجات ہمیشہ کو
لئے کسی انسان کو نہین ملسکتی بلکہ ایک مدت مقررہ تک مکتی خانہ مین رکھکر پھر اُس سے نکالا جاتا ہے یہ
بیان مرزا صاحب کا بہت کچھہ فرق آریہ سماج کے اصولون سے رکھتا ہے جو آگے ظاہر کیا جاویگا

اقول۔ جاننے والے خوب جانتے ہین کہ اس بیان مین ذرہ فرق نہین بلاشبہ آریہ سماج والون کے یہ
دونون اعتقاد ہین جنپر تناسخ یعنے آواگون کی بنیاد ہے اگر کچھہ فرق تھا تو آپ نے ظاہر کیا ہوتا آپ نے
وعدہ تو کیا کہ آگے جاکر اس فرق کو بیان کرینگے مگر کسی جگہ بیان نہ کیا کہ یہ فرق ہے بلکہ آگے جاکر تو بقول
شخصے کہ دروغگو را حافظہ نباشد آپ نے صاف اقرار کر دیا کہ ایسا ہی اعتقاد آریہ سماج والے رکھتے ہین اصل
بات تو یہ ہے کہ آپ لوگون کے دل بھی اِس بات پر شہادت دیتے ہین کہ یہ وید کے دونون اصول سخت درجہ کے
مخالف عظمت و قدرت و توحید و شان الٰہی ہین اسی واسطے کبھی کبھی لوگون کے شرم سے آپ لوگون کی
طبیعت اخفا کی طرف رجوع کر جاتی ہے مگر ایسی باتون کو آپ کیونکر چھپا سکتے ہین جو پنڈت دیانند صاحب
کے قلم سے مشتہر ہو چکی ہین خویش و بیگانہ اسپر اطلاع پا چکے ہین۔ ماسٹر صاحب؟ آپ برا نہ مانین آپ کے
وید کی ایسی ایسی تعلیمون نے ناستک مت والون (دہریون) کو بہت کچھہ مدد دی ہے اگر غور سے دیکھا
جائے تو آریہ صاحبون کا وید ایک ایسا خدا بتاتا ہے جس سے حق ہر آدمی ضرور ہے کہ نفرت کرے وہ اپنے
پرمیشر کو اپنی بادشاہی کا خود موجب نہین سمجھتے بلکہ ایسا خیال کرتے ہین کہ وہ بادشاہت کسی بخت و اتفاق
سے اُسکو ملی ہے یعنے اُسکی خوش قسمتی سے چند ارواح اور اجسام بنے بنائے اُسکو مل گئے ہین اور شاید
ابھی ارواح اور اجسام کا کوئی اور دفینہ بھی کسی جگہ پوشیدہ ہو جسکی ہنوز پرمیشر کو اطلاع نہین ہوئی مگر کیا یہ
ایسا اعتقاد ہے جسکو عظمت و قدرت و شان کبریائی حضرت اللہ جلشانہ کے مطابق کہہ سکتے ہین خدا تعالیٰ
وہ کامل ذات ہے جو تمام فیوض کا مبدا اور تمام انوار کا سرچشمہ اور تمام چیزون کا قیوم اور تمام خوبیوں کا
جامع اور تمام کمالات کا منبع اور عجز اور نقص اور احتیاج الی الغیر سے پاک ہے لیکن تم سوچکر دیکھو کہ کیا
یہ صحیح نہین ہے کہ ارواح اور اجسام کو غیر مخلوق اور خود بخود ماننے سے اُن تمام صفات کاملہ الٰہیہ
مین سے کوئی بات بھی قایم نہین رہ سکتی اور ایک سخت صدمہ اُسکی شان خدائی پر پہنچتا ہے کہ اُسمین
سے کچھہ باقی بھی نہین رہتا۔

ایک ادنیٰ درجہ کی عقل بھی سمجھہ سکتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے ایک ہونے کے یہی معنے ہین کہ وہ حقیقت

وجود اُسی کا وجود ہے اور باقی سب چیزین اُسی سے نکلی ہین اور اُسی کے ساتھ قایم اور اُسی کے رشحات فیض سے اپنے کمالات مطلوبہ تک پہونچتی ہین مگر افسوس کہ آریون کا علم آلہی اِسکے برخلاف بتلا رہا ہے اُنکی کتابین اُنہین وا ہیون سے پُر ہین کہ ہم بھی پرمیشر کیطرح قدیم اور غیر مخلوق اور انادی اور اُسکی مشابہ اور اپنے اپنے وجود کے آپ خدا ہین نہین سوچتے کہ اگر وہ بھی قدیم الذات اور قایم بذاتہ اور واجب الوجود ہین تو پھر خدا جیسے ہوکر اُسکی ماتحت کیون ہو گئے اور کِسنے ورمیان دونون مین تعلق پیدا کر دیا افسوس کہ اِن لوگون نے عقیدہ باطلہ وید سے ایسی محبت کی ہے کہ خدائے تعالی کی عظمت اور کمالیت کے لئے ذرہ غیرت باقی نہین رہی اور اِس عقیدہ مذکورہ بالا کے بدتر اثر نے اُنکا کچھہ باقی نہین چھوڑا اور اِسی بداعتقاد کا بداثر جاودانی نجات کا بھی رہزن ہوا ہے اور اِسکی نحوست سے آریہ مت کے دفتر مین ایک ہنگامہ مفاسد برپا ہو رہا ہے کیونکہ خدائتعالی کی ذات وصفات کو صیحح یا غلط طور پر جاننا ایک ایسا امر ہے کہ اُسکا اثر (جیساکہ ہو) تمام باقی اصولون پر پڑتا ہے اگر اُسمین صلاحیت ہو تو دوسرے اصول بھی صلاحیت رکھتے ہین اور اگر اُسمین فساد ہو تو وہ فساد دوسرے اصولون مین بھی سرایت کرتا ہے اِسی جہت سے اصل الاصول کے بگڑنے سے آریون کے سب عقاید کی ستیاناس ہوئی ہے اور سب خیالات کو اِس ایک ہی بگڑے ہوئے خیال نے تہ وبالا کر دیا ہے اور اب جب تک اِس کی اصلاح نہ ہو تب تک باقی خراب شدہ خیالات کسی نوع سے درستی پر نہین آسکتے اب حقیقت مین آریون کو بڑی مشکل پیش آگئی ہے اب اِن دونون وید اور پرمیشر سے ایک کو ضرور چھوڑنا پڑیگا *

یہ بات ایک لڑکا بھی سمجھہ سکتا ہے کہ اگر سب ارواح اور اجسام خود بخود پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی ہین اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہین* تو پرمیشر اِس دعوی کا ہرگز مجاز نہین رہا کہ مین اِن چیزون کا رب اور پیدا کنندہ ہون کیونکہ جبکہ اِن چیزون نے پرمیشر کے ہاتھہ سے وجود ہی نہین لیا تو پھر ایسا پرمیشر اِن کا رب اور مالک کیونکر ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی بچہ بنا بنایا آسمان سے گرے

* حاشیہ۔ خدا بمعنے خود آئندہ ہے اور خدائے تعالے جلشانہ اسیوجہ سے خدا کہلاتا ہے کہ وہ کسیکے پیدا کرنیکے بغیر خود بخود ہے سو اگر ارواح و اجسام بھی خود بخود ہین تو وہ سب خدا ہی ہوئی اور بموجب اصول آریہ کے اُنکو بھی خدا کہنا جائز بلکہ واجب ہوا۔ منہ

یا زمین کے خمیر سے خود بیدا ہو جاوے تو کسی عورت کو یہ دعوی ہرگز نہیں پہنچتا کہ یہ میرا بچہ ہے بلکہ اُسکا بچہ وہی ہوگا جو اُسکی پیٹ سے نکلا ہے سو جو خدا کے ہاتھ سے نکلا ہے وہی خدا کا ہے اور جو اُسکے ہاتھ سے نہیں نکلا وہ اُسکا کسی طور سے نہیں ہو سکتا کوئی صالح اور بھلا مانس ایسی چیزون پر ہرگز قبضہ نہیں کرتا جو اُسکے نہوں تو پھر کیونکر آریون کے پرمیشر نے ایسی چیزون پر قبضہ کرلیا جو قبضہ کرنیکا اُسکو کوئی استحقاق نہیں سو سوچنا چاہیے کہ یہ بات کسقدر مکروہ اور دور از حقانیت ہے کہ مالک الخلق اور رب العالمین کو اُسکی مخلوقات سے جواب دیا جاتا ہے اور جو اصل حقیقت خدائی کی اُس سے اُسکو الگ کیا جاتا ہے ہم سچ سچ کہتے ہین کہ اگر ہندؤن کے وید مین کوئی اور غلطی نہ ہوتی تو اُسکے مخالف حق ہونے کے لئے یہی ایک بڑی دلیل تھی کہ خدا تعالی کی صفات حقہ کے بیان کرنے مین اُس نے ایسی رہزنی کی ہے کہ جو خدا تعالے کی خدائی قایم ہونے کے لئے بہت ضروری امر تھا وہی اُس نے جڑھ سے اُکھیڑ دیا ہے ۔

ایسا ہی ذرا سوچکر معلوم کرلینا چاہئے کہ اگر یہ تمام روحین جنکے پیدا کرنے کی پرمیشر کو طاقت نہین ہمیشہ کے لئے مکتی پاجائین تو پھر پرمیشر بجز اسکے کہ مجبوری کے طور پر خالی ہاتھ بیٹھا رہے اور کیا کرسکتا ہے تو اس صورت مین وہ اصول آریہ سماج والون کا جو دنیا کا سلسلہ ہمیشہ بنا رہتا ہے کیونکر قایم رہ سکتا ہے اب ظاہر ہے کہ آپ لوگون کے اعتقاد کے رو سے پرمیشر کی بادشاہت صرف مخلوق روحون کے سہارے سے چل رہی ہے اور اگر یہ کہو کہ پرمیشر روحون کو کبھی جاودانی مکتی نہین دیگا تو پھر کیونکر سلسلہ دنیا کا منقطع ہوگا اور کیونکر پرمیشر مجبور ہوکر خالی بیٹھیگا تو ہم کہتے ہین کہ ایراد اعتراض کے لئے محض فرض کرنا نجات ابدی کا جو امور ممکنہ مین داخل ہے کافی ہے کیونکہ فن فلسفہ مین امور جائز الوقوع مین صرف انکی فرض وقوع پر بحث کیجاتی ہے نہ تحقق فی الخارج مین فلسفی کو اس سے کچھ غرض نہین کہ وہ امر وقوع مین آیا یا نہ آیا بلکہ فلسفی قطع نظر وقوع لا وقوع سے صرف مادہ جواز پر برہان قایم کرتا ہے ۔ مثلاً فلسفی کہتا ہے کہ اگر زید ایک تولہ زہر کھاوے تو بیشک مریگا کیونکہ صدہا مرتبہ کا تجربہ صحیحہ وصادقہ اسبات پر شہادت دے رہا ہے پس اسکے جواب مین یہ معارضہ کہ زید نے عہد کیا ہوا ہے کہ مین ہرگز زہر نہین کھاؤنگا حجت کو اٹھا نہین سکتا کیونکہ گو زید زہر کھانا نہین چاہتا اور فرض کیا کہ اُسنے عہد کیا ہوا ہے کہ مین ہرگز زہر نہین کھاونگا لیکن عند العقل اُسکا زہر کھانا اور مرنا ممکن ہے اسیواسطے صناعت منطق مین قضیہ ضروریہ مطلقہ سے قضیہ دائمہ

مطلقہ کو اخص مطلق قرار دیا گیا ہے مثلاً یہ قضیہ کہ ہر ایک انسان بالضرورت حیوان ہے یعنی حیوانیت ہر ایک انسان کے وجود کو صفت ضروری ہے کہ جو اُسکے وجود سے منفک نہیں ہو سکتی یہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور یہ دوسرا قضیہ کہ زید جو وکیل ہے ہمیشہ مقدمہ مین فتح پاتا ہے دائمہ مطلقہ ہے پس یہ جو دائمہ مطلقہ ہے قضیہ ضروریہ مطلقہ سے اسیواسطے اخص سمجھا جاتا ہے کہ گو فتح پانا زید کا مثل مفہوم ضروریہ مطلقہ کے جمیع اوقات مین پایا جاتا ہے اور ہمیشہ زید مقدمہ کو جیتا ہے لیکن اُسکا جیتنا اور فتح پانا عند العقل ضروری نہ برخلاف قضیہ ضروریہ مطلقہ کے کہ اُسمین دوام نسبت حیوانیت کا انسان سے جو موضوع قضیہ ہے ضروری ہے کیونکہ عقل ہارنا اور شکست کھانا زید کا تجویز کرسکتی ہے گو ابتک ایک ظاہری اتفاق سے زید ہارا نہین اور نہ کبھی شکست کہائی لیکن کوئی عقل سلیم سلب نسبت حیوانیت کا انسان سے تجویز نہین کرسکتے غرض جو امر عند العقل ممکن الوقوع ہے خارج مین اُسکا واقع ہونا شرط نہین اور نہ وقوع فی الخارج اور امکان فی النفس الامر مین کسی طرح کا تلازم ذہنی ہے پس اسی دلیل سے روحوں کا انادی ماننا نہ صرف خدا تعالےٰ کے ازلی جلال اور اُسکی صفت ربوبیت اور مبدء فیوض ہونیکو صدمہ پہنچاتا ہے بلکہ اُسکی ابدی خدائی اور قدرت نمائی کا بھی جو مدار کاروبار الوہیت ہے بکلّی استیصال کرکے اُسکے نام و نشان کو مٹانا چاہتا ہے غرض یہ اصول اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا دشمن ہے *

ایسا ہی اسکا بد نتیجہ جو نجات محدود ہے ہر وقت یہ بات یاد دلاتا ہے کہ خدائے تعالےٰ بوجہ خالق نہونے کے ناقص القدرت تھا اور بغیر مکتی محدود کے اُسکی خدائی نہین چل سکتی تھی اسلئے مجبوراً اُس نے مکتی کو محدود رکھا گویا لوگون کو اپنی بد قسمتی سے ایک ادھورا خدا ملا جو نجات جاودانی دینے پر قادر ہی نہ تھا اسلئے اُسکے بد قسمت بندے ہمیشہ کے لئے نجات پانے سے رہ گئے اور اسجگہ پرمیشر کا خیر خواہ بنکر مکتی محدودہ کا یہ جواب دینا کہ انسان دائمی مکتی پانے کا حق نہین رکھتا اسلئے پرمیشر اُسکو دائمی مکتی نہین دیتا ایک ہنسی کی بات ہے کیونکہ پرمیشر تو بوجہ اپنے ضعف اور عجز اور ناطاقتی کے کسی وجہ سے دائمی مکتی دے ہی نہین سکتا اور نہ ایسی قدرت رکھتا ہے تو پھر اسصورت مین بندہ کے اعمال کا ذکر کرنا ہی فضول ہے کیا بندہ اپنے دائمی ایمان اور وفاداری کی وجہ سے دائمی جزا کا مستحق نہین ٹھہر سکتا لیکن جب پرمیشر مین طاقت ہی نہین تو دائمی مکتی کون دیوے اور اگر پرمیشر دائمی نجات دینے کا ارادہ بھی کرے۔ تو کیا کرسکتا ہے۔ اب دیکھو کسقدر آریہ صاحبان اپنے پرمیشر کی ہتک کر رہے ہین ہم کیونکر باور کرین کہ وہ

اِس قدر موٹی بات کو بھی سمجھتے نہیں یا کیونکر ہم تسلیم کرلیں کہ اُن کی انسانی فطرت ایسی مسخ ہو گئی ہے کہ ایسی صاف صاف صداقتیں بھی اُن کی ٹیڑھی نظر میں غلط دکھائی دیتی ہیں بلکہ سارا موجب قوم اور برادری کے پاس ہے جسکے باعث سے لاکھوں دنیا پرست خدا کو اور اُسکی پاک راہوں کو چھوڑ دیتے ہیں *

اے ز تعلیم وید آوارہ *	منکر از فیض بخش ہموارہ
آن قدیرے کہ نیست زو چارہ	نزد تو عاجز ست و ناکارہ
بشنوی گر لبو بحق روئے	شور قالو بلیٰ ز ہر سوئے
آنکہ با ذات او بقا و حیات	چون نباشد بدیع ما آن ذات
ناتوانی ست طور مخلوقات	کے خدا این چنین بود ہیہات
کے پسندد خرد کہ ربّ قدیر	ناتوان باشد و ضعیف و حقیر
نظرے کن بہ شان ربّانی	داورے ہا بہ کن بہ نادانی
اینچہ دین ست و اینچہ آئین ست	کہ خدا ناتوان و مسکین ست
گر بدین دین و کیش ہستی شاد	ہائے عمر را دہی برباد

قولہٗ ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ (آریہ سماج والوں کے اعتقاد کے رو سے) مکتی شدہ شخص مکتی خانہ سے نکالا جاتا ہے اِسکا جواب یہ ہے کہ آریہ سماج کے اصولوں کے موافق کوئی مکتی خانہ علیحدہ عمارت نہیں *

اقول ۔ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے اعتراض تو یہ تہا کہ روحوں کو انادی اور قدیم اور پرمیشر کی طرح واجب الوجود اور غیر مخلوق ماننے سے پرمیشر ایسا کمزور اور مجبور ٹھہر جاتا ہے کہ وہ کسی طرح روحوں کو دائمی نجات دینے پر قادر نہیں ہو سکتا گو ارادہ بھی کرے کیونکہ دائمی نجات دینے سے اُسکی خدائی کا سلسلہ دور ہو جاتا ہے آپ اِسکا جواب دیتے ہیں کہ مکتی خانہ کوئی علیحدہ عمارت نہیں جس سے نکالا جائے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قسم کا جواب ہے جہالت میں اولوں کا بالاتفاق یہ اصول ہے کہ ہمیشہ کے لئے کسی کی مکتی نہیں ہو سکتی کوئی اوتار ہو یا رشی ہو یا منی ہو بلکہ کچھہ مدت تک نجات دیکر پہر اُس دارالنجات سے دارالتناسخ کیطرف بہیجے جاتے ہیں اور مختلف جونوں میں گردش کرتے کرتے کیڑوں مکوڑوں تک نوبت پہنچتی ہے

تو پھر کیا یہ اصول ماسٹر صاحب کو یاد نہیں یا وہ اپنے ہم خیال لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور اگر ماسٹر صاحب کو
لفظی تشریح کے طور پر اعتراض ہے کہ مکتی خانہ کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے کیا کوئی اینٹوں یا پتھروں
کی عمارت ہے جسکو مکان کہنا چاہئیے تو ہمیں صرف ماسٹر کے اعتقاد پر افسوس نہوگا بلکہ انکی علمیت
محاورہ دانی پر بھی نہایت افسوس ہوگا کیا ماسٹر صاحب نہیں جانتے کہ تمام الفاظ تحقیقی طور پر ہی مستعمل نہیں ہوا
کرتے بلکہ مجازات و استعارات بھی استعمال ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ایک بوتل
شربت کی پی لی یا ایک رکیبی چاولون کی کھائی تو کیا ماسٹر صاحب اس سے یہ سمجھیں گے کہ اُسنے بوتل
اور رکیبی کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھا لیا ہے اسی طرح خانہ (یا دار) کا لفظ کئی محلون اور موقعون پر بولا
جاتا ہے اور ہر جگہ اینٹوں یا پتھروں کی عمارت مراد نہیں ہوتی سو جس حالت میں آریون کے نزدیک دنیا
دار التناسخ ہے تو کیا بیجا ہوا اگر بمقابل اسکے دوسرے جہان کا نام دار النجات کر (مکتی خانہ) رکھا گیا۔
اگر اب بھی ماسٹر صاحب کے دل کو کوئی وہم پکڑتا ہو تو کسی اپنے زیرک بھائی کو پوچھ کر
دیکھ لیوین ؛

قولہ - مرزا صاحب اپنا اعتقاد یاد کریں کہ اُنہوں نے مانا ہوا ہے کہ انسان بعد مرنے کے نجات پاکر
ایک مکان بہشت میں رہیگا جہان عمدہ باغ خدا نے لگا یا ہوا ہے اچھی اچھی عورتیں یا حوریں موجود
ہیں - نہریں شراب وغیرہ کی جاری ہیں - غرض نجات کی حالت میں بھی دنیاوی سامان موجود ہے
اس سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ وہان وہ باتیں بھی موجود ہونگی جو یہان ممنوع ہیں - مثلاً
شراب اور بہت سی عورتیں مگر ایسا نہیں بلکہ نجات شدہ لوگ بڑے انند اور خود مختاری کی حالت
میں رہینگے ؛

اقول - اے ماسٹر صاحب آپ یہ بے اصل باتیں منہ سے نکالتے ہوئے کچھ شرم تو کریں اتنا جھوٹ
کیونکر ہضم ہوگا بھلا جب حسب اصول آپکے نجات یافتہ لوگ ایک مدت مقررہ کے بعد مکتی خانہ سے
نکال باہر کر دیئے جائینگے اور انکے رونے چلانے پر کچھ رحم نہیں کیا جائیگا بلکہ بڑی سختی سے خلاف
مرضی انکے حکم اخراج عمل میں آئیگا اور بڑی ذلت اور رسوائی سے بقول شخصے کہ (یا بدست دگرے دست
بدست دگرے) مکتی خانہ سے باہر پھینکے جائینگے تو کیا اُسوقت اُن کے لئے وہ مرگ نزع کا نمونہ بلکہ
اُس سے بدتر نہیں ہو جائیگا تو پھر اُس مجبورانہ مصیبت کے وقت خود مختاری کہان رہیگی اور انند کیا ہوگا

آپ کہتے ہین کہ نجات شدہ لوگ بڑی خوشی اور آنند مین رہینگے افسوس ہے آپکی سمجھ پر کیا ایسے مقام
مین بھی کوئی کامل خوشی میسر آسکتی ہے جسمین انکا پہر جانے اور پہر دوسری مرتبہ کروڑہا برسون کی مصیبتون
کا دغدغہ درپیش ہے اور ہر دم یہی فکر ان کو کہا رہا ہے کہ اب تہوڑے عرصہ کے بعد بیشمار ذلتون اور
رسوائیون کا منہ دیکہنا ہوگا - پھر کیڑے مکوڑے کتے بلے بننا ہوگا پھر ایک گناہ کے بدلے مین لاکہون جنمین
بھگتنی ہونگی اور زمانہ دراز اور مدت غیر معین تک دکھون دردون کو اُٹہانا ہوگا - کیا جسکو اسقدر یقینی
اور قطعی طور پر غم درپیش ہے اور غم بھی کیسا غم کہ لاعلاج وہ بھی خوش رہ سکتا ہے سو آپ کس مُنہ سے کہہ
سکتے ہین کہ جس مکتی خانہ کا وید نے ذکر کیا ہے وہ بڑے انند اور خودمختاری اور خوشی کی جگہ ہے آپکے
مُکتی خانہ سے خدا کی پناہ اگر ایسا ہی پرمیشر اور ایسا ہی اُسکا مکتی خانہ ہے تو پہر بدقسمت زاہدون عابدون
کے لیئے اِسجگہ بھی رونا اور اُسجگہ بھی رونا ہی ہوگا -

رہا آپکا یہ اعتقاد کہ مسلمانون کی بہشت مین دنیوی نعمتین بہی موجود ہونگی تو یہ کچھ اعتراض کی بات
نہین بلکہ اِس سے تو آپکو اور آپکے پرمیشر کو بہت شرمندہ ہونا چاہئیے کیونکہ مسلمانون کے خداوند قادر
اور غنی مطلق نے تو دائمی اور جاودانی طور پر سب کچھ اپنے بے انتہا خزانون سے عالم آخرت مین قرآن
شریف پر ایمان لانے والون کو عطا کیا ہے اور روحانی اور جسمانی دونون طور کی نعمتین مرحمت فرمائین
کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُسکے سچے پرستار اِس دنیا مین صرف روح ہی سے اُسکی بندگی اور اطاعت نہین
کرتے بلکہ روح اور جسم دونون سے کرتے ہین اور خلقت انسانی کا کمال صرف روح ہی سے ہی پیدا نہین
ہوتا بلکہ جسم اور روح دونون کے امتزاج و اختلاط سے پیدا ہوتا ہے سو اُسنے فرمانبردارون کو سعادت تامہ
تک پہونچانیکے لئے اور اُنکو پورا پورا اجر دینے کے لیئے نجات جاودانی کی لذات کو دو قسم پر مشتمل کیا
اپنے محبوبانہ دیدار کی لذتین بھی دین اور اپنی دوسری نعمتین بھی بارش کی طرح اُنپر برسائین غرض وہ کام کر
دکھایا جو اُس قادر عظیم الشان کی قدرتون اور عظمتون اور بے انتہا نعمتون کے لائق ہے مگر آپکا
پرمیشر تو مفلس اور دیوالیہ ہی نکلا اور اپنی عاجزی اور درویشی اور مفلسی اور ناطاقتی اور بے اختیاری کے
باعث سے آپ لوگون کو کسی ٹھکانہ نہ لگا سکا اور نہ کوئی مستقل خوشی پہنچا سکا غرض کچھ بھی نہ کر سکا - نہ
روحانی نعمتین ہمیشہ کے لئے دے سکا نہ جسمانی اور دونون طور سے آپکو ناکام اور نامراد اور محروم اور
بے نصیب رکھا اور جسکے لئے مرتے تھے اور جان نثاری کرتے تھے وہ ایسا نامنصف اور بے سمجھ اور

سو رکھہ اور یہ بہی بخبر نکلا کہ اُسنے تمہاری روحانی اور بدنی مشقتون کا کچھہ بہی قدر دانی کیا اور اپنی اُلٹی سمجھہ سے سب شفاف وفا داریون اور جان نثاریون کو چند روزہ مزدوری خیال کر لیا کیا ایسے بخیل اور ناطاقت اور بے سمجھہ پرمیشر سے محبتین بڑھہ سکتی ہین اور صفائی کامل سے کوئی دل رجوع ہو سکتا ہے ہرگز نہین بلکہ اُسکی قدرت اور سخاوت اور قدر شناسی کی حقیقت کہلنے سے جب تپ کرنیوالون کی روحین بہت ہی افسوسناک اور ماتم ہونگی کہ اگر یہی پرمیشر اور یہی اُسکی مکتی تہی تو ہمنے خواہ مخواہ کی ٹکرین کیون مارین اور مکتی خانہ سے نکالے جانیکے وقت ضرور مضمون اس شعر کا ورد کر پڑھتے ہونگے ؎

اب تو کچھہ سمجھہ کے جان تجھہ پہ کرینگے قربان　　ہم تو اُس روز کو پچھتاتے ہین جب دل ہی دیا

سو خدائی کے کام وہ ہین تو یہ اور چارہ سازی اور بندہ نوازی اُسکو کہتے ہین نہ اسکو ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور سچ تو یہ ہے کہ وید کے رو سے اس ناکارہ اور ناقص مکتی کا ملنا بہی آپ لوگون کے لئے محال ہے اور آپکے پرمیشر نے محض ٹالنے کی غرض سے مکتی کے ملنے مین ایسی دشواریان ڈال دی ہین جو ممکن ہی نہین کہ آپ لوگ اُن سے مخلصی پاسکین بہلا جب ایک گناہ کے لئے ایک لاکہ اور کئی ہزار جون کی سزا ٹہری اور ایک طرفۃ العین یعنے ایک پلکارہ بہی خدا تعالی سے غافل ہونا گناہ ٹہرا تو پہر مکتی پانے کی کون سی راہ باقی رہی سو اگر آپ لوگ حقیقت حال کو سوچین تو اپنی نوامیدی کی حالت کو دیکہہ کر ماتم کرین اور سوگ مین بیٹھین کیونکہ پرمیشر نے تو ایک طرح سے مکتی دینے سے آپ لوگون کو جواب دیدیا ہے کیونکہ نہ نومن تیل ہوگا نہ رادہا ناچیگی۔ کیا اس زندگی موجودہ مین کوئی شخص آپ لوگون مین سے دعوے کر سکتا ہے کہ مینے کبہی کسی قسم کا گناہ نہین کیا نہ صغیرہ نہ کبیرہ اور نہ کبہی جھوٹ زبان پر آیا اور نہ کبہی کسیکو زبان یا ہاتھہ یا آنکھہ وغیرہ سے ستایا اور نہ کبہی مال ناجائز کھایا اور نہ کبہی ایک سکینڈ بہی اپنے پرمیشر کو بھلایا اور نہ کسی اور قسم کا گناہ یا بد خیال دل مین آیا مین جانتا ہون کہ ایسا دعوے کرنا ممکن ہی نہین تو پہر کسی آئندہ جون کا بہی اسی پر قیاس کر لیجئے کیونکہ اس دار الغفلت دنیا مین گناہ انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہے اور جیسے فطرتی خواص اس موجودہ زندگی مین آپ سے الگ نہین ہو سکے ایسا ہی کسی آئندہ جون مین دنیا مین آکر اُن فطرتی خواص کا بکلی دور ہو جانا ممتنع اور محال ہے بعض موٹی سمجھہ کے آدمی جنکو بباعث اپنی نادانی اور نقصان علمی کے گناہ کی فلاسفی معلوم نہین وہ شاید یہ

اپنے کمال درجہ کی سادہ لوحی سے ایسا خیال کرتے ہونگے کہ گویا گناہ انہیں دو چار باتون کا نام ہے کہ انسان
ارتکاب زنا یا خون یا شہادت دروغی پر دلیری کرے یا کسی کی جگہ پر آگ لگادے یا کسیکی گانٹھ کترے اور پھر
جب اِن چند معدود اور مشہور جرائم کو چھوڑ دے تو پھر گناہ سے بکلی پاک اور صفا ہوگیا اور اپنے پرمیشر
کو کہہ سکتا ہے کہ اب تیرے حقوق سب مینے ادا کردیئے اور جو کچھ کرنا میرے پر تھا جب تھا سب کچھ
مین کر گذرا - لیکن درحقیقت یہ خیال سراسر غلط بلکہ بھاری گناہ ہے جو انسان اپنے تئین بے گناہ اور
خدائے تعالے کے سارے حقوق کو ادا کرنیوالا خیال کرے اسیوجہ سے راستبازون اور مقدسون نے
طریق تواضع اور فروتنی اور استغفار کو لازم پکڑا اور کبھی دعوی نہین کیا کہ مین بکلی نیک اور بے گناہ
ہون حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی نے کہا کہ اے نیک استاد تو آپ نے یہ پیارا اور دلکش جوابدیا
کہ مین نیک نہین ہون مین ایک گنہگار آدمی ہون تُو مجھے کیون نیک کہتا ہے - سبحان اللہ معرفت
الٰہی انہین پاک لوگون کے حصہ مین آئی تھی جنہون نے ایسے ہی تقدس کی حالت مین بھی اپنے تئین
بیگناہ اور نیک نہین سمجھا اور حقیقت مین اس سے بڑھکر اور کوئی گناہ نہین کہ اپنے تئین بے گناہ
خیال کیا جائے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ گناہ انسان کی سرشت کو ایک لازم غیر منفک ہے جسکا تدارک صرف
رحمت اور مغفرت الٰہی کرسکتی ہے نہ کوئی اور چیز اور اگر خدا تعالی ہر یک گناہ پر سزا دینے لگے اور استغفار
اور توبہ قبول نہو اور فضل شامل حال نہو تو بندہ کبھی نجات نہین پاسکتا مثلاً اگر یہ سزا ہندون کے اصول
کے طور پر دیجائے یعنی جونون مین ڈالا جائے تو اگرچہ ہندون کا پرمیشر قطع نظر ایک لاکھ جون کے ایک گناہ
کے عوض مین صرف ایک جون کی سزا پر ہی کفایت کرے تب بھی اس بے انتہا سلسلہ کا انقطاع
محال ہے چہ جائیکہ ایک گناہ کے بدلے مین دو لاکھ کے قریب جون بھگتنی پڑی اور پھر اُس گناہ
سے فراغت ہوکر دوسرے گناہ کی سزا شروع ہو اور ایک طرف بندہ سزائین پاتا
جائے اور ایک طرف نئے گناہ جو اُسکی فطرت کو لگے ہوئے ہین اور ہر دم اور ہر لحظہ اُس سے صادر
ہورہے ہین انبار کے انبار جمع ہوتے جائین پس جبکہ حقیقت گناہ یہ ہے اور اس سے مخلصی پانا
عند العقل محال ہے تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ اگر مکتی پانا اسی بات پر موقوف ہے کہ کسی قسم کا گناہ باقی نرہے
اور کسی نوع سے خطا صادر نہوسکے تو آریون کے مکتی پانیکے کوئی لچھن نظر نہین آتے اور فرض کے طور پر
اگر مان بھی لین کہ کوئی آریہ ان سب شرائط کو بجا لاکر کسی سلسلہ مین مکتی پاجائیگا تو پھر بھی مکتی پانا نہ پانا

اُسکا برابر ہوگا کیونکہ صرف تھوڑے سے عرصہ تک مکتی خانہ مین پتھر کیطرح پڑا رہیگا اور پھر جیسا کہ ہم ابھی
بیان کر چکے ہین پرمیشر اپنی تلون مزاجی سے اُسپر سخت ناراض ہو کر سخت ذلیل اور رسوا کرکے اُسکو باہر
نکال دیگا اور چورون کیطرح ہاتھون مین اُسکے مجبوری کی ہتھکڑی ہوگی اور پاؤن مین روک کا زنجیر
اور گردن مین پرمیشر کی خفگی کا ایک بڑا لمبا رسہ ہوگا اور پھر اُس بدبخت کو خواہ وہ اوتار ہو یا کوئی ایسا رشی
ہو جسپر کوئی وید اُترا ہے یا کوئی دوسرا رکھی منی یا بھگت غرض کوئی ہو اُسکو کھینچتے کھینچتے دُنیا کی اسی
گڑھے مین اُلٹا کرکے پھینک دینگے جس سے وہ بیچارہ کروڑون برس بلکہ ہزارون ارب تک جان
مارکر اور روپیٹ کر اتفاقاً نکل آیا تھا ۔ یہ آپ لوگون کا پرمیشر ہے اور یہ اُسکی مکتی ہے اور یہ اُسکا انعام و
اکرام ہے اور یہ اُس کا ابتدا و انجام ہے سو ایسے پرمیشر کو دور سے ہی سلام ہے ۔ ایسے پرمیشر کے
یہ شعر مطابق حال ہے ؎

بادوستان چہ کردی کہ کنی بدیگران ہم ۔ حقّا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

اور اگر ماسٹر صاحب کا اعتراض سے یہ مطلب ہے کہ اسلامی بہشت مین صرف دنیوی نعمتون کا
ذکر ہے وصال الٰہی اور روحانی لذات کا کہین ذکر نہین تو ہم اِس جھگڑے کے فیصلہ کرنے کے لئے یہ
عمدہ طریق سمجھتے ہین کہ ماسٹر صاحب کسی اخبار کے ذریعہ سے پختہ طور پر ہمکو یہ اطلاع دین کہ ہان میری یہی
رائے ہے کہ قرآن شریف مین وصال الٰہی اور لذات روحانی کا کہین ذکر نہین مگر وید مین ایسا
بہت کچھہ ذکر ہے تو اِس صورت مین ہم وعدہ کرتے ہین کہ صرف تین یا چار ہفتہ تک ایک مستقل
رسالہ اِسی بارہ مین بغرض مقابلہ وید و قرآن تیار کرکے جہانتک ہوسکے بہت جلد چھپوا دینگے اور سو روپیہ
بطور انعام ایک نامی اور فاضل برہمو صاحب کے پاس جو آریون کے بھائی بند ہین امانت رکھہ دینگے
پھر اگر ماسٹر صاحب بپابندی اپنے چارون ویدون کی سنگتا کے جنکو وہ الہامی سمجھتے ہین روحانی
لذات اور وصال ربانی کے بارے مین جو نجات پایون کو حاصل ہوگا قرآن شریف کا مقابلہ کرکے
دکھلا دین اور وہ برہمو صاحب اُسکی تائید اور تصدیق کرین تو وہ سو روپیہ ماسٹر صاحب کا ہوگا
ورنہ بجائے اُس سو روپیہ کے ہم ماسٹر صاحب سے کچھہ نہین مانگتے صرف یہی شرط کرتے ہین کہ مغلوب
ہونیکی حالت مین ایسے وید سے جو بار بار انہین ندامت دلاتا ہے دست بردار ہو کر اسلام کی سچی
راہ کو اختیار کرلین (یار غالب شو کہ تا غالب شوی) اور اگر ماسٹر صاحب اِس رسالہ کی اشاعت سے

دیدیا گیا ہے تاکہ جاذب ہے اور ایسا مضمون کسی نے شائع نہیں اور نہ اپنے کسی رسالہ میں شائع کیا تاکہ ناظرین آپ لوگ سمجھ جائیں کہ وہ بھاگ گئے ۔

رہا یہ اعتراض کہ شراب جو دنیا مین بھی ممنوعات اور محرمات مین سے ہے وہ کیونکہ بہشت مین روا ہو جائیگی اسکا جواب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے کہ بہشتی شراب کو اس دنیا کی فساد انگیز شرابون سے کچھ مناسبت نہین جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

و سقاھم ربھم شرابا طھورا - ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا عینا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا ۔ ترجمہ یعنی جو لوگ بہشت مین داخل ہونگے اُنکا خدا اُن کو ایک ایسی پاک شراب پلائیگا جو اُن کو کامل طور پر پاک کر دیگی - نیک لوگ وہ جام پئینگے جسمین کافور کی آمیزش ہے یعنے اُنکے دل وہ شراب پیکر غیر کی محبت سے بکلی ٹھنڈے ہو جاوینگے - وہ کافوری شراب ایک چشمہ ہے جسکو اسی دنیا مین خدا کے بندے پینا شروع کرتے ہین وہ اُس چشمہ کو ایسا روان کر دیتے ہین کہ نہایت آسانی سے بہنے لگتا ہے اور وسیع اور فراخ نہرین ہو جاتی ہین یعنے ریاضات عشقیہ سے سب روکین اُنکی دور ہو جاتی ہین - اور نشیب فراز بشریت کا صاف اور ہموار ہو جاتا ہے - اور جناب الٰہی کی طرف انقطاع کلی میسر آکر معارف الٰہیہ مین وسعت تامہ پیدا ہو جاتی ہے - اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے :-

وکاس من معین - لا یصدعون عنھا ولا ینزفون ولا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما - وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا - ترجمہ اور شراب صافی کے پیالے جو آب زلال کی طرح مصفا ہونگے بہشتیون کو دیئے جائینگے وہ شراب اُن سب عیبون سے پاک ہوگی کہ درد سر پیدا کرے یا بیہوشی اور بدمستی اُس سے طاری ہو بہشت مین کوئی لغو اور بیہودہ بات سننے مین نہین آئیگی اور نہ کوئی گناہ کی بات سنی جائیگی بلکہ ہر طرف سلام سلام جو رحمت اور محبت اور خوشی کی نشانی ہے سننے مین آئیگا اُس دن مومنون کے منہ تر و تازہ اور خوبصورت ہونگے اور وہ اپنے رب کو دیکھین گے اور جو شخص اس جہان مین اندھا ہے وہ اُس جہان مین بھی

اندھا ہی ہوگا بلکہ انھون نے بھی کبھی نہ پی ہوگی - اب ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ وہ بہشتی شراب دنیا کی
شرابون سے کچھ مناسبت اور مشابہت نہین رکھتی بلکہ وہ اپنی تمام صفات مین ان شرابون سے مباین
اور مخالف ہے اور کسی جگہ قرآن شریف مین یہہ نہین بتلایا گیا کہ وہ دنیوی شرابون کی طرح انگور سے یا
قند سیاہ اور کیکر کے چھلکون سے یا ایسا ہی کسی اور دنیوی مادہ سے بنائی جائیگی بلکہ بار بار کلام الٰہی مین
یہی بیان ہوا ہے کہ اصل تخم اس شراب کا محبت و معرفت الٰہی ہے جسکو دنیا سے ہی بندہ مومن ساتھ
لیجاتا ہے - اور یہ بات کہ وہ روحانی امر کیونکر شراب کے طور پر نظر آجائیگا - یہ خدا تعالیٰ کے بھیدون
مین سے ایک بھید ہے جو عارفون پر مکاشفات کے ذریعہ سے کھلتا ہے اور عقلمند لوگ دوسری
علامات و آثار سے اسکی حقیقت تک پہونچتے ہین - روحانی امور کا جسمانی طور پر متمثل ہو جانا کئی
مقامات قرآن شریف مین بیان کیا گیا ہے - جیسا کہ یہ بھی لکھا ہے کہ تسبیح و تقدیس الٰہی کی باتین
پھلدار درختون کی طرح متمثل ہونگی اور نیک اعمال پاک اور صاف نہرون کی طرح دکھائی دینگے اسی کی
طرف دوسرے مقام مین اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے - کلمۃً طیّبۃً کشجرۃٍ طیّبۃٍ
اصلها ثابت وفرعها فی السّماء تؤتی اکلها کل حین یعنے پاک کلمات پاک درختون
سے مشابہت رکھتے ہین جنکی جڑھ مضبوط ہے اور شاخین آسمان مین اور ہمیشہ اور ہر وقت تر و تازہ
پھل دیتے ہین - ایسا ہی ایک مقام مین اللہ تعالیٰ نے امور ایمانیہ کو باغات سے تشبیہ دی ہے اور
اعمال صالحہ کو نہرون سے جو اس باغ کے نیچے بہتی ہین اور اسکی جڑون کو پانی پہونچا کر اس کو
تر و تازہ رکھتی ہین اور ایک جگہ قرآن شریف مین یہ بھی ذکر آیا ہے کہ جب عارف لوگ بہشت مین
کسی قسم کی لذت حسی طور پر پائینگے تو ان کو یقین ہوگا کہ یہہ لذات انہین روحانی لذات سے
مشابہ ہین جنکو ہم دنیا مین عشق اور محبت الٰہی کی وجہ سے پاتے تھے ایسا ہی قرآن شریف مین بہوت
مقامات مین اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ عالم آخرت مین جو جسمانی طور پر لذات بہشتیون کو دیجائینگی
حقیقت مین وہ سب روحانی لذات کے اظلال و آثار ہونگے اگر وہ سب مقامات قرآنی مقامات بحوالہ
آیات اسجگہ لکھے جائین تو اس رسالہ مین بہت سا طول ہو جائیگا سو ہم جیسا کہ وعدہ کر چکے ہین ایڈیٹر
صاحب کی درخواست سے یہ سب امور مفصل طور پر کسی الگ رسالہ مین تحریر کرینگے - اور واضح رہے کہ
لذات روحانی کا جسمانی طور پر متمثل ہونا جو بہشت کی نسبت بیان کیا گیا ہے کوئی ایسا امر نہین ہے جسکو

جدید اور دور از فہم خیال نہ تھا سے سمجھنا چاہئے کہ عالم رویا یعنے عالم خواب مین بھی (جو اس دوسرے
عالم سے بشدت مشابہ ہے گویا اسکی دوسری شاخ ہے) کئی امور معقولہ محسوس طور پر مشہود ہوتے
ہین چنانچہ ہر ایک عقلمند انسان اپنے ذاتی تجربہ سے عالم رویا مین معقولات کا محسوسات کے پیرایہ
مین متمثل ہونا بخوبی جانتا ہوگا مثلاً ہم کبھی سرور اور خوشی کی حالت مین جو ایک روحانی امر ہے عالم
رویا مین ایک نہایت سرسبز باغ دیکھتے ہین یا ہم سیر کرتے ہین یا عمدہ میوہ جات کا مشاہدہ کرتے ہین
جنکو ہم کھاتے ہین وہ تمثلات ہین جو ہمی روحانی خوشی اور راحت دلی ہے جو جسمانی طور پر ہمکو نظر
آجاتی ہے ایسا ہی کبھی غم کی حالت سانپ یا بچھو یا کسی درندہ یا زلزلہ کی شکل مین دکھائی دیتی
ہے یا ناقص اور مکروہ چیزون کی صورت مین جیسے پیاز مولیان یا مرچین یا بدبودار چیزین یا نجاست
آمیز کیچڑ وغیرہ کے رنگ مین نمودار ہوتی ہین غرض یہ بات محققین اور مجربین کے مشاہدات کثیرہ
متواترہ سے ثابت ہو چکی ہے جس سے فلسفیون نے بھی اتفاق کرلیا ہے کہ عالم رویا اور عالم آخرت
مرایا متقابلہ کی طرح واقعہ ہین جو کچھہ فطرت اور قدرت الٰہی نے عالم خواب مین خواص عجیبہ رکھے ہین
اور جس عجیب طور سے روحانی امور محسوس و مشہود طور پر اس عالم مین دکھائی دیتے ہین بعینہ یہی حال
عالم آخرت کا ہے یا یون کہو کہ عالم خواب عالم آخرت کے لئے اُس عکسی آئینہ کی طرح ہے جو ہو بہو
فوٹوگراف اتار دکھاتے اور اسیوجہ سے کہا گیا ہے کہ موت اور خواب دو حقیقی بہنین ہین جنکا حلیہ اور
شکل اور لوازم اور خواص قریب قریب ہین اور اگر ہم اسی زندگی دنیا مین عالم آخرت کے کچھہ اسرار
بغیر ذریعہ الہام اور وحی کے دریافت کرسکتے ہین تو بس یہی ایک ذریعہ عالم رویا کا ہے سو دانشمندونکو
چاہیئے کہ اگر اُس عالم کی کیفیت کچھہ دریافت کرنا چاہین تو عالم رویا پر بہت غور اور توجہ کرین - کیونکہ جن
عجائبات سے یہ عالم رویا بھرا ہوا ہے اُسی قسم کے عجائبات عالم آخرت مین بھی ہین اور جسطرح کی ایک
خاص تبدیل وقوعمین آکر عالم رویا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر اسمین یہ عجائبات کھلتے ہین عالم آخرت مین
بھی اُسی کے مشابہ تبدیل ہے سو جبکہ خدا تعالے کا قانون عالم رویا مین یہی ہے کہ وہ روحانیات کو
جسمانیات سے متمثل کرتا ہے اور معقولات کو محسوسات کا لباس پہناتا ہے سو وہی قانون قدرت
دوسرے عالم مین بھی سمجھنا چاہئے اور یہ خیال آریون کا کہ عالم آخرت مین صرف روح اکیلی رہ جائیگی
اور اُسکے ساتھ جسم نہین ہوگا اور لذتین بھی صرف روحانی اور معقولی طور پر ہونگی یہ سراسر تحکم ہے جسپر

کوئی دلیل نہین یہ بات نہایت صاف اور بہی بالثبوت ہے کہ انسان ترقیات غیر متناہیہ کے لئے
پیدا کیا گیا ہے اور ذریعہ اُن ترقیات کا اُسکی وہ جسمی ترکیب ہے جسکو قادر مطلق نے ایسی حکمت کاملہ
سے صورت پذیر کیا کہ تکمیل نفس ناطقہ انسان کے لئے عجیب آثار اُس سے مترتب ہوگئے گویا حکیم مطلق
نے روح انسان کو اپنے مراتب عالیہ تک پہونچنے کے لئے ایک ضروری سیڑہی عطا کردی سو جیسا کہ
ظاہر ہے ان مراتب عالیہ کی کوئی انتہا نہین ایسا ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سیڑہی کی بھی ہمیشہ کیلئے روحکو ضرورت ہو اس سے الگ کیا
جائے ماسوا اسکے ترقیات تو ایک طرف ہین علوم حاصلکردہ بھی بغیر شمول جسم کے محفوظ نہین رہ سکتے کیونکہ ہم
دیکھتے ہین کہ جسم کے ماؤف ہونیکے ساتھ ہی انسانیت کے افعال مین فتور پڑجاتا ہے مثلاً اگر سر پر
کوئی چوٹ لگ جائے تو جس مقام پر اُس چوٹ کا صدمہ پہونچے اُس مقام کی دماغی قوت ساتھ ہی
خلل پذیر یا معطل ہوجاتی ہے اگر کسیکو شک ہو تو تجربہ کرکے دیکھ لے پس جبکہ صدور افعال انسانیت
کے لئے جسم کی صحت و درستی نہایت ضروری ہے اور جسمی اختلال کو روحانی اختلال لازم پڑا ہے تو
اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہماری روح بغیر شمول جسم کے انسانی لوازم اور کمالات اور حفظ کمالات
کا مظہر و مصدر نہین ہوسکتی ہم دنیا مین صریح دیکھتے ہین کہ جسم کے آفت زدہ ہونے سے روحانی
کاروبار مین ابتری واقع ہوجاتی ہے ۔ مجانین یعنے سوداییون اور پاگلون کی جب جسمی حالت درست
نہین رہتی اور دماغی اعتدال مین کچھہ فرق واقع ہوجاتا ہے تو مجرد روح کے ہونے سے افعال انسانیت
ہرگز اُن سے صادر نہین ہوسکتے بعض آدمیون کو دماغی فتورون سے اس قدر متاثر دیکھا گیا ہے کہ تمام
علوم یکدفعہ انکو بھول گئے ہین یہان تک کہ اپنا نام بھی یاد نہین رہا اور بار بار دوسرون سے پوچھتے ہین
کہ میرا نام کیا ہے اب جبکہ ایک تھوڑے سے جسمی خلل سے انسانی افعال مین اسقدر آفتین پیدا
ہوجاتی ہین تو ہم کسطور سے یقین کرلین اور کون سی دلیل ہمارے ہاتھہ مین ہے جس سے ہم اس بات کے
باور کرنے کے لئے بکلی تیار ہوجائین کہ جب روح جسم سے قطعی طور پر الگ ہوجائیگی تب اس مفارقت
تامہ سے کوئی ضرر انسانی کمالات کے عائد حال نہین ہوگا ہم جانتے ہین کہ ضرور ہوگا تجارب طبی
ہمارے لئے دلیل کافی ہے یعنے ہم اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہین کہ اختلال جسمانی اختلال روحانی کا
موجب ہے اور جسمانی صحت یا مرض کو روحانی صلاح یا فساد پر ایک قوی اثر ہے اب جو شخص اس بدیہی
دلیل کے برخلاف رائے کہتا ہے اور یہ دعوے کرتا ہے کہ انسانیت کاملہ کے خواص بلا ترکیب جسم

جیسا کہ پائے مجرد روح سے ہی صادر ہو سکتے ہیں تو بار ثبوت اُسی کی گردن پر ہے جس سے وہ کبھی سبکدوش
نہیں ہو سکتا کیونکہ محققین کے تجارب اِس بات کی تائید میں انتہا تک پہنچ گئے ہیں کہ عمدہ افعال
کاملہ انسانیت کے لئے ترکیب جسم مع الروح ضروری ہے اور جب جسم آیا تو جسمانی لوازم بھی ساتھ
آئینگے ہاں چونکہ وہ بہشتی جسم ایک لطیف اور نورانی بدن ہوگا اسلئے اُسکے لوازم بھی لطیف اور
نورانی ہی ہونگے اب دیکھنا چاہئے کہ قریب بہ قیاس اور قانون قدرت کے موافق اور دلائل طبعیہ
و عقلیہ سے تائید یافتہ اور ثابت شدہ وہ بہشت ہے جسکو قرآن شریف نے نہایت پاکیزگی سے
بیان کیا ہے اور براہین شافیہ سے اُسکا ثبوت دیا ہے یا وہ وہمی اور خلاف قیاس اور منحوس مکتی خانہ
جسکا وید میں ذکر ہے یعنے یہ کہ مجرد روحیں پتھر کیطرح پڑی رہینگی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مکتی خانہ سے
باہر نکالی جائینگی کیا انسان کی انتہائی سعادت یہی ہے کہ وہ مجرد روح رہکر اُن بابرکت اور نہایت مفید
حواس کو کھو بیٹھے جو اُسکی غیر متناہی ترقیات کا موجب ہیں اور پھر اُسپر بھی کفایت نہیں بلکہ مصیبت
پر مصیبت یہ کہ انجام کار مکتی خانہ سے ذلیل کر کے نکالا جائے انصاف کرنا چاہئے کہ کیا ایسی معقول
مکتی پر کوئی فلسفی برہان قائم ہو سکتی ہے اور کیا اِس جہان میں اور اِس زندگی میں کوئی شافی دلیل ہم کو
اِس بات پر مل سکتی ہے کہ افعال کاملہ انسانیت جو قوی ظاہری و باطنی سے وابستہ اور دماغی حواسوں سے
ظہور پذیر ہیں وہ مجرد روحوں سے صادر ہو سکتے ہیں اگر کسی آریہ کے نزدیک کوئی ایسی دلیل پائی جاتی
ہے جس سے یہ ثبوت مل سکے تو کسوقت کے لئے مخفی رکھی ہے واجب و لازم ہے کہ پیش کریں ۔
خاصکر ماسٹر مرلیدھر صاحب جو وید کے خاص درجہ کے ثنا خوان ہیں اور بقول شخصے کہ دیکھا نہ بھالا
صدقے گئی خالہ ۔ پہلے اِس کے کہ ویدوں کی حقیقت معلوم کریں یونہی وید وید کر رہے ہیں اُن پر
تو فرض ہے کہ ضرور اِسجگہ وید کا فلسفہ پیش کریں تا وید کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا کوئی گوشہ باقی رہجائے ۔

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار ۔۔۔ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

قولہ ۔ مرزا صاحب اپنے اعتراض کی تفصیل اسطرح فرماتے ہیں کہ اگر تمام ارواح کو اور ایسا ہی اجزا
و صغار اجسام کو قدیم اور انادی اور غیر مخلوق مانا جائے تو اُسمیں کئی قباحتیں ہیں منجملہ اُنکے ایک تو یہ
کہ خدا تعالےٰ کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ جس حالت میں ارواح یعنے جیو خود بخود موجود ہیں
اور ایسا ہی اجزا صغار بھی خود بخود ہیں تو پھر صرف جوڑنے جاڑنے سے ضرورت صانع کی ثابت نہیں

ہو سکتی بلکہ ایک دہریہ بھی جو خدا تعالی کا منکر ہے عذر پیش کر سکتا ہے کہ جس حالت میں تمنے دو چیزونکا خود بخود ہونا بغیر ایجاد پرمیشر کے آپ ہی مان لیا ہے تو پھر اس بات پر کیا دلیل ہے کہ جوڑنے جاڑنے کیلئے پرمیشر کی حاجت ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی باتین وہ لوگ کہتے ہین کہ جنکو نہ تو روح کی ہی کیفیت معلوم ہے کہ وہ کیا ہے اور نہ مادہ کی ہی کیفیت کہ وہ کیا چیز ہے *

اقول واہ کیا عمدہ جوابدیا ہے اگر ماسٹر صاحب کسی عدالت کے جج ہون تو خوب ہی چہچہا فیصلہ لکھین ماسٹر صاحب کی عقل عجیب کے نزدیک جو لوگ خداوند ذوالجلال قادر مطلق کو جمیع عالم کا صانع سمجھتے ہین اور ہریک فیض کا مبدا اور ہریک وجود کا موجد و قیوم اور ہریک سلسلہ کا منتہا اُسی کو قرار دیتے ہین اور بغیر اُسکے ظاہر کرنے کے کسی چیز کا ظہور خود بخود نہین مانتے اور بغیر اُسکے پیدا کرنے کے کسی چیز کا اپنے آپ ہی پیدا ہو جانا تسلیم نہین کرتے بلکہ سب چیزون کا مبدء و مرجع اُسکو جانتے ہین اور جمیع اجزاء عالم کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ وہ اُسی کی ایجاد سے موجود اور اُسی کے سہارے سے قائم اور اُسی کے رشحات فیض سے پرورش یاب ہے اُنکو نہ روح کی کچھہ کیفیت معلوم ہے نہ مادہ کی بلکہ بقول ماسٹر صاحب یہ معرفت روح اور مادہ کی اُنہین لوگون کے حصہ مین آگئی ہے کہ جو اپنی روحون اور اپنے جسمی مادہ کو خدائے تعالی کیطرح غیر مخلوق اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا خیال کرتے ہین - اے لالہ صاحب ؟ اگر آپ غیر مخلوق ہو کر اپنے پرمیشر سے مساوی ہین تو پھر اپنی خدائی کچھہ دکھلایئے یا اپنی روح کے غیر متناہی زمانون کی کوئی کہانی ہی سنایئے ورنہ اگر نرا دعوی ہی دعوی ہے تو پھر اس فضول گوئی کا ثبوت کیا ہوا ہم نہین جانتے کہ یہ گیان آپ نے کہان سے حاصل کیا ہے اگر وید کی ہی تعلیم ہے تو پھر منادی کیون نہین کرا دیتے کہ آریون کا پرمیشر روحون کے پیدا کرنے پر قادر نہین افسوس آپ لوگ کیون نہین سمجھتے کہ خدا ایسا چاہیے جو اپنی خدائی کے کام چلانے مین کسی غیر کے اتفاقی وجود کا محتاج نہ ہو بلکہ جن چیزون پر وہ خدائی کرتا ہو وہ سب اُسی کے ہاتھ سے نکلی ہون ہائے تم پر افسوس تم کیون نہین سمجھتے کہ جسکے مقابل پر کروڑہا وجود خود بخود چلے آتے ہین وہ کاہے کا خدا ہے اور کون سی خدائی اُس مین ہے - اے نادان اور سمجھہ کے ناقص خدائی کامل اور پوری خوبی کس بات مین ہے آیا اس مین کہ وہ اپنی قدرت سے کچھہ نہ کر سکے اور اُسکی خدائی دوسرون کے سہارے سے چلتی ہو یا اس بات مین کہ وہ سب کچھہ کرتا ہو اور اُسکی خدائی اُسی کی غیر متناہی طاقتون سے چلتی ہو

ذرا اکیلے بیٹھکر سوچو؟ اپنے پلنگ پر لیٹے ہوے ایک خالص فکر کو اُسکے گہراؤ تک لیجاؤ؟ کہ خدا کی ضرورتین کہان سے اور کہان تک ہین؟ بعض آریہ سماج والے ارواح کے غیر مخلوق اور اپنے وجود کے آپ خدا ہونے کے بارے مین یہ دلیل پیش کیا کرتے ہین کہ اگر ارواح کسیوقت معدوم تھی اور پھر خدائے تعالے کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی تو گویا نیست سے ہست ہوگیا اور نیستی سے ہستی ہوتا ایسی دور از فہم بات ہے کہ کوئی عقلمند اسکو نہین مانیگا مگر مین کہتا ہون کہ یون تو فاسد اور ناقص عقل کے مارے ہوئے خدا تعالی کو بھی نہین مانتے لیکن جس شخص کی عقل سلیم ہے اُسکو تو خدائے تعالے کے ماننے کے ساتھ ہی اُسکی وہ تمام صفات بھی ماننے پڑینگے جو مدار اُسکی خدائی اور الوہیت کے ہین اور جو شخص خدا تعالی کی اس نہایت ضروری صفت کو مان لیگا کہ وہ قادر مطلق اور بے انتہاء طاقتون کا مالک ہے تو پھر ہرگز اُسکی قدرتون کو اپنی عقل ناقص کے ساتھ موازنہ نہین کریگا اور خدائے غیر محدود کی قادرانہ قوتون کو کسی حد خاص مین محدود نہین جانیگا اور نیز جب ایک عقلمند دیکھیگا کہ خدا تعالی ایسا ہی اپنی ذات مین مظہر العجائب و بلند تر از احاطۂ فکر و قیاس ہے جو بغیر اسباب آنکھون کے دیکھتا ہے اور بغیر اسباب کانون کے سنتا ہے اور بغیر اسباب زبان کے بولتا ہے اور بغیر حاجت معمارون و مزدورون و نجارون و آلات عمارت سازی و فراہمی اینٹون و پتھرون وغیرہ کے صرف اپنے ارادہ اور حکم کے اشارہ سے ایک طرفۃ العین مین زمین و آسمان بنا سکتا ہے تو بیشک اسبات کا یقین بھی کریگا کہ وہ قادر خدا نیستی سے ہستی بھی کر سکتا ہے یہی تو خدائی ہے اسیوجہ سے تو وہ سرشکتی مان اور قادر مطلق اور غیر متناہی قدرتون کا مالک کہلاتا ہے اگر اُسکے کام بھی انسانی کامون کی طرح محتاج باسباب و مواد و اوقات ضروریہ ہون تو پھر وہ کاہے کا خدا ہوا اور اُسکی خدائی کیونکر چلیگی۔ کیا اُسکے تمام کام بالاتر از عقل نہین ہین؟ کیا اُسکی عجائب قدرتین ایسی نہین ہین کہ اُنپر نظر ڈالکر عقل ناقص انسانی خیرہ ہوجاتی ہے؟ تو پھر کیسی جہالت ہے کہ جو بات اُسکی خدائی کا مدار اور اُسکی الوہیت کی حقیقت ہے اُسی پر اعتراض کیا جائے اگر اس قسم کے جاہلانہ وہم دل سے اُٹھ نہین سکتے تو پھر ایسے ناکارہ اور عاجز پرمیشر کو ماننا ہی کیا ضرورت ہے اگر خدا تعالی کی قدرتون کے باریک بھیدون پر عقل انسانی محیط ہوسکتی تو گویا خدائی کی ساری کیفیت و کنہ معلوم ہوجاتی اگر عقل انسانی کی نظر ناقص کسی صفت ربانی کے اوّل آخر پر پہنچ جائے تو وہ صفت محدود ہوجائیگی اور صفت کا محدود ہونا ذات باری کے محدود

ہونیکو مسلم ہے بھلا وہ خدا کیسا ہوا جسکی ساری قدرتون پر ایک ذرہ مخلوق محیط ہوجاسے اور ایسا
پرمیشر کس بات کا پرمیشر ہے کہ اگر وہ کسی اپنے امر متخیل کو کہے کہ ہوجا تو کچھہ بھی نہو خدا تو اُسی ذات عجیب
القدرت کا نام ہے کہ جو اُسکے ارادہ سے سب کچھہ ہوجاتا ہے جب وہ کسی اپنے امر مقصود کو کہتا ہو
کہ ہوجا تو وہ فی الفور اُسکی قدرت کاملہ سے نقش وجود پکڑ جاتا ہے یہ راز نہایت دقیق معرفت کا نکتہ
ہے کہ سب مخلوقات کلمات الہیہ ہین عیسائیون نے جب اپنی نادانی سے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت
مسیح علیہ السلام کلمۃ اللہ ہین یعنی اُنکی روح کلمہ الٰہی ہے جو متشکل بروح ہوگئی ہے تو خدا تعالےٰ نے اُس کا
یہ حقانی جوابدیا کہ کوئی بھی ایسی روح نہین جو کلمۃ اللہ نہو اور مجرد الٰہی حکم سے نکلی ہو قل الروح
من امر ربّی اسکی طرف اشارہ ہے اور یہ بات جو کلمات اللہ بصورت ارواح و دیگر مخلوق جلوہ گر
ہوجاتی ہین یہ خالقیت کے بھیدون مین سے ایک بھید ہے اور اسرار الٰہیہ مین سے ایک باریک
نقطہ ہے جسکی طرف کسی انسانی عقل کو خیال نہین آیا اور خدا تعالیٰ کے پاک اور کامل کلام نے اُسکو
اپنے الٰہی نور سے منکشف کیا ہے اور اگر ایسا نہ مانا جاسے کہ خدا تعالیٰ اپنے ہی کلمہ اور امر سے ارواح
اور اجسام کو وجود پذیر کر لیتا ہے تو پھر آخر یہ ماننا پڑیگا کہ جبتک باہر سے اجسام اور روحین نہ آوین
پرمیشر کچھہ بھی نہین کر سکتا مگر کیا ایسا کمبخت پرمیشر ہو سکتا ہے کہ جو درحقیقت اپنے گھر سے تو دیوالیہ
اور مفلس اور تہیدست ہے لیکن کسی عارضی اتفاق سے اُسکی خدائی کا دھندا چل رہا ہو اگر پرمیشر
ایسا ہی ہے تو سب امیدین خاک مین مل گئین اور ایسے پرمیشر پر بھروسہ کرنا بھی بڑا معرض
خطر ہوگا *

اور یہ کہنا کہ خدا تعالےٰ کی وہی قدرت قابل تسلیم ہے جو ہماری سمجھہ مین آجاسے ہم نہین جانتے
کہ اسکا نام جہالت رکھین یا تعصب یا دیوانگی - اگر خدا سے تعالیٰ کی قدرتون مین یہ بھی شرط ہے
کہ انسان کے اندازہ فہم سے زیادہ نہ ہون تو بس پھر اُسکی قدرتین ہوچکین - قدرت ربانی تو اُسیکا
نام ہے کہ عقل انسانی اُسکے اسرار تک نہ پہنچ سکے اگر ہم تم الٰہی قدرتون کی تمام و کمال حقیقت پر حاطہ
کر سکتے ہین تو گویا ہمنے خدا پر ہی حاطہ کر لیا - اے عقل کے نو خریدارو آریو ؟ تم کیون بیفائدہ ان
مسائل کے ساتھہ سر ٹکراتے ہو جو تمہارے ذہن کی رسائی سے اونچے ہین - ہم اگر عقلمند ہین تو ہماری
عقلمندی یہی ہے کہ ہم خدا سے تعالیٰ کی قدرت کے بارے مین صرف اتنا کرین کہ کلی طور پر اسبات کو

تحقیق کر کے دیکھ لین کہ آیا خداتعالیٰ کے اُن کامون پر نظر کر کے جو اب تک اُسنے کئے ہین اِس بات کا
ثبوت پایا جاتا ہے یا نہین کہ اُسکے عجائب کام اور اُسکی غرائب قدرت ہماری عقول ناقصہ کے
دائرہ سے باہر ہین اور بطور سے اُسکی ربوبیت اور لایدرک طاقت نے صرف اوقات وحاجت
انحصار وآلات سے غنی اور بے نیاز ہو کر یہ عالم بنا ڈالا ہے اُسطرف خیال دوڑانے سے ہماری عقلون
کے پر جلتے ہین سو ہماری دانشوری یہی ہے کہ ہم اُسے کلی طور کی تحقیق سے سبق حاصل کر لین اور جزئیات
عالم کے اُن پیچ در پیچ رازون کو جو ہمارے اندازہ عقل اور فہم سے بالاتر ہین حل کرنے کے لئے اپنے
تئین ناپیدا کنار سمندر مین ڈالکر ہلاک نہ کرین ؛

بعض اشخاص یہ کہا کرتے ہین کہ اگر عقل ہماری اسرار قدرت کو (جو ماخذ علم وحکمت ہین) سمجھ
نہین سکتی تو پھر وہ کس کام کی ہے اور جا بجا ہم قدرت پر ہی ایمان لا کر اور فکر کو معطل چھوڑ کر علوم حکمیہ
کیونکر حاصل کر سکتے ہین - یہ اُن کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے تقریر مذکورہ بالا سے ہمارا یہ مطلب ہرگز
نہین ہے کہ بکلی تحقیق وتفتیش سے منہ پھیر کر ہر جگہ اسناد وصدقنا پر ہی کفایت کرنی چاہئے اور
نظر اور فکر کو کہین اور کسی جگہ کام مین نہین لانا چاہئے بلکہ ہمارا مطلب ومدعا یہ ہے کہ ایسے امور
کی موشگافی اور تہ بینی کی امید سے اپنی عقلون اور فکرون کو آوارہ مت کرو جو تمہاری بساط سے باہر
ہے کیا یہ سچ نہین کہ بہتیرے ایسے لوگ ہین کہ ناجائز فکرون مین پڑ کر اپنی اُس معین اور مقرر وسعت سے
جو قدرت نے انکو دے رکھی ہے باہر چلے جاتے ہین اور اپنی محدود عقل سے کل کائنات کے عمیق در عمیق
رازون کو حل کرنا چاہتے ہین سو یہ افراط ہے جیسے بکلی تحقیق وتفتیش سے مُنہ پھیر لینا تفریط ہے - اللہ
جلشانہ فرماتا ہے واقصد فی مشیک یعنے اپنی چال مین توسط اختیار کر - نہ ایسا فکر کو منجمد کر لینا
چاہئے کہ جو ہزارہا نکات ولطائف الہیات قابل دریافت ہین اُنکی تحصیل سے محروم رہ جائین اور نہ اِسقدر
تیزی کرنی چاہئے کہ اِن فکرون مین پڑ جائین کہ خداتعالے کو کسنے پیدا کیا ہے اور یا اُسنے اسقدر ارواح
اور اجسام کس طرح بنا لئے ہین اور یا اُس نے کیونکر اکیلا ہونے کی حالت مین اسقدر وسیع عالم
بنا ڈالا ہے ؛

اور اِس جگہ یہ بھی واضح ہے کہ ارواح کا حادث اور مخلوق ہونا قرآن شریف مین بڑی بڑی
قوی اور قطعی دلائل سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ بہ رعایت ایجاز واجمال چند دلائل اُن مین سے نمونہ

کے طور پر اسجگہ لکھے جاتے ہین *

اوّل یہ بات بہ بداہت ثابت ہے کہ تمام روحین ہمیشہ اور ہر حال مین خدا تعالیٰ کی ماتحت اور زیر حکم ہین اور بجز مخلوق ہونیکے اور کوئی وجہ موجود نہین جسنے روحون کو ایسے کامل طور پر خدا تعالیٰ کے ماتحت اور زیر حکم کر دیا ہو۔ سو یہہ روحون کے حادث اور مخلوق ہونے پہ اوّل دلیل ہے۔

دوم۔ یہہ بات بھی بہ بداہت ثابت ہے کہ تمام روحین خاص خاص استعدادون اور طاقتون مین محدود اور محصور ہین جیسا کہ بنی آدم کے اختلاف روحانی حالات واستعدادات پر نظر کرکے ثابت ہوتا ہے اور یہہ تحدید ایک محدّد کو چاہتی ہے جس سے ضرورت مُحدِث کی ثابت ہوکر (جو محدّد ہے) حدوث روحون کا بپایہ ثبوت پہونچتا ہے *

سوم۔ یہہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہین کہ تمام روحین عجز واحتیاج کے داغ سے آلودہ ہین اور اپنی تکمیل اور بقا کے لئے ایک ایسی ذات کے محتاج ہین جو کامل اور وفادار عالم اور فیّاض مطلق ہو اور یہ امر اُنکی مخلوقیت کو ثابت کرنیوالا ہے۔

چہارم۔ یہ بات بھی ایک ادنیٰ غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہماری روحین اجمالی طور پر اُن سب متفرق الٰہی حکمتون اور صنعتون پر مشتمل ہین جو اجرام علوی وسفلی مین پائے جاتے ہین اسی وجہ سے دنیا باعتبار اپنے جزئیات مختلفہ کے عالم تفصیلی ہے اور انسان عالم اجمالی کہلاتا ہے یا یون کہو کہ یہ عالم صغیر اور وہ عالم کبیر ہے پس جبکہ ایک جزئی عالم کے بوجہ پائے جانے پر حکمت کامون کے ایک صانع حکیم کی صنعت کہلاتی ہے تو خیال کرنا چاہئے کہ وہ چیز کیونکر صنعت الٰہی نہوگی جسکا وجود اپنے عجائبات ذاتی کے رو سے گویا تمام جزئیات عالم کی عکسی تصویر ہے اور ہر ایک جزئی کے خواص عجیبہ اپنے اندر رکھتی ہے اور حکمت بالغہ ایزدی پر بوجہ اتم مشتمل ہے۔

ایسی چیز جو مظہر جمیع عجائبات صنعت الٰہی ہے مصنوع اور مخلوق ہونے سے باہر نہین رہ سکتی بلکہ وہ سب چیزون سے اوّل درجہ پر مصنوعیت کی مُہر اپنے وجود پر رکھتی ہے اور سب سے زیادہ تر اور کامل تر صانع قدیم کے وجود پر دلالت کرتی ہے سو اس دلیل سے روحون کی مخلوقیت صرف نظری طور پر ثابت نہین بلکہ درحقیقت اجلیٰ بدیہات ہے ماسوا اسکے دوسری چیزونکو اپنی مخلوقیت کا علم

نہیں مگر وہ جس فطرتی طور پر اپنی مخلوقیت کا علم رکھتی ہیں ایک جنگلی آدمی کی روح بھی اِس بات پر راضی نہیں ہوسکتی کہ وہ خود بخود ہی ہی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الست بربکم قالو ابلیٰ یعنے روحوں سے میں نے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب (پیدا کنندہ) نہیں ہوں تو اُنہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں یہ سوال و جواب حقیقت میں اس پیوند کی طرف اشارہ ہے۔ جو مخلوق کو اپنے خالق سے قدرتی طور پر متحقق ہے جسکی شہادت روحوں کی فطرت میں نقش کی گئی ہے ؛

پنجم - جس طرح بیٹے میں باپ اور ماں کا کچھہ کچھہ حلیہ اور خو بو پائی جاتی ہے اسی طرح روحیں جو خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے نکلی ہیں اپنے صانع کی سیرت و خصلت سے اجمالی طور پر کچھہ حصہ رکھتے ہیں اگرچہ مخلوقیت کی ظلمت و غفلت غالب ہوجانے کی وجہ سے بعض نفوس میں وہ رنگِ الٰہی کچھہ پھیکا سا ہوجاتا ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ہریک روح کسیقدر وہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور پھر بعض نفوس میں وہ رنگ بد استعمالی کیوجہ سے بدنما معلوم ہوتا ہے مگر یہ اُس رنگ کا قصور نہیں بلکہ طریقہ استعمال کا قصور ہے انسان کی اصلی قوتوں اور طاقتوں میں سے کوئی بھی بُری قوت نہیں صرف بد استعمالی سے ایک نیک قوت بُری معلوم ہونے لگتی ہے اگر کوئی قوت اپنے موقعہ پر استعمال کیجائے تو وہ سراسر نفع رسان اور خیر محض ہے اور حقیقت میں انسان کو جسقدر قوتیں دی گئی ہیں وہ سب الٰہی قوتوں کے اظلال و آثار ہیں جیسے بیٹے کی صورت میں کچھہ کچھہ باپ کے نقوش آجاتے ہیں ایسا ہی ہماری روحوں میں اپنے رب کے نقوش اور اُسکی صفات کے آثار آگئے ہیں جنکو عارف لوگ خوب شناخت کرتے ہیں اور جیسے بیٹا جو باپ سے نکلا ہے اُس سے ایک طبعی محبت رکھتا ہے نہ بناوٹی اسی طرح ہم بھی جو اپنے رب سے نکلے ہیں اُس سے فی الحقیقت طبعی محبت رکھتے ہیں نہ بناوٹی اور اگر ہماری روحوں کو اپنے رب سے یہ طبعی و فطرتی تعلق نہ ہوتا تو پھر سالکین کو اُس تک پہنچنے کے لئے کوئی صورت اور سبیل نہ تھی سو اگرچہ دلائل مخلوقیت ارواح جنکو اللہ جلشانہ نے آپ قرآن شریف میں معقولی طور پر بیان کیا ہے اِس کثرت سے ہیں کہ اگر وہ سب یکجا لکھے جائیں تو خود انہیں دلائل کی ایک بڑی کتاب ہوجائیگی مگر ہم بالفعل اِسیقدر پر کفایت کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ طالبِ حق کے لئے اِسیقدر کافی ہے ؛

اب ہم اسجگہ ماسٹر صاحب کیخدمت مین با دب عرض کرتے ہین کہ ہمنے روحون کی مخلوقیت جس سے انکی کیفیت بکلی ظاہر ہوتی ہے دلائل مندرجہ قرآن شریف کے روسے بقدر کفایت بیان کر دی ہے اگر ماسٹر صاحب کا وید بھی کچھہ علم آلہی سے حصہ رکھتا ہے تو انہین لازم ہے کہ اسوقت بمقابلہ قرآن شریف کے وید کی وہ دلائل عقلیہ پیش کرین جنکے رو سے غیر مخلوق اور غیر محدث ہونا روحون کا ثابت ہوتا ہے بلکہ اسجگہ ہم مکرر گزارش کرنا چاہتے ہین کہ بہتر یون ہے کہ ماسٹر صاحب بغرض مقابلہ و موازنہ فلسفہ وید و قرآن شریف ہمکو اجازت دین کہ تا ہم ایک علیحدہ رسالہ روحون کی مخلوقیت اور انکے خواص اور قوتون اور طاقتون کے بارہ مین اور دیگر نکات اور لطائف علم روح کے متعلق اس شرط سے لکھین کہ کسی بات اور کسی دلیل کے بیان کرنے مین بیانات قرآنی سے باہر نہ جائین - یعنی وہی دلائل و براہین مخلوقیت ارواح پیش کرین جو قرآن شریف نے آپ پیش کئے ہین اور وہی دقائق و معارف علم روح لکھین جو قرآن شریف نے خود لکھے ہین - علےٰ ہذا القیاس ماسٹر صاحب بھی بمقابل ہمارے ایسا ہی کرین یعنے وہ بھی روحون کی غیر مخلوقیت بدلائل عقلیہ ثابت کرنے اور علم روح کے بیان کرنے مین وید ہی کی شرطون کے پابند رہین اور وہی دلائل وغیرہ تحریر مین لاوین جو وید نے پیش کئے ہین اور ہم دونون فریق صرف حوالہ آیت یا شرتی پر کفایت نہ کرین بلکہ اُس آیت یا شرتی کو تمام معہ ترجمہ و پتہ و نشان وغیرہ تحریر بھی کر دین اسطور کے مباحثہ و موازنہ سے غالب اور مغلوب مین صاف فرق کہلجائیگا اور جو ان دونون مین سے حقیقت مین خدا کا کلام ہے وہ کامل طور پر ان باتون مین عہدہ برا ہوگا اور اپنے حریف کو شکست فاش دیگا اور اُسکی ذلت اور رسوائی ظاہر کریگا - لیکن ہم بطور پیشگوئی یہ بھی کہہ دیتے ہین کہ ایسا مقابلہ وید سے ہونا ہرگز ممکن ہی نہین کیونکہ وید اپنے بیانات مین سراسر غلطی پر ہے اور وہ بوجہ انسانی خیالات ہونے کے یہ طاقت اور قوت بھی نہین رکھتا کہ خداوند علیم و حکیم کی پاک و کامل کلام کا مقابلہ کر سکے - ناظرین سمجھہ سکتے ہین کہ ہمنے علی التساوی یہ شرط پیش کی ہے یعنے اپنے نفس کے لئے اس طرز کے مقابلہ مین کوئی ایسا فائدہ مخصوص نہین رکھا جس سے فریق ثانی متمتع نہو سکتا ہو پس اگر اب بھی ماسٹر صاحب کنارہ کر گئے تو کیا یہ اس بات پر دلیل کافی نہین ہوگی کہ ان کا وید ان کمالات اور خوبیون اور پاک سچائیون سے بکلی عاری اور خالی ہے ﴾

نقولہ - مرزا صاحب اور سب اہل اسلام کا یہی اعتقاد ہے اور قرآن شریف مین آیا ہے - کہ جب آنحضرت (محمد صاحب) سے لوگون نے پوچھا کہ روح کیا چیز ہے تو آپ کچھہ نہ بتلا سکے اور اُسوقت آئت نازل ہوئی کہ اے محمد کہدے کہ روح ایک امر ربی ہے سو مسلمانون نے تو روح کو کیا سمجھا ہوگا خدا نے اُنکے ہادی پر بھی روح کی کیفیت ظاہر نہین کی اور خدا کا بھی کیا جواب عمدہ ہے کہ روح امر ربی ہے کیا اور چیزین امر ربی نہین ❊

اقول - اِسوقت ماسٹر صاحب کی خوبی فہم اور جلد بازی کا تصور کرکے مجھے ایک حکایت یاد آگئی ہے کہ ایک ایسا شخص کسی شہر مین تھا جو ہمیشہ چپ رہا کرتا تھا آخر اُسکی خاموشی سے لوگ اِس وہم مین پڑگئے کہ یہ کوئی بڑا فاضل اور دانشمند ہوگا اِسی خیال سے ایک جماعت کثیر اُسکی خدمت مین حاضر رہنے لگی ایکدن اِس شخص نے اپنے دل مین سوچا کہ مجھے اپنی عقلمندی ظاہر کرنے کے لئے کچھہ بولنا چاہئے سو جب اُسنے دو چار باتین ہی منہ سے نکالین تو تمام لوگ سمجھہ گئے کہ اگر اِس شہر مین کوئی اور نادان بھی ہے تو اِس سے بڑھکر کبھی نہوگا - تب اُسکے اردگرد سے سب بھاگ گئے اور ساری جماعت متفرق ہوگئی اور وہ اکیلا رہکر بہت دردمند ہوا بڑی مصیبت سے ایک رات کاٹی صبح ہوتے ہی اُس شہر سے کہین کو چلا گیا اور جاتے وقت ایک دیوار پر لکھہ گیا کہ اگر مین پہلے اپنے شکل کو آئینہ مین دیکھہ لیتا تو نادانی سے اپنا پردہ فاش نہ کرتا ❊

اِسی طرح ماسٹر صاحب نے بھی اچھا نہین کیا کہ لاعلمی اور ناواقفیت اور ناسمجھی کیحالت مین اعتراض کرنیکے لئے زبان کھولی - لالہ صاحب مین آپکی غلطیون کو کہان تک اصلاح کرتا جاؤن آپ نے کِس سے سُن لیا کہ مسلمانون کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالی کی طرف سے علم روح نہین دیا گیا تھا اور آپ نے قرآن شریف مین کس جگہ اور کہان دیکھہ لیا کہ حضرت ممدوح روح کے علم سے بیخبر تھے - مین جانتا ہون کہ آپکو اپنی عقل ناتمام کی شامت سے اُس آئت کے سمجھنے مین دھوکا لگا ہے جو قرآن شریف مین وارد ہے اور وہ یہ ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا الجزو ۱۵ سورہ بنی اسرائیل اور کفار تجھہ سے (اے محمد) پوچھتے ہین کہ روح کیا ہے اور کس چیز سے اور کیونکر پیدا ہوئی ہے - اُن کو کہدے کہ روح میرے ربّ کے امر مین سے ہے اور تمکو اے کافرو علم روح اور علم اسرار الہی نہین دیا

گیا اگر کچھ تھوڑا سا - سو اسیجگہ اے ماسٹر صاحب آپکو اپنے نقصان فہم سے یہ غلطی لگی کہ آپ نے
اِس عبارت کا مخاطب (کہ تمکو علم روح نہین دیا گیا) آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سمجھ لیا حالانکہ
لفظ ما اوتیتم جسکا ترجمہ یہ ہے کہ تمکو نہین دیا گیا جمع کا صیغہ ہے جو صاف دلالت کر رہا ہے جو
اِس آیت کے مخاطب کفار ہین کیونکہ اِن آیات مین جمع کے صیغہ سے کسی جگہ آنحضرت کو خطاب نہین
کیا گیا بلکہ جا بجا واحد کے صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے اور جمع کے صیغہ سے کفار کی جماعت کو بیان
کیا گیا ہے کہ وہ ایسا سوال کرتے ہین سو اگر کوئی نرا اندھا نہ ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ اِن دونون آیتون
مین دو جمع کے صیغے وارد ہین اول یسئلون یعنے سوال کرتے ہین دوم ما اوتیتم یعنے تم
نہین دیئے گئے اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ یسئلون کے صیغہ جمع سے مراد کافر ہین جنہون نے روح کی کیفیت
کے بارے مین سوال کیا تھا ایسا ہی ظاہر ہے کہ ما اوتیتم کے صیغہ جمع سے بھی مراد کافر ہی ہین - مگر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو کسی جگہ جمع کے صیغہ سے خطاب نہین کیا گیا بلکہ اوّل مجرد
کاف سے جو واحد پر دلالت کرتا ہے خطاب کیا گیا یعنے یہ کہا گیا کہ تجھ سے کفار پوچھتے ہین یہ نہین
کہا گیا کہ تم سے کفار پوچھتے ہین - پھر بعد اسکے ایسا ہی لفظ واحد سے فرمایا کہ ان کو کہہ دے یہ نہین
فرمایا کہ انکو کہہ دو - برخلاف بیان حال کفار کے کہ اُن کو دونون موقعون پر جمع کے صیغے سے بیان
کیا ہے سو آیت کے سیدھے سیدھے معنے جو سیاق سباق کلام سے سمجھے جاتے ہین اور صاف صاف
عبارت سے نکلتے ہین یہی ہین کہ اے محمد کفار تجھ سے روح کی کیفیت پوچھتے ہین کہ روح کیا چیز
ہے اور کس چیز سے پیدا ہوئی ہے سو انکو کہدے کہ روح امر ربی ہے یعنے عالم امر مین سے ہے - اور تم
اے کافرو کیا جانو کہ روح کیا چیز ہے چونکہ علم روح حاصل کرنے کے لئے ایماندار اور عارف باللہ ہونا
ضروری ہے مگر اِن باتون مین سے تم مین کوئی بھی بات نہین -

اب ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے کہ نادانی اور شتاب کاری کی آمیزش سے کیا کیا ندامتین
اٹھانی پڑتی ہین - غور کرنا چاہئے کہ اِن آیات شریفہ متذکرہ بالا کا کیا مطلب صاف صاف
تھا کہ کفار کی ایک جماعت نے آن حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روح کے بارے مین سوال
کیا کہ روح کیا چیز ہے تب ایسی جماعت کو جیسا کہ صورت موجودہ تھی بصیغہ جمع مخاطب کرکے جواب دیا
گیا کہ روح عالم امر مین سے ہے یعنے کلمۃ اللہ یا ظل کلمہ ہے جو بحکمت و قدرت الٰہی روح کی شکل پر

محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے اور مرکب چیز کو کسی شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالم
خلق سے ہے جیسے اللہ تعالےٰ دوسرے مقام مین قرآن شریف مین فرماتا ہے الا لہ الخلق
والامر یعنے بسائط کا عدم محض سے پیدا کرنا اور مرکبات کو ظہور خاص مین لانا دونون خدا کے فعل
ہین اور بسیط اور مرکب دونون خدا تعالےٰ کی پیدائش ہے اب ماسٹر صاحب! دیکھا کہ یہ کیسی اعلیٰ اور
عمدہ صداقت ہے جسکو ایک مختصر آیت اور چند معدود لفظون مین خدا تعالیٰ نے ادا کر دیا اسکے مقابلہ پر اگر آپ
وید کے عقیدہ کو سوچین تو جتنا شرمندہ ہون اُتنا ہی تھوڑا ہے اسیوجہ سے تو ہمنے آپکو ایک خاموش
درویش کا قصہ سنایا اگر آپ ایسے ایسے فضول اور خام شبہات کے پیش کرنے سے زبان بند رکھتے تو
ہمین آپکی حیثیت علمی پر وہ شک نہ پڑتا جو اب پڑ گیا ہے بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہین کہ اگر ماسٹر

بقیہ حاشیہ غیر محدودہ کے لئے پیدا کیا ہے اور خدا تعالیٰ عیب بخل و امساک سے بکلی پاک ہے
پس اس قوی دلیل سے ایسا خیال بڑا ناپاک خیال ہے جو یہ سمجھا جائے جو خدا تعالیٰ نے انسان کے دل مین تینون
عالمون کے اسرار معلوم کرنیکا شوق ڈالکر پھر تیسرے عالم کے وسائل وصول سے بکلی اُسکو محروم رکھا ہے پس
یہ وہ دلیل ہے جس سے دانشمند لوگ دائمی طور پر الہام اور کشف کی ضرورت کو یقین کر لیتے ہین اور آریون
کی طرح چار رشیون پر الہام کو ختم نہین کرتے جنکی نسبت کوئی پانچوان اس کمال تک پہنچنا اُنکی نظر عجیب مین
ممکن ہی نہین بلکہ عقلمند لوگ خدا تعالیٰ کے فیاض مطلق ہونے پر ایمان لا کر الہامی دروازون کو ہمیشہ
کھلا سمجھتے ہین اور کسی ولایت اور ملک سے اُسکو مخصوص نہین رکھتے ہان اُس صراط مستقیم سے مخصوص رکھتے
ہین جسپر ٹھیک ٹھیک چلنے سے یہ برکات حاصل ہوتی ہین کیونکہ ہر ایک چیز کے حصول کے لئے یہ لازم
پڑا ہوا ہے کہ انہین قواعد اور طریقون پر عمل کیا جائے جنکی پابندی سے وہ چیز مل سکتی ہے غرض عقلمند لوگ
عالم کشف کے عجائبات سے انکار نہین کرتے بلکہ انہین ماننا پڑتا ہے کہ جس جواد مطلق نے عالم اول کے
ادنیٰ ادنیٰ امور کے دریافت کرنیکے لئے انسان کو حواس و طاقتین عنایت کی ہین وہ تیسرے عالم کے معظم
اور عالیشان امور کے دریافت کرنے سے جس سے حقیقی اور کامل تعلق خدا تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے اور سچی و یقینی
معرفت حاصل ہو کر اسی دنیا مین انوار نجات نمایان ہو جاتے ہین کیونکر انسان کو محروم رکھتا سو خدا کا طریق
بھی دوسرے دونون طریقون کیطرح کھلا ہوا ہے اور صادق لوگ بڑے زور سے اسپر قدم مارتے ہین اور اسکو
پاتے ہین اور اسکے ثمرات حاصل کرتے ہین عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہا ہین وہ اسکو متعالج

صاحب کے دل میں یہ خیال ہے کہ قرآن شریف مین علم روح بیان نہین کیا گیا اور وید مین بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کیفیت روح سے کچھ خبر نہ تھی مگر وید کے چارون رشیون کو خبر تھی تو اسبات کا تصفیہ نہایت سہل اور آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب مقابلہ کرنے کے عہد پر ہمکو اجازت دین تا ہم علم روح کو جو قرآن شریف مین لکھا ہے ۔ جس سے معرفت کاملہ نبی صلے اللہ وسلم وکمالیت قرآن شریف ثابت ہوتی ہے ایک مستقل رسالہ مین مرتب کرکے بحوالہ آیات قرآنی شائع کردین اور جب یہ رسالہ ہماری طرف سے چھپ کر شائع ہو جائے تو اسوقت ماسٹر صاحب پر واجب و لازم ہوگا کہ اسکے مقابل پر وید کی شرتیون کے ساتھہ ایک رسالہ مرتب کرین جسمین روح کے بارے مین وید کی فلاسفی بیان کی گئی ہو کہ وہ کیونکر غیر مخلوق اور خدا کیطرح قدیم اور خدا سے الگ چلی

بقیہ حاشیہ دوسرے عالم ایسے ہین جیسے آفتاب کے مقابل پر ایک دانہ خشخاش سو اسبات پر زور لگانا کہ اس عالم کے اسرار عقلی طاقت سے بکلی منکشف ہو جاوین یہہ ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان آنکھون کو بند کرکے مثلاً اسبات پر زور لگاوے کہ وہ قابل رویت چیزون کو قوت شامہ کے ذریعہ سے دیکھہ لے بلکہ عجائبات عالم باطن درباطن سے عقل ایسی حیران ہے کہ کچھہ دم نہین مار سکتی کہ یہہ کیا بھید ہے روحون کی پیدائش پر انسان کیون تعجب کرے اسی دنیا مین صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہین کہ انکی کنہ کو سمجھنے مین بکلی عقل عاجز رہجاتی ہے بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسون کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بیشمار حجابون کے ایک چیز کو صاف صاف دیکھہ لیتا ہے بلکہ بعض اوقات عین بیداری مین باذنہ تعالی اُسکی آواز بھی سُن لیتا ہے اور اس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض اوقات وہ شخص بھی اسکی آواز سن لیتا ہے جسکی صورت اسپر منکشف ہوئی ہے بعض اوقات صاحب کشف اپنے عالم کشف مین جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواح گذشتہ سے ملاقات کرتا ہے اور عام طور پر ملاقات ہر یک نیکبخت روح یا بدبخت روح کے کشف قبور کے طور پر ہوسکتی ہے چنانچہ خود اسمین مولف رسالہ ہذا صاحب تجربہ ہے اور یہ امر ہندؤن کے مسئلہ تناسخ کی بیخکنی کرنیوالا ہے اور سب سے تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف اپنی توجہ اور قوت تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صدہا کوسون کے فاصلہ کے باذنہ تعالی عالم بیداری مین ظاہر ہوجاتا ہے حالانکہ اسکا وجود عنصری اپنے مقام سے جنبش نہین کرتا اور عقل کے نزدیک

صاحب انکی ہوتی ہی ہین بطور امانت جمع کرایا جاویگا اور انہیں اختیار ہوگا کہ اگر وہ اپنی رائے مین
دیکھیں کہ حقیقت مین آریہ صاحبان نے وید کا مقابلہ کر دکھایا تو خود بخود بغیر اجازت اپنی طرف وہ روپیہ
اُس آریہ صاحب کے حوالہ کر دین لیکن اگر اس مضمون کو پڑھکر پھر بھی ماسٹر صاحب یا اُن کے کوئی ہم مشرب
یا علم بھائی خاموش رہے اور مجکو بوعدہ مقابلہ ایسے رسالہ کی تالیف کے لئے تحریک نہ کی تو پھر تمام ناظرین
کو سمجھنا چاہئے کہ اُن کی سب تقریرین باطل ہی ہین اور صادقوں کے طریق پر وہ چلنا ہی نہیں چاہتے
سہل الگیا اور یہ شناخت ہو گئی ہے کہ اول خدا تعالیٰ کی پاک کلام اور اُسکے کامل نبی کی نسبت ہتک اور
توہین کے کلمات منہ پر لاتے ہین اور جب مقابلہ وید و قرآن کے لئے کہا جاوے تو پھر ایسے چھپ جاتے ہین گویا
دنیا سے کوچ کر گئے۔ ناظرین سوچ لین کہ اس سے بڑھکر اور کیا صفائی کی بات ہوگی کہ ہم مغلوب ہونے کی

بقیہ حاشیہ ... جمالی جو بعالم کشف قوت متخیلہ کے آگے ایسی دکھلائی دی تھی جو خداوند قادر
مطلق ہے اس ذات بیچون و بیچگون کے آگے وہ کتاب قضا و قدر پیش کی گئی اور اُسنے جو ایک حاکم
کی شکل پر متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات مین ڈبو کر اول اُس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ
سرخی کا قلم کے منہ مین رہگیا اُس سے اُس کتاب پر دستخط کر دئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی
اور آنکھ کھولکر جب خارج مین دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے چنانچہ ایک صاحب
عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اُسوقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر
بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سرخی کے اُنکی ٹوپی پر پڑے پس وہ سرخی جو ایک امر کشفی تھا وجود
خارجی پکڑ کر نظر آگئی اسیطرح اور کئی مکاشفات ہین جنکا لکھنا موجب تطویل ہے مشاہدہ کیا گیا ہے اور اپنے
ذاتی تجارب سے ثابت ہو گیا جو بلا شبہ امور کشفیہ کبھی کبھی باذنہ تعالیٰ وجود خارجی پکڑتے ہین یہ امور عقل
کے ذریعہ سے ہرگز ذہن نشین نہیں ہو سکتے بلکہ جو شخص عقل کے گھمنڈ اور غرور مین پھنسا ہوا ہے وہ ایسی
باتوں کو سنتا ہی نہایت تکبر سے کہیگا کہ یہ سراسر محال اور خیال باطل ہے اور ایسا کہنے والا یا تو دروغگو
ہے یا دیوانہ یا اُسکو سادہ لوحی کی وجہ سے دھوکا لگا ہے اور باعث نقصان تحقیق بات کی تہ تک
پہونچنے سے محروم رہگیا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان عقلمندوں کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ وہ امور
جنکی صداقت پر ہزارہا عارف و راستباز اپنے ذاتی تجارب سے شہادت دے گئے ہین اور اب بھی دیتے
ہین اور صحبت گزین پر ثابت کر دینے کے لئے بفضلہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری لیتے ہین کیا وہ ایسے خفیف امور

حالت مین سو روپیہ نقد دینا وعدہ کرتے ہین اور غالب ہے ایسی حالت مین ہم کچھ بھی نہین مانگتے صرف یہ امید رکھتے ہین کہ کوئی روح بے راہی کے طریق سے نادم ہو کر سچائی کا طریق اختیار کرے ۔ سوا ہم منتظر رہین گے کہ کب لالہ مرلیدہر صاحب یا اُن کے کوئی اور آریہ بھائی جو اپنی قوم مین امتیاز علمی رکھتے ہون ایسی درخواست کرینگے ۔ ع

تا سیہ روئے شود ہر کہ در و غش باشد

قولہ ۔ اسیطرح اسلام نے مادہ کی کیفیت کو بھی نہین سمجھا اور نہ مادی دنیا کو ہی معلوم کیا کہ زمین و سورج و چاند وغیرہ کیا ہستو ہین زمین جو کہ کرہ ہے اُسکی حقیقت اور گردش و کشش وغیرہ جو ہے اُن سبکے خلاف ہے سارے مسائل اسلام کے ہین ؛

اقول ۔ آپ اس خیال پر اختلال مین سراسر غلطی پر ہین اور یہ آپکا قول بالکل جھوٹ اور افترا یا بیخبری ہے

بقیہ حاشیہ مین جو حرف منکرانہ زبان ہلائیے باطل ہین اور حق بات تو یہ ہی کہ عالم کشف کی عجائبات تو ایکطرف ہی جو عالم عقل ہے یعنے جس عالم تک عقل کی رسائی ہونا ممکن ہی اُس عالم کا بہی ابہی تک عقل نے تصفیہ نہین کیا اور لاکہون اسرار الٰہی پردۂ غیب مین دبے پڑی ہین جنکی عقلمندون کو ہوا تک نہین پہنچی ایک فصلی مکہی جو پلید اور ناپاک زخمون پر بیٹہتی ہی اور اکثر گدھی یا بیل وغیرہ جو زخمی اور مجروح ہون اُنکو ستاتی ہی اُسکے اس عجیب خاصہ پر کوئی فلسفی دلیل عقلی نہین بتلا سکتا کہ وہ اکثر برسات مین تکون کی طور پر پیدا ہو جاتی ہی اور اسکی اولاد صرف کیڑے ہوتے ہین کہ جو ایک ایک سکنڈ مین دس دس بیس بیس تیس تیس اُسکے اندر سے نکلتے جاتے ہین کیا یہ عقل کے برخلاف ہی یا نہین کہ مادہ اور نر دونون نوع واحد مین داخل ہون اور انکی بچے ایسی ہون کہ اُس نوع سے بکلی خارج ہون ایسا ہی اگر چھپکلی کو (جسکو پنجاب مین کرلی کہتے ہین) درمیان سے کاٹا جاوے تو اُسکا نیچے اور اوپر کا دھڑ دونون الگ الگ تڑپتے ہین اور مضطربانہ حرکت کرتے ہین اگر بقول پنڈت یا تن صاحب روح بہی جسم کی قسم ہی تو اس سے ضرور لازم آتا ہی کہ روح دو ٹکڑے ہو گیا ہو اور اگر وہ جسم اور جسمانی ہونیسے منزہ خیال کرین اور اسکا تعلق جسم سے ایسا ہی مجہول الکیفیت و برتر از عقل و فہم خیال کرین جیسے روح کا حدوث برتر از عقل و فہم ہی تو پھر البتہ کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا مان پنڈت دیانند کا مذہب جڑ سے اُکھڑتا ہی اسیطرح عقلمندون کی عقل ناقص کے تراش و خراش پر بہت اعتراض اُٹھتے ہین اور انکو آخر کار نہایت شرمساری سے مُنہ کے بل گرنا پڑتا ہی اور پھر انجام کار بہت خوار اور ذلیل ہو کر اسی بات کا اقرار کرتے ہین کہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا عجیب و غریب قدرتون کا احاطہ کرنا انسان کا کام نہین ہے ہر چہ دانا کند کند نادان ۔ لیک بعد از کمال رسوائی مینہ

بعلمی کا تقاضا ہے جو آپ تعلیم قرآنی کی نسبت ایسا خیال کر رہے ہین بلکہ تعلیم قرآنی ہین تمام واقعی اقعیہ
حقانی طور پر کیفیت روح اور اُسکے خواص بیان کئے گئے ہین ایسا ہی زمین و سورج و چاند وغیرہ مادی اشیاء کی
نسبت قرآن شریف مین صحیح صحیح اور واقعی بیان مندرج ہے اور ایسے بلند و عمیق اسرار طبعی و ہیئت و طبابت
و دیگر لطایف فلسفہ اُسمین پائے جاتے ہین جنکی طرف کسی حکیم یا فلسفی کا ذہن سبقت نہین لیگیا اگر آپ
اسمین کچھ بھی آزمائش کرنا چاہین تو حسب تحریک آپکے ہم ایک ہی رسالہ مین جیسا کہ قول گزشتہ مین ہم وعدہ
کر چکے ہین بطور مقابلہ وید و قرآن یہ دونون طور کے مسایل علم روح و مسایل علم اشیاء مادی قرآن شریف سے
لیکر بیان کر سکتے ہین مگر اُسی شرط متذکرہ بالا کے رو سے یعنے یہ کہ جسطرح ہم اپنے بیان مین قرآن شریف سے
باہر نہ جائین ایسا ہی بمقابل ہمارے آپ بھی کر دکھائین اور آپ یاد رکھین کہ آپکی ساری باتین فضول اور
دعوی ہی دعوی ہین ورنہ وید تو خالق اور مخلوق مین بھی فرق نہین کر سکا پھر دوسری صداقتین کیا بیان
کریگا۔ ایک وید کا دعوی تناسخ ہی نہ دیکھین یعنے جونون کا مسئلہ کہ کسقدر مخالف علم طبعی و طبابت و ہیئت ہی
بموجب قرارداد وید کے جو لوگ نہایت درجہ کے ذلیل گناہ کرتے ہین وہ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض
بنتے ہین اور انسان کی جون اُنہین کو ملتی ہے جنکا گناہ کچھ خفیف ہو اب ایک محقق عقلمند سوچ سکتا ہے کہ
اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس سے لازم آتا کہ کیڑون مکوڑون کا کثرت سے پیدا ہونا ہمیشہ کثرت گناہون کے
تابع ہو حالانکہ یہ بات بہ بداہت نظر سراسر باطل معلوم ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالی کا قانون قدرت صاف صاف
یہی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر کیڑے مکوڑے اور مینڈکین اور چھوٹے چھوٹے پر دار اور دوسرے جانور موسم برسات
مین ہی پیدا ہوتے ہین تو کیا اسے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ خلقت خدا کی برسات کے دنون مین ہی کثرت
سے گناہ کرتی ہے کسی اور دنون مین نہین کرتی دیکھو یہ عقیدہ کسقدر علم طبعی کے برخلاف ہے۔ ایسا
ہی جمیع اطباء کی تحقیقات سے اکثری طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد اور عورت کی دو منیون کے ملنے سے
لڑکا لڑکی پیدا ہوتا ہے مگر دیانند صاحب فرماتے ہین کہ وید کے رو سے صرف عورت کا نطفہ جب حمل
ہو جاتا ہے اور روح شبنم کیطرح کسی بوٹے پر گرتی ہے اُسکو کوئی عورت کھا کر حاملہ ہو جاتی ہے دیکھو یہ کسقدر
منافی مسائل طبابت ہے۔ ایسا ہی وید مین یہ بھی لکھا ہے کہ اندر نے ایک رشی کی لڑکی کو حمل کر دیا بلکہ آپ
ہی اُسکے پیٹ سے پیدا ہو گیا۔ آپ لوگون کے بزرگ یہ بھی لکھ گئے ہین کہ بعض رشی کان کی راہ سے
بعض مُنہ کی راہ سے بعض کسی اور دوسرے حیوان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین ایسا ہی آپکا وید بہت سے

ایسے خواص چاند اور سورج کی طرف منسوب کرتا ہے جنکی زمانہ حال کی نئی تحقیق نے صاف صاف بکمال ثبوت تکذیب کی ہے اگر ہم اسوقت وید سے نقل کر کے جو ہمارے سامنے رکھا ہے اُن سب باتون کو جو خلاف مسائل ثابت شدہ طبعی و طبابت و ہیئت اُسمین بھری پڑی ہین لکھین تو یہ رسالہ ایک بڑی کتاب ہوجائیگی اسلئے بالفعل ہم اُن تمام امور کو اُس مستقل رسالہ پر موقوف رکھتے ہین جسکا ہم بہ شرائط متذکرہ بالا وعدہ کر چکے ہین ؛

قولہ - آج تک مسلمانون کو چاند وغیرہ کی حقیقت معلوم نہین کہ کب نکلتا ہے اور کب چھپتا ہے - ایک عید ہی آتی ہے تو سب مسلمان شبہہ مین پڑجاتے ہین - کہ چاند کون سے دن نکلتا ہے ؛

اقول - بھلا غنیمت ہے کہ چاند وغیرہ کی حقیقت آپ لوگون نے تو اچھی طرح سمجھ لی ہے - اے ماسٹر صاحب مین نہین جانتا کہ اس قسم کی بیہودہ اور بے اصل باتون سے آپکا مطلب کیا ہے - اگر اس نکتہ چینی سے آپکا مدعا یہ ہے کہ عوام مسلمانون مین ایسے لوگ پائے جاتے ہین کہ علوم طبعی و ہیئت سے بیخبر ہین تو مین کہتا ہون کہ اس وصف کے عوام الناس کس قوم مین نہین پائے جاتے بلکہ ہندؤن کے عوام پر تو گویا سادہ لوحی و وہم پرستی عجائب پرستی ختم ہے ابھی کسی اخبار مین لکھا تھا کہ ایک ہندو صاحب نے ریل کو دیکھ کر جھک کر اُسے سجدہ کیا کہ تیرا دھن بل ہے تو ناتا دیوی ہے کیا ان لوگون کی نسبت کہہ سکتے ہین کہ اُن کو بھی طبعی یا فلاسفی کی بو پہونچی ہے بھلا آپ ہی فرمائیے کہ ایسے خیالات کے مالک قریب قریب حیوانات کے ہین یا نہین - کیا جو لوگ آفتاب اور ماہتاب سے لیکر زمین کے تمام عناصر بلکہ پتھر درخت بوٹیون تک بھی پرستش کرتے ہین اُنکو اس فلسفہ حقہ پر کچھ اطلاع ہے کہ یہ سب چیزین مخلوق اور ایک صانع قادر کے قبضہ قدرت مین ہین نہ کسی کو نفع پہونچا سکتی ہین اور نہ کچھ نقصان کر سکتی ہین ایسا ہی جا بجا آریہ صاحبون کے عوام کیا بلکہ خواص بھی علوم فلسفیہ سے بلکل بے خبر اور غافل محض پائے جاتے ہین دیکھو ایک طرف آریہ لوگون کی فلاسفی یہ بتلاتی ہے کہ گائے جو ایک حیوان ہے مسئلہ اواگون کے رو سے کسی زمانہ مین برہمن کی قوم مین سے یعنے ایک برہمنی تھی اور پھر کسی پلید اور بڑے کام کے ارتکاب سے بعضے کہتے ہین کہ زنا کے باعث سے سزایاب ہو کر گائے کی جون مین آئی - اور پھر دوسری طرف دیکھو کہ اُسی مجرم فاسقہ عورت کے ہندؤن کے خیالات مین کسقدر تعظیم و تکریم ہوتی ہے کہ گویا اُسی کی دُم پکڑ کر پار ہوجاتا ہے اِن تک

اسکی بزرگی تسلیم کی جاتی ہے کہ اُسکے عوض مین کسی انسان کا خون کرنا اُنکے نزدیک کچھہ بھی گناہ نہین
بلکہ ثواب کی بات ہے اگرچہ ایسی ایسی حرکات کبھی کبھی اب بھی ہندو لوگ شوخی کی راہ سے کر بیٹھتے ہین چنانچہ
کوکون کا بمقام امرتسر کئی قصابون کو بیرحمی سے قتل کرنا ایک ایسا تازہ واقعہ ہے جسمین کچھہ زیادہ مدت
نہین گذری لیکن سکھون کے عہد حکومت مین تو بڑے زور شور سے بحکم حکام ایسی واردا تین ہو تی تھین
سکھون کا دور حکومت پنجاب مین پچاس برس کے اندر اندر شروع بھی ہوا اور ختم بھی ہوگیا اس زمانہ کی تحریرین
اور واقفکارون کے بیانات تائیدی سے بپرور باجرا معلوم ہوتا ہے کہ اس حیوان کے کسی اتفاقی زخم
لگ جانے پر یا کبھی کبھی کسی فاقہ کش کے ہاتھ سے ذبح کئے جانے پر چار ہزار سے کچھہ زیادہ مسلمان متفرق
مقامات اور دفعات مین زمانہ عملداری سکھون مین نہایت دردانگیز اور بیرحمی کے طریقون سے قتل
کئے گئے اور جلائے گئے اور پھانسی دیئے گئے اور اُس سکھان شاہی مین ہمیشہ اس منحوس جانور کی حمایت
مین ہندؤن سے ایسی ایسی ظالمانہ حرکتین ہوتی رہی ہین یہان تک کہ آخر مظلومون کی فریاد جناب الٰہی
مین سنی گئی اور اس جانور اور اسکے حامیون پر منعم حقیقی کا غضب بھڑکا اور اُسنے عنان حکومت ہمیشہ
کے لئے ہریک زمان و مکان سے اُنکے ہاتھ سے چھین لی اور ایک ایسی مہذب قوم کو ابر رحمت کیطرح
دور سے لایا جسمین انسان اور حیوان مین فرق کرنے کی لیاقتین موجود ہین اور جسکو قابلیت رعیت
پروری و ملکداری و قدرشناسی اشرف المخلوقات حاصل تھی اُس قوم فاتح اور قابل شکر یعنی گورنمنٹ
برطانیہ کی حکومت پنجاب مین قایم ہونے سے سب مسلمان اُس عذاب سے رہائی پا گئے کہ جو بنی اسرائیل
کی طرح ایک مدت مدید سے سکھون اور ہندؤن کے ہاتھ سے اُٹھا رہے تھے اور وہ ہزارہا شریف انسانون
کے خون جو اس ایک حیوان کے عوض مین اُس پر ظلم حکومت مین بہائے گئے تھے اسی طرح اُن ظالم سردارون کا
نام و نشان ہی نرہا اور آخر اُن کے خونون سے بھی زمین سرخ ہوگئی اور رنگا رنگ کے ہر بھی جو کچھہ غضب الٰہی
وارد ہوا اور اب تک ہمیشہ کے لئے وارد ہو رہا ہے اُسکے بیان کرنے کی تو کچھہ حاجت ہی نہین

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد   تا دل مردان حق نامد بہ درد

اب دیکھو کہ ایک لایعقل حیوان کو انسان سے بہتر جاننا اور پہلے آپ ہی اُس حیوان کو ایک فاسقہ عورت
کی بگڑی ہوتی جون قرار دینا اور پھر اُسکی ایسی عزت کرنا کہ اُسکے ادنی زخم پر ہزارہا انسانون کے خون
کرنیکو تیار ہوجانا یہ کس قسم کی فلاسفی ہے اگر تلاش کرو تو تمام دنیا مین ایسا وحشیانہ جوش ایک حیوان کے لئے

کسی قوم میں ہرگز نہیں پایا جائیگا جیسا کہ ہندؤن کو گاے کے لئے ہے بعض متعصب برہمنون کو یہی کہتے سنا ہے کہ اصل مین گاے کا جرم تو خفیف ہی تھا مگر پرمیشر نے اسکو کسی مصلحت سے سخت سزا دیدی شاید یہ پردہ پوشی اور پرمیشر کو ظالم ٹھہرانا اس خیال سے ہے کہ انکے جھوٹا نہ زعم مین گاے در اصل اُنہین کی بہن بیٹے برہمنی ہے اور برہمن ویدون کے رو سے ایک ایسی چیدہ قوم ہے کہ کئی قسم کے گناہ بھی انکو معاف ہین اور اگر کوئی شودر ہوکر برہمن کی نسبت کوئی بُرا لفظ کہے تو منوسمرت مین لکہا ہے کہ اُسکی زبان چھیدنی چاہیے اور اگر ہندؤن مین سے بجز برہمن کسی دوسری قوم کا آدمی بے اولاد ہو تو شاسترون کا حکم ہے کہ اپنی عورت کو برہمن کے پاس بھیجدے اور وہ اُس سے ہم صحبت ہوکر اُسکے حاملہ ہو جانے کا فکر کرے ایسا ہی فریب بتیس کے عجیب عجیب حقوق برہمنون کے ہین جنکو شاسترون نے کھیوٹ بندوبست کی طرح برہمنون کے لئے قایم کر رکھا ہے چنانچہ منوشاستر اور دوسرے شاسترون کے پڑھنے والون پر پوشیدہ نہین اور برہمنون کا دعوے ہے کہ یہ سب باتین وید سے لی گئی ہین اور وید مین درج ہین اور باوا نانک صاحب تو سب پرانون اور شاسترون کو وید کی طرح ایشر کرت ہی یعنے خدا کا کلام ہی جانتے ہین جیسا کہ وہ اپنے گرنتھ مین لکھتے ہین :-

قدرت بید پوران کتیبان قدرت سرب بچار

یعنے بید پوران شاستر سب خدا کا کلام ہی ہے سو وہ لوگ جو سکھ ہوکر آریہ سماج مین داخل ہین اور دودو ہاتھ کے برابر کیس سر پر رکھے ہوئے ہین اُنپر تو واجب ہے کہ اپنے گورو نانک صاحب کے شبد پر عمل کرکے سب پرانون کو ایشر کا کلام ہی سمجہین - غرض جب منوسمرت اور پرانون کے رو سے ایسی عزت اور ایسے حقوق برہمن کو حاصل ہین تو پھر درحقیقت ہندؤن کے پرمیشر نے بہت بیجا کام کیا کہ ایک برہمنی کو ایک ادنی گناہ سے سخت سزا دیدی درحقیقت ایسی سخت سزا دینے سے پرمیشر کی عدالت پر بڑا دہبہ لگتا ہے کہ اُسنے ایسی سنگین اور سخت سزا دی کہ غریب برہمنی کو اپنی اصلی صورت سے مسخ کرکے قیدیون کی طرح سخت اور خود غرض لوگون کے حوالہ کردیا جنمین سے کوئی تو اُسکے بچہ کو بھوکا چھوڑ کر اُسکا دودھ پیجاتا ہے اور کوئی اُسکی ہڈیون اور چمڑہ کی فکر مین رہتا ہے اور کوئی اُسکے بچون پر جوا رکھکر دنرات اُنکی جان کو مارتا ہے اور کوئی باربرداری سے اُنکو ریش اور مجروح کرتا ہے - غرض کوئی کسی طرح سے اور کوئی کسی طرح سے اُنپر ظلم کرتا ہے یہان تک کہ خود آریہ لوگ بھی اُسپر رحم نہین کرتے اور غلامون کیطرح

اُسکی پیدایش ضرورت جاری رکھتے ہین اور ہمیشہ قید رکھکر سختی پر سختی کرتے رہتے ہین سوا اگر گائو کے
اُن بیہودہ اوقات کے مقابل جنگلی چرندون اور پرندون کے دیکھا جائے یا دریا کے جانورون کے
مقابل پر وزن کیا جائے تو حقیقت مین صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پرمیشر نے گائے کو بڑی سخت سزا دی
ہے اور اگر یہ کہو کہ پرمیشر نے اسلئے یہ سخت سزا دی کہ تا آئندہ کوئی برہمنی ایسا برا کام کرے تو یہ جواب
بھی پوچ ہے کیونکہ اگر پرمیشر کا یہی مطلب ہوتا تو گائے کو انسان کی طرح زبان گویائی دیتا تا وہ برہمنون
کے گھر جاکر اپنی بہنون کو سمجھاتی کہ اے بہنون میرا حال دیکھو اگر تم ایسا کروگی تو تم بھی ایسا ہی پاؤگی۔ یا
ایسا کرتا کہ پھر جب کبھی گائے آدمی کی جون مین آجاتی تو وہ تمام مصیبتین گائے بننے اور دکھ درد اٹھانے
کی اُسکو یاد دلا دیتا تا وہ پھر کبھی ایسا برا کام نہ کرتے سو جبکہ پرمیشر نے ایسی سخت سزا تو دی مگر کبھی اُنکو تنبیہ
ایسا نہ کیا کہ گائے کو زبان گویائی دیتا یا اُسے آدمی کے جون مین آنے کے بعد اُس پہلی مصیبت
جون کی اطلاع کر دیتا تو یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتک گائے کی جون کا انسداد نہین ہوا بلکہ اس
گناہ کے نامعلوم رہنے کی وجہ سے اس حیوان کی نسل نے ایسی ترقی کی ہے کہ کروڑہا گائین زمین پر
پھیل گئی ہین اگر پرمیشر سے یہ بدانتظامی ظہور مین نہ آتی تو اس نابکار حیوان کی اسقدر ترقی کیون ہوتی بلکہ
گائون کا زمین پر نام و نشان نہ رہتا مگر اب بھی اس منحوس جون کے کاٹنے کے لئے ایک عمدہ تجویز خیال
مین گذرتی ہے اگر آریہ صاحبان اسکو پسند کرلین تو اُنکی کوشش سے یہ لائق رحم برہمنی اس منحوس جون سے
مخلصی پاسکتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کی تمام گائون اور بیلون کو ایک ہی جگہ
اکٹھا کرکے ایک ہی دفعہ کسی تدبیر سے اس جہان فانی سے زاویہ عدم مین بھیجا جاوے اگر پھر بھی ہندؤن کا
پرمیشر کسی برہمنی کو ایسی سخت سزا دینے کی جرات کرے تو اسکے ہم ذمہ وار ہین بشرطیکہ کسی اور ملک سے
کوئی جوڑہ بیل اور گائے کا جدید طور پر نسل جاری کرنے کے لئے منگوایا نہ جاوے کیونکہ اگر آریہ صاحبان
ایسا کرین تو گویا پھر خود اُنکی مرضی ہے کہ اس منحوس جون سے کبھی برہمنون کو نجات نہ ملے غرض ہمنے ایک
نسخہ بتا دیا ہے آئیندہ اسکا کرنا نہ کرنا آریہ صاحبون کے اختیار مین ہے -

اب ذرا عقلمند آریونکو شرمندہ ہونا چاہئے کہ اُنکو وید کی فلاسفی نے کسدرجہ کی مجنونانہ خیالات تک اُنکو پہنچا دیا ہے
کیا وید ودیا کی یہی تعلیم ہے کہ اول ایک حیوان کو بلا دلیل و حجت ایک فاسقہ عورت قرار دینا اور پھر اُسے پلید اور نابکار جانور کی دودہ
پینے کے لئے رغبت دلانا۔ اے بھائیو آریو! خدا تمہین سمجھ اور ہدایت بخشے ہمین ذرہ غیظ و غضب کو الگ

کرکے سوچنا چاہیے اور عالمانہ اعتراض کی حالت میں جواب دینا چاہیے کہ اگر حقیقت میں گلے ایک نابکار اور سزا یافتہ عورت ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اسکو متبرک اور قابل تعظیم سمجھا جاوے بلکہ اسکی شکل دیکھنے سے بیزار ہونا چاہیے اور ڈرنا چاہیے اور دور سے توبہ توبہ کرنا چاہیے نہ یہ کہ اسکو بابرکت خیال کرکے صبح اٹھکر پہلے اسی کا درشن کریں اور مرنیکے وقت وہی برہمن کو بھی سنکلپ کرکے دی جاوے اور اگر کسی آدم زاد کے ہاتھ سے اتفاقاً ایک ادنی زخم بھی اسکو پہنچ جاوے تو جب تک اس آدمی کے ٹکڑہ ٹکڑہ کرلیں صبر آوے کیا آپکے وید کا یہی فلسفہ ہے کیا وید ودیا اسی کا نام ہے کیا اسی شیخت سے مسلمانوں کے عوام پر آپنے اعتراض کیا ہے کہ سورج اور چاند کی انہیں کیفیت معلوم نہیں بہلا آپ بتاؤ ناہی بتادین کہ قانون انصاف کا جاننا اور سمجھنا زیادہ مقدم ہے یا چاند اور سورج کا آپکے وید کے مسائل ایسے ہیں کہ انہوں نے نہ آپکے پرمیشر کی کچھہ عزت بحال رکھی اور نہ انسان اور حیوان کا فرق قائم رکھا اور نہ قانون انصاف میں سے آپکو کوئی حرف پڑہایا جہان دیکھو بے انصافی ہے جس طرف نظر ڈالو ناحق پرستی ہے - اوّل خدائیتعالے کو خالق اور رحیم اور کریم ہونے سے جواب دیا پھر اسکے بندوں کو ہمیشہ کی نجات سے محروم رکھا الہام کو خواہ نخواہ چار رشیوں میں محدود کردیا الہامی کتاب کا نازل ہونا اسی آریہ دیس کا حق ٹھہرایا گیا سنسکرت پرمیشر کی زبان مقرر کی گئی - تمام مجاہدین اور عابدین کو خواہ وہ کیسے اخلاص سے ہی عبادت وبندگی کریں ان چار ویدکے رشیوں کیطرح ملہم اور عارف باللہ ہونے سے ہمیشہ کے لئے جواب دیا گیا کیا یہ باتیں قانون انصاف سے نکلی ہیں کیا ان تعلیموں کا بانی مبانی منصف مزاج کہلا سکتا ہے کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ بات شان فیاضی الہی سے مناسبت رکھتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنی نبوت اور الہام یابی کا آریہ دیس کے چار رشیوں کو ہی ٹھیکہ دے رکھے اور باقی تمام بندگان خدا اسکے وسیع اور آباد ملکوں کی ہمیشہ کے لئے اس سے محروم رہیں سو جس کتابنے قانون انصاف یہ بتلایا ہے اس سے دوسری صداقتوں کی کیا امید رکھیں تمام عارفوں کے نزدیک سورج چاند اور دوسرے اجرام واجسام کی شناخت سے اصلی غرض یہ ہے کہ تا ان مصنوعات پر غور کرنے سے صانع حقیقی کیطرف خیال رجوع کر جاوے لیکن جس مذہب میں خدائے تعالیٰ کو صانع کامل ہونے سے ہی جواب دیا گیا اگر اس مذہب میں کوئی شخص طبعی اور ہیئت یا دوسرے علوم سے کسی قدر بہرہ بھی حاصل کرے تو اسے کیا فائدہ حاصل ہوگا یہ برکات قرآن شریف میں ہی ہیں کہ اسنے ان تمام علوم طبعی وطبابت وہیئت وغیرہ سے خداشناسی کے لئے خدمت لی ہے سو حقیقت میں علوم مسلمانوں کے

کام آتے ہین نہ آریون کے جنہون نے خدا کو بھی خدائی سے جواب دے رکھا ہے ؂

اب ہم پھر اصل کلام کیطرف رجوع کرکے کہتے ہین کہ ابتک ہمنے ماسٹر مرلیدہر صاحب کے قول کی رد مین صرف عوام مسلمانون کے مقابل پر عوام ہنود کے خیالات علمی کو بغرض مقابلہ و موازنہ پیش کیا ہے لیکن اگر ماسٹر صاحب کا اپنی نکتہ چینی سے یہ مطلب ہے کہ عموماً کل مسلمان علوم طبعی و ہیئت وغیرہ سے بے بہرہ ہین اور یہ سب علوم ہندؤن کی وراثت ہے تو اس پیچیدہ پہاڑ سے اور بھی ماسٹر صاحب کو شرمندہ ہونا پڑیگا۔ اہل اسلام وہ قوم ہے جنکو جابجا قرآن مین یہی رغبت دی گئی ہے کہ وہ فکر اور خوض مین مشق کرین اور جو کچھ عجائبات صنعت زمین و آسمان مین بھرے پڑے ہین اُن سے واقفیت حاصل کرین۔ مومنون کی تعریف مین خدا ئے تعالے فرماتا ہے :۔

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا ۔ یعنے مومن وہ لوگ ہین جو خدا تعالے کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے بسترون پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہین اور جو کچھ زمین و آسمان مین عجائب صنعتین موجود ہین اُن مین فکر اور غور کرتے رہتے ہین اور جب لطائف صنعت الٰہی اُنپر کھلتے ہین تو کہتے ہین کہ خدایا تو نے اُن صنعتون کا بیکار پیدا نہین کیا یعنے وہ لوگ جو مومن خاص ہین صنعت شناسی اور ہیئت دانی سے دنیا پرست لوگون کیطرح صرف اتنی ہی غرض رکھتے ہین کہ مثلاً اسی پر کفایت کرین کہ زمین کی شکل یہ ہے اور اُسکا قطر اسقدر ہے اور اُسکی کشش کی کیفیت یہ ہے اور آفتاب اور ماہتاب اور ستارون سے اُسکو اِس قسم کے تعلقات ہین بلکہ وہ صنعت کی کمالیت شناخت کرنیکے بعد اور اُس کے خواص کھلنے کے پیچھے صانع کیطرف رجوع کرجاتے ہین اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہین اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے :۔

یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ۔ یعنے خدا تعالے جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسکو حکمت دی گئی اُسکو خیر کثیر دی گئی ۔ پس یہ کہنا چاہیے کہ اِن آیات مین مسلمانون کو کسقدر علم و حکمت حاصل کرنیکی تاکید کی گئی ہے اور حدیث شریف مین بھی آیا ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ یعنے علم کا طلب کرنا ہر یک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ہان یہ سچ ہے کہ خدا تعالے نے احکام دین سہل و آسان

کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور زائچون کی وقتون اور پیچیدہ
باتون مین نہین ڈالا مثلاً روزہ رکھنے کے لئے یہ حکم نہین دیا کہ تم جبتک قواعد طلیہ نجوم کے روسے
یہ معلوم نہ کرو کہ چاند انتیس ۲۹ دن کا ہوگا یا تیس ۳۰ کا تب تک رویت کا ہرگز اعتبار نہ کرو اور آنکھین بند
رکھو کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ مخواہ اعمال دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا ناحق کا حرج و تکلیف
مالایطاق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابون کے لگانے مین بہت سی غلطیان واقع ہوتی ہین
سو یہ بڑی سیدھی بات اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نہ رہین اور چاند
کے معلوم کرنے مین کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رویت پر مدار رکھین صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھین کہ
تیس سے تعداد تجاوز نہ کرین اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقت مین عندالعقل رویت کو قیاسات
ریاضیہ پر فوقیت ہے آخر حکماے یورپ نے بھی جب رویت کو زیادہ معتبر سمجھا تو اس نیک خیال
کی وجہ سے بتائید قوت باصرہ طرح طرح کے آلات دوربینی و خوردبینی ایجاد کئے اور بذریعہ رویت تھوڑے
ہی دنون مین اجرام علوی و سفلی کے متعلق وہ صداقتین معلوم کرلین کہ جو ہندون بیچارون کو اپنی
قیاسی اٹکلون سے ہزارون برسون مین بھی معلوم نہین ہوئی تھین اب آپ نے دیکھا کہ رویت
مین کیا کیا برکتین ہین انہین برکتون کی بنیاد ڈالنے کے لئے خدا تعالے نے رویت کی ترغیب
دی ذرہ سمجھکر دیکھو تو کہ اگر اہل یورپ بھی رویت کو ہندون کی طرح ایک ناچیز اور بیسود خیال
کرکے اور صرف قیاسی حسابون پر جو کسی اندھیری کوٹھری مین بیٹھ کر لکھے گئے مدار رکھتے تو کیونکر یہ
تازہ اور جدید معلومات چاند اور سورج اور نئے نئے ستارون کی نسبت انہین معلوم ہوجاتے سو مکرر
ہم لکھتے ہین کہ ذرا آنکھ کھولکر دیکھو کہ رویت مین کیا کیا برکات ہین اور انجام کار کیا کیا نیک نتائج
اُس سے نکلتے ہین ۔

ماسواے اسکے خود یہ خیال کہ اہل اسلام تحصیل علوم طبعی و ہیئت وغیرہ سے بکلی بے بہرہ چلے آتے
ہین ایسا متعصبانہ خیال ہے جس سے اگر ماسٹر صاحب ذرا انصاف پر آوین تو انہین بہت شرمندہ اور
نادم ہوجانا چاہیئے ہمکو اسجگہ کچھ ضرورت نہین کہ بات کو طول دے کر اہل اسلام کے علمی فضائل کا ثبوت
دین - بلکہ اس مقام مین ہم صرف اُن چند سطرون کا لکھنا مناسب سمجھتے ہین جو جان
ڈیون پورٹ صاحب نے اپنی کتاب مین جسکا ترجمہ ہوکر موید الاسلام نام رکھا گیا ہے

لکھیں ہیں سو وہ یہ ہیں *

صفحہ ۹۲ سے تا صفحہ ۹۸ عبارت کتاب جان ڈیون پورٹ صاحب

مسٹر صاحب کا قول ہے کہ مورخان معتبر کے نزدیک یہ بات قرار پاگئی ہے کہ دسوین صدی مین یوروپ
نہایت درجہ کی جہالت مین پڑا ہوا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ اس زمانہ مین اہل عرب (یعنی اہل اسلام)
نے ملک ہسپانیہ و اٹلی مین بہت سے مدرسے جاری کئے تھے اور ان مدرسون مین ہزارون طلباء عیسائی
عربی فارسی اور حکمت کی تعلیم پاتے تھے اور پھر ان علوم کو مدارس اسلام سے لاکر عیسائی مدرسون مین جاری
کرتے تھے ہمین اس بات کا اقرار کرنا چاہئے کہ تمام قسم کے علم یعنی طب و طبعیات و فلسفہ و ریاضی جو دسوین
صدی سے یوروپ مین جاری ہوئے یہ سب اصل مین اہل عرب مسلمانون کے فلسفی مدارس سے سیکھے
گئے تھے خصوصاً ہسپانیہ کے اہل اسلام بانی فلسفہ یوروپ خیال کئے جاتے ہین اہل اسلام کو علمی ترقی
بھی ایسی ہی جلدی حاصل ہوئی جیسے انکو ملکون پر فتحین حاصل ہوئی تھین سمرقند سے اصفہان تک
اہل عرب کا علم بہت جلد پھیل گیا اور بغداد اور کوفہ اور قاہرہ اور بصرہ اور فیز اور مراکو اور کوردووا
اور گرنیڈا اور دیگر شہرون میں اہل عرب کی حکمت نے بہت جلد رواج پایا حقیقت مین اہل عرب
مسلمانون نے تمام علوم کو نئے سر سے ترقی دی اور یونان اور روما کے علوم مین دوبارہ جان ڈالی
نوین صدی سے چودھوین صدی تک عرب کے علم و فضل سے یہ نور حاصل ہوتا رہا اور اہل یوروپ کو
تاریکی جہالت سے روشنی علم و عقل مین لایا ۔ اگر آٹھوان خلیفہ عبد الرحمان ہسپانیہ مین مدرسے اور
مکتب خانے جاری نہ کرتا تو ہمین بے شک اہل عرب کے علم و فضل سے مطلق فائدہ نہ ہوتا کیونکہ بغداد
اور بخارا اور بصرہ کے مدارس بہت مشہور تھے مگر وہ اسقدر دور تھے کہ طلبائے یوروپ کو وہان جانے مین
بہت دقت پڑتی تھی ۔ مذہب اسلام اپنی ترقی کے زمانہ مین ہی نہین بلکہ اپنی ابتدائی حالت مین ہی اور
مذہبون کی نسبت علم کیطرف بہت مائل تھا آنحضرت نے خود فرمایا ہے کہ جس آدمی مین علم نہ ہو وہ قالب
بے روح ہے یہ تمام عبارت جان ڈیون پورٹ صاحب کی ہے جسکو ہمنے مسٹر صاحب اور انکے دوستون کے ملاحظہ
کے لئے اسجگہ تحریر کیا ہے اس سے منصفین کو ایک محکم شہادت ملتی ہے کہ اہل اسلام ایک علم دوست قوم
ہے جسکی فطرت و خمیر مین علم چلا آتا ہے اور جسکی شاگردی سے اہل یوروپ باوصف ہمہ فضائل علمی اقراری ہین
پھر دیکھنا چاہئے کہ یہی صاحب ڈیون پورٹ اپنے رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۲۰ سے صفحہ ۳۰ تک قرآن

شریف کی بدین الفاظ تعریف و مدح کرتے ہین - چنانچہ اصل عبارت اُن کی لکھی جاتی ہے اور وہ یہہ ہے :-

"مُسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہین کہ عیسائیون نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہین دیکھی قرآن شریف مین صرف احکام مذہبی و تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہین بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے - قرآن مین قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہین اور وہ مسائل نجات روح و حقوق عامہ و حقوق شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہے منجملہ محاسن و خوبیون قرآن کے جسپر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے دو باتین نہایت عمدہ ہین اول قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جسمین خدا تعالیٰ کا ذکر ہے اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے - دوسرے قرآن تمام اُن خیالات سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جاسکتے ہین اور اُسکے تمام اصول ایسے ہین جو کوئی اُن ہین سے خلاف عقل نہین مگر افسوس کہ عیب یہودیون کی مقدس کتابون مین اکثر واقعہ ہین - اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسکے اصول مین سبکو اتفاق ہے اور کوئی ایسی بات نہین جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ مین نہ آوے" فقط

یہ بیان قرآن شریف کی نسبت توجان ڈیون پورٹ صاحب کا ہے اور ایسا ہی کارلیل صاحب اپنی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ مین لکھتے ہین کہ "قرآن شریف کے پڑہنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پُر ہے" اب دیکھیے کہ یوروپ کے بڑے بڑے فلاسفر جنکے گھر مین گویا آج طبعی اور ہیئت نے جنم لیا ہوا ہے اور جو سورج اور چاند وغیرہ کی کیفیت آپ لوگون سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہین وہ کسقدر قرآن شریف کے معقولانہ مسائل کے قائل اور مداح ہین اور کیسی اپنی صاف طینتی کیوجہ سے صاف اقرار کرتے ہین کہ قرآن شریف کے مسائل علوم عقلیہ کے خلاف نہین ہین اور کوئی اُسمین ایسا اعتقاد نہین جو زبردستی ماننا پڑے جس حالت مین ایسے لوگ جو فلاسفی کے پتلے خیال کیے جاتے ہین قرآن شریف کے حکیمانہ طور و طریق کی کُھلی کُھلی شہادتین دیتے ہین تو پھر اگر آپ اے ماسٹر صاحب یا آپکا کوئی اور بھائی جنکی آنکھیں اُنہین لوگون کے علوم پڑہنے سے کچھہ کچھہ کُھلی ہین اور وہی لوگ آپکے معلم اور اُستاد ہین فضائل قرآنی سے انکاری رہین تو اس سے قرآن شریف کا کیا نقصان ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر یوروپ اور ایشیاء کے تمام مخالف فضائل قرآنیہ سے انکار کرتے تو بھی کچھہ نقصان کی بات

نکلتی آفتاب بہرحال آفتاب ہی ہے چاہے کوئی اُسکی روشنی کا اقراری ہو یا نہو مگر یورپ کے فاضل و صاحب علم لوگ اِسقدر قابل تحسین ہین کہ اُنھون نے بیسیون کتابین تالیف کر کے قرآن شریف کے بارہ مین شہادت حقہ کو ادا کر دیا ہے اور باستثنار چند لمان پادریون کی جو تنخواہین پاکر اسلام سے عناد رکھتے ہین باقی جسقدر واقعی دانا اور فلاسفر ہین اُن کے دلون مین دن بدن محبت اسلام کی پیدا ہوتی جاتی ہے لیکن آپ لوگون کی نسبت کیا کہین اور کیا لکھین اور کیا تحریر مین لاوین کہ ناحق ہموجب سراسر عناد اور بخل کی راہ سے نکتہ چینیان کرتے ہین اور حقیقت مین آپ لوگون کے اعتراض اسی رنگ کے ہین کہ جیسے ایک شخص قوانین سے ناواقف عروض سے جاہل تقطیع سے بے خبر ربط معانی و الفاظ سے بے تمیز و شتی ن ومحاورات کی شناخت سے ناآشنا محض ملکہ زبان دانی سے محروم مطلق یہ دعوے کر بیٹھے کہ سعدی و حافظ شیرازی و ظہیر فاریابی و فردوسی طوسی و انوری و سنائی وغیرہ شعرائے نامدار بالکل سخن گوئی و سخن فہمی سے ناواقف و محروم مطلق تھے اور اسپر دلیل پیش کرے کہ مین اُنکے اشعار کو سمجھہ نہین سکتا پس آپ لوگون کا یہی حال ہے خدا تعالی رحم فرماوے۔

قولہ - جو لوگ روح اور مادہ کی حقیقت کو سمجھتے ہین وہ جانتے ہین کہ یہ سرشتی کرم جسکو مرزا صاحب بہت ہی چھوٹے اور حقارت کے لفظون مین جوڑنا جاڑنا تحریر فرماتے ہین اسقدر بڑا اور عالی شان کام ہے کہ اسکو سواے اُس بیچد اسند سر کمبہ اور دانای کامل کے کوئی نہین بنا سکتا بنانا تو درکنار اُسکی چھوٹی سی چھوٹی چیز کی بابت کہ یہ کسطرح بنی لاکھ کاریگرون مین سے ایک لاکھوان حصہ بھی نہین سمجھہ سکتا۔ اگر یہ ایسا حقیر کام ہے جسکو صرف جوڑنا جاڑنا کہا ہے تو مرزا صاحب یا کوئی اور شخص جو دعوے کرتا ہو یا مرزا صاحب کی سمجھہ مین بڑا طاقت والا ہو تو بڑی چیزون سیارات وغیرہ کو تو کیا بناویگا۔ ایک دانہ گندم یا باجرہ کا ہی بنا کر دکھلاوے یا کچھہ تھوڑی بہت اُس کی کاریگری کے اصول ہی سمجھاوے ✤

اقول - ہائے ماسٹر صاحب! آپ کدھر کو کھسک گئے ذرا اوّل غور کر کے میرے سوال کو تو سمجھا ہوتا سخن فہمی ہی تو آپ ہی پر ختم ہے مینے آپکو کب اور کسوقت کہا تھا کہ خدائے قادر مطلق کی مانند کوئی دوسرا شخص بھی کوئی صنعت بنا سکتا ہے یا بجز اُسکے کوئی صنعت کا کام اُسکے کامون سے مشابہ ہو سکتا ہے یہ اعتقاد تو آپ لوگون کا ہی ہے جسپر مینے اعتراض کیا تھا یعنے آپ لوگ ہی تو یہ بات کہتے ہین کہ جو صنعتین

عالم غیب سے ظہور پذیر ہو رہی ہین جنکو دانشمند لوگ کسی ناقص کی طاقت سے برتر سمجہکر ایک صانع کامل اور قادر اور حکیم اور حی قیوم کیطرف منسوب کرتے ہین وہ تمام صنعت کے کام بزعم آپ لوگون کے اُس خداوند کامل اور قادر کے ہاتہ سے نہین نکلے بلکہ اُن مین سے صرف جوڑنا جاڑنا اُسکا کام ہے اور باقی سب حکمت اور صنعت کے کام اور طرح طرح کے خواص عجیبہ جو ارواح اور اجسام کی ذات مین پائے جاتے ہین وہ سب بقول آپکے قدیم سے خود بخود چلے آتے ہین جنکا کوئی موجد اور خالق نہین اور نہ خالق کی اُنکو کچہہ حاجت و ضرورت ہے سو آپکے اسی عقیدہ پر مین معترض ہوا تھا اور اسی وجہ سے مین نے آپکو جواب لکہنے کی تکلیف دی تھی کہ جس حالت مین آپ نے روحون کے وجود کو جن مین ایسی عجیب صنعتین اور خاصتین پائی جاتی ہین جو اجمالی طور پر تمام دنیا کے عجائبات پر مشتمل ہین خود بخود و بغیر حاجت پرمیشر کے مان لیا ہے ایسا ہی آپ نے اجسام کو اور اُن کے تمام خواص کو جو اُن مین پائے جاتے ہین خود بخود تسلیم کر لیا ہے تو پہر صرف جوڑنے جاڑنے کے لئے جو ایک ادنی کام ہے کیون پرمیشر کے وجود کی ضرورت ٹھہری سو آپ سوچین کہ کیا اس سوال کے جواب مین یہی لکہنا مناسب تھا جو آپ نے لکہا مین متعجب ہون کہ آپ اس سوال کے جواب پر کس غرض اور کس خیال سے یہ بحث لے بیٹھے کہ ایک دانہ گندم یا باجرہ بھی کوئی دوسرا شخص بغیر پرمیشر کے نہین بنا سکتا مین آپ سے پوچھتا ہون کہ اگر کوئی دوسرا شخص گندم یا باجرہ کے دانہ بنانے سے عاجز ہے تو کیا ایسا شخص اُن عجائب حکمت و صنعت کے کام کرنے پر قادر ہو سکتا ہے جو روحون مین پائی جاتے ہین پہر جس حالت مین کوئی شخص اُن عجائب حکمت و غرائب صنعت کے کامون پر جو روحون یا اجسام مین پائے جاتے ہین مقابلہ کرنے کی قدرت و طاقت نہین رکہتا تو پہر اگر آپ تالیف اجسام یعنے خدا تعالے کے جوڑنے جاڑنے کو بوجہ بے نظیر ہونے اُس فعل کے صانع کے وجود کی دلیل ٹہراتے ہین اور اسی دلیل سے یعنے تالیف اجسام سے ایک مؤلف کی ضرورت سمجہتے ہین تو پہر روحون مین بھی بوجہ اولی آپکو ماننا پڑیگا کہ اُسجگہ بھی ایک موجد کی ضرورت ہے کیونکہ جب دو چیزین ایک ہی صورت اور شکل کی ہون تو جو احکام ایک پر صادر ہون وہی احکام دوسرے پر بھی صادر کرنے پڑینگے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور جب ایک جگہہ آپ اسبات کو روا رکہ لینگے کہ اگرچہ یہہ کام بے نظیر اور انسانی طاقتون سے بالاتر ہے مگر پہر بھی خود بخود ہے اور پرمیشر کے بنانے کی اسمین ضرورت نہین پڑی تو پہر اُسی صورت اور شکل کے کام کی نسبت دوسری جگہ آپ کیونکر کہہ سکتے ہین کہ اسمین پرمیشر کی خواہ نخواہ ضرورت پڑگئی ہے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اگر

پرمیشر سے پیوند کی ضرورت ہے تو دونون ضرور کسیکے کامون مین ہونگی ہین تو اُن مین سے کسی کام کو لیتے
بھی اُسکی ضرورتمندانی نہین چاہئے یہ کیسا مکابرہ ہے اور کس قسم کی منطق ہے کہ آپ تالیف اجسام مین تو
یہ دعویٰ کرتے ہین کہ جو کچھہ خداتعالیٰ سے جوڑنا جاڑنا ظہور مین آیا ہے وہ بے نظیر ہے اور انسان اُسکی
مثل بنانے پر قادر نہین اسلئے اُس تالیف سے ایک مؤلف کی ضرورت ثابت ہوتی ہے لیکن جب آپ
کی خدمت مین یہ عرض کیا جاتا ہے کہ یہی بے نظیری اور انسانی طاقتون سے بالاتر ہونا اُن عجائبات
قدرت مین بھی پایا جاتا ہے جو روحون مین ہین تو تب آپ اسطرف سے منہ پھیر لیتے ہین اب کوئی آپکی
اس سمجھ پر روے یا ہنسے کہ آپ دو چیزون کے مشترک استحقاق کو دیکھکر ایک چیز کو پرمیشر کی مصنوعیت
سے باہر رکھ لیتے ہین اور دوسری چیز کو جو ایک ادنیٰ اور عارضی کام ہے اپنے پرمیشر پر تھاپتے ہین - مگر ایسا
کبھی نہین ہو سکتا اور کسی طور کی حجت آپکے اس مطلب کی تائید نہین کر سکتی کہ تمام عالم مین سے آدھا حصہ
خودبخود اور آدھا پرمیشر کا محتاج ہے اور یہ جو مینے ابھی لکھا ہے کہ اجسام کو جوڑنا جاڑنا٭ ایک ادنیٰ کام ہے یہ
مینے اسلئے لکھا کہ درحقیقت جوڑنے جاڑنے سے کوئی نئی خوبی حاصل نہین ہوتی بلکہ وہی خواص ارواح و
اجسام جو روحون اور جسمون مین چھپے ہوئے تھے کھلے کھلے طور پر نظر آجاتے ہین جیسے ایک تصویر کو
جب ایک مصفا شیشہ کے اندر رکھا جائے تو نہایت صفائی اور خوبی سے نقوش اُس تصویر کے ظاہر ہو جاتے
ہین سو یہ بات ہرگز نہین ہے کہ تصویر کو آئینہ مین رکھنے سے خود آئینہ کوئی ایسا نقش اُسمین زیادہ کر دیتا ہے
جو پہلے اُس مین موجود نہ تھا بلکہ وہی نقوش جو پہلی تصویر مین موجود تھے اور مصور کے ہاتھ سے نکلے تھے -
اُنہین کو آئینہ نہایت عمدگی اور صفائی سے نمایان کر دیتا ہے سو مین کہتا ہون کہ اگر اجزا صغار اجسام
مین بطور خود وہ کشش اتصال کی خاصیت نہوتی جس سے وہ اکٹھے رہ سکتے ہین تو آپکا پرمیشر جو خالق اشیا اور
وہ خواص اشیاء نہین ہے کیا کر سکتا تھا اور اگر آفتاب کے باریک ٹکڑون مین جو بقول آپکے خودبخود ہین
اپنی ذات مین ہی روشن ہونے کی خاصیت نہ پائی جاتی تو کیونکر اور کس قوت سے پرمیشر اُن سب کو
اکٹھا کر کے نیر اعظم بنا لیتا سو جاننا چاہیے کہ اگر خداتعالیٰ مین ایجادی قدرت نہین یعنے اُسنے تمام چیزون
اور اُنکے خواص کو عدم محض سے پیدا نہین کیا تو صرف بعض بعض ترکیبین نکالکر خواص موجودہ مطابقہ سے
کام لینا کوئی بڑی بات نہین - انسانون مین سے بھی تو صناع لوگ اپنے علم خواص کے مطابق
طرح طرح کی ترکیبین اور صنعتین نکالتے رہتے ہین + ہان صرف اتنا فرق ہے کہ جسکو علم خواص

٭ حاشیہ - ابتک دانشمند لوگون نے جو کچھہ خواص ارواح و خواص اجسام و اوضاع پر اطلاع پا کر اور

اشیا جو زیادہ ہوا اُسنے زیادہ ترکیبین نکالین اور جسکو کم ہوا اُسنے کم نکالین بہرحال بنی آدم نے بلاشبہ حیرتناک کام کر دکھائے ہین اور جہان کہین اُنکو کوئی خاصہ جدیدہ اشیاء مادی اور اُنکی اشکال و اوضاع یا اُن کے باہم اختلاط و امتزاج کا ملگیا ہے وہین اُنہون نے اُسی ذریعہ سے کوئی کل یا آلہ بنا ڈالا ہے چنانچہ سارا جہان انسان کی عجیب عجیب دستکاریون سے بھرا ہوا نظر آتا ہے اگر تم گھر مین بیٹھے ہوئے اپنے گھر کی تمام ضروریات و اسباب خانہ داری پر نظر ڈالو اور جائداد غیر منقولہ سے لیکر ایک ایک چیز منقولہ پر نظر اُٹھا کر دیکھو تو تمہین معلوم ہوگا کہ وہ سب چیزین جو تمہارے امور معیشت مین کام آتے ہین انسان کی دستکاریان ہین ایسا ہی بری و بحری سفرون مین جو کچھہ انسان نے اپنی فکر و غور سے صنعتین ایجاد کی ہین وہ سیاحون اور واقفکارون پر پوشیدہ نہین ہے

بقیہ حاشیہ علوم طبعی و ہندسہ سے مدد لیکر صدہا عمدہ عمدہ شکلین و ترکیبین نکالی ہین اور جیسے جیسے انسان کا علم وسیع ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے وہ صنعت سازی مین ید طولی حاصل کرتا جاتا ہے۔ ریل کا بخاری طاقت سے چلانا۔ تار کا بنانا۔ چھاپہ کی ترکیبین ایجاد کرنا کیسی کیسی مفید صنعتین ہین جن سے گویا تمام بنی آدم کو فائدہ پہنچ رہا ہے ایسا ہی انسان نے دوسرے چھوٹے چھوٹے کامون مین صدہا طور کی کلین ایجاد کر لی ہین ہر قسم کی عمدہ عمدہ گھڑیان جو خود بخود وقت بتلاتی ہین۔ سینے کی مشین۔ آٹا پیسنے کی کل۔ کپڑا بننے کی کلین۔ برف بنانیکی کل دودھ مین پانی کی آمیزش شناخت کرنیکا آلہ۔ بجلی کا صندوقچہ۔ خود بخود چلنے والا پنکھا۔ جانور جو چابی دینے سے مثل زندون کے چلتا اور پھرتا اور ناچتا ہے۔ مرغی کرک جو کنجی دینے سے چلتی ہے۔ بکرا و کتا جو کنجی دینے سے چلتا ہے باجہ دار کرسیان جو کنجی دینے سے چند عرصہ تک باجہ بجا رہتا ہے ایسا ہی صدہا اور کلین چھوٹی بڑی ہین جو حال کے صناعون نے تیار کی ہین اور بمبئی اور کلکتہ اور اکثر دیگر مقامات مین سوداگرون کی دکان پر ملسکتی ہین اور یوروپ کے اکثر کاریگر دانتون کی جگہ دانت اور آنکھہ کی پتلی کی جگہ آنکھہ کی پتلی اور ٹانگون کی جگہ ٹانگ اور بالون کی جگہ مصنوعی بال لگا کر گذارہ چلا دیتے ہین۔ بعض حکیمون نے چاند بنا کر اور چڑھا کر محدود حد تک اُسکی روشنی سے کام لیا ہے۔ بعض نے پرند بنا کر کنجی دینے سے ایک حد تک انہین اوڑا کر دکھلا دیا ہے اور بعض نے مینھہ برسنے کی ترکیب نکالی اور کسی حد کے اندر اندر مینھہ برسا دیا ایسا ہی قسم قسم کے پھول اور پھل اور موتی و دیگر جواہرات ایسے بنائے گئے ہین جو دیکھنے والون کو حیران کر دیا ہے اور ابھی انسانون کی صناعیت کی کچھہ انتہا نہین کیونکہ وہ ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے جنکی تحصیل کے لئے وہ قدرتاً مشتاق ہے ۞

اب ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر ہندؤن کے پرمیشر مین بھی صرف اتنی ہی خوبی پائی جائے کہ مادی وغیرہ مادی اشیاء کے خواص جو اُسے معلوم ہین اُنہین مین دست اندازی کرکے اور بعض اشیاء کو بعض سے جوڑکر صنعتین نکالتا ہے تو یہ کچھہ بڑی بات نہین اور اسصورت مین تو ہمین اُسکی ساری خدائی کی حقیقت معلوم ہوگئی اور ظاہر ہوگیا کہ اسمین اور انسان مین صرف علم کی کمی بیشی کا کچھہ فرق ہے اور ممکن ہوگا کہ انسان بھی اپنے معلومات مین ترقی کرتا کرتا کسی وقت پرمیشر ہی بنجاوے - جس حالت مین شہد کی مکھی مین بھی یہ ہنر پایا جاتا ہے - کہ وہ ایسی عقلمندی سے شہد بناتی ہے کہ کوئی انسان اُسکی نظیر بنانے پر قادر نہین پھر اگر ہندؤن کے پرمیشر مین ایجادی قدرت نہین تو اگر اُس شہد کی مکھی کیطرح صرف جوڑنا جاڑنا اُسکا بے نظیر بھی ہوا تو بھلا یہ کیا کمال ہوا - اسجگہ کوئی انجان یہ دھوکا نہ کھاے کہ آریہ سماج والے تو اسبات کو مانتے ہین کہ گو پرمیشر پیدا کرنے پر قادر نہین لیکن وہ اجسام اور ارواح کے جوڑنے جاڑنے سے طرح طرح کی مفید چیزین تو بناتا ہے جیسے اُسنے چاند بنایا سورج بنایا زمین کو عمدگی سے بچھایا انسان کو آنکھین دین کان دیئے قوت ناطقہ شامہ بخشی سو کیا ایسے ایسے عجائب کامون سے اُسکی قدرت ثابت نہین ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھہ علمی وسعت پر موقوف ہے ایجادی قدرت جو کسی شئے اور اُسکے خاصہ کو عدم سے پیدا کرنیکو کہتے ہین وہ اسیقدر فعل سے ہرگز ثابت نہین ہوسکتی بلکہ وہ تب ہی ثابت ہوتی ہے کہ جب ساتھہ اسکے یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ خدا تعالی صرف اشیاء کا جوڑنے جاڑنے والا نہین بلکہ وہ اُن تمام اشیاء اور اُنکے جمیع خواص کو پیدا کرنیوالا بھی ہے کیونکہ اگر ایسا تسلیم نہ کیا جاے اور خدا تعالی کا صرف اسیقدر اختیار و قبضہ سمجھا جاے کہ وہ بعض اشیاء کو بعض سے پیوند کرکے اُنکو اصلی خواص کو متجلی کرکے دکھا دیتا ہے تو اس سے صرف اُسکے معلومات کی فراخی ثابت ہوتی ہے نہ قادریت کا وجہ یہ کہ جب جمیع اشیاء خود بخود قدیم سے موجود مان لیجائین تو ساتھہ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اُن اشیاء کے خواص بھی جو بحالت بساطت مخفی طور پر اُن مین پائے جاتے ہین یا بحالت ترکیب کھلے کھلے طور پر اُن سے ظہور مین آتے ہین وہ بھی سب قدیم ہی ہین گو ہم اُن پر اطلاع پائین یا نہ پائین - مثلاً خدا تعالی نے جو آنکھون کو نہایت عجیب طور سے بنایا ہے سو اسمین یہ خیال نہین ہوسکتا کہ آنکھون کی صرف مجموعی ترکیب کے پیدا ہونیکے بعد خاصہ رؤیت اُنمین پیدا ہوگیا ہے بلکہ صحیح فلاسفی اس مین یہ ہے کہ جو کچھہ مجموعی ترکیب مین رؤیت پیدا ہونیکا نتیجہ نکلا ہے وہ نتیجہ مخفی طور پر اُن تمام اجزا مین پایا جاتا تھا جو پہلے سے رطوبات و طبقات اور عصبیہ مجوفہ وغیرہ کی

اسکل پر تشکل ہوگئے جنکو آریہ لوگ قدیم اور انادی اور پرمیشر کے دست قدرت سے بالاتر خیال کرتے ہین
چنانچہ اسبات کو پنڈت دیانند صاحب بھی اپنے وید بھاش مین مانتے ہین اور اپنا اعتقاد یہی ظاہر کرتے
ہین کہ نیستی سے ہستی کبھی نہین ہوتی ہے جسکے وجہ ظہور مین آتا ہے اور جو نہین وہ کبھی ظہور مین نہین آسکتا
پس اسجگہ اُنھون نے آپ ہی تسلیم کرلیا ہے کہ ترکیب اشیا مین جتنے جوڑے جاتے ہین کوئی ایسی نئی بات پیدا
نہین ہوتی جو پہلے نیست محض ہو اور پھر نیستی سے اُسکی ہستی ہوگئی ہو بلکہ وہی خواص قدیم ظہور مین آتے ہین کہ
جو اوّل ہی سے الگ الگ جزون مین مخفی طور پر موجود تھے اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ ترکیب اشیا مین
انھین خواص کا ظہور ہوا کرتا ہے جو پہلے ہی سے الگ الگ ہونیکی حالت مین اُن اشیا مین چھپے ہوئے
ہوتے ہین تو اس صورت مین ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ اگر مثلاً پرمیشر نے انسان کے جسم کی آنکھ بنائی اور جو
اجزا ترکیب آنکھ کے الگ الگ موجود تھے اُنھین ایک جگہ اکٹھا کرکے کام لیا تو ایسے بنانے مین اُسکی
کون سی بڑی بھاری خوبی ثابت ہوگئی کیونکہ دراصل سب اجزا جن سے آنکھ بن سکتی تھی پہلے ہی سے موجود
تھے اُن مین دیکھنے کا خاصہ تھا اُس خاصہ کا ظہور ترکیب اور وضع پر موقوف تھا سو پرمیشر نے اپنی علمی وسعت سے
اُس خاص وضع و شکل پر اطلاع پاکر اُس خاصہ قدیم کو جو پہلے سے پرمیشر کے پایا جاتا تھا ظاہر کرکے دکھلا دیا
پس اگر پرمیشر کا اتنا ہی منصب اور اسیقدر اُسمین لیاقت ہے کہ وہ خواص اشیا پر وسیع اطلاع ہونیکی وجہ سے
تراکیب مختلفہ مین اُن خواص کو ظاہر کرتا رہتا ہے تو اُسمین اور دوسرے صناعون مین کونسا بڑا فرق ہے صرف
اتنا ہوا کہ وہ کچھ ہنر مین زیادہ اور دوسرے اُسکے چھوٹے بھائی ہوئے ❊

قولہ - رہا مادہ سو وہ چیز ہے جسکو ہندی مین جڑ پدارتھ کہتے ہین جسمین ارادہ یا طاقت ہلنے جلنے کی نہین
غرض یہ دونون چیزین (روح و مادہ) جو دنیا مین موجود ہین جنکو مرزا صاحب نے ایک دہریہ کیطرف سے
پیش کیا تھا ایسی ثابت ہوئین کہ مرزا صاحب کے جوڑنے جاڑنے سے بالکل عاجز و بیخبر ہین اور انادی
ہونیکی صورت مین خود بخود اُنکا جوڑ جاڑ نہین ہوسکتا سو اس سے کسی تیسرے بڑی شان والے اور
جوڑنے والے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے وہ وہی ہے جسکو ہم سچدانند سروپ اور مرزا صاحب
خدا تعالےٰ کہہ رہے ہین ❊

اقول - اے ماسٹر صاحب آپکی سمجھ اور فہم کی نسبت کیا کہون اور کیا لکھون کچھ ایسے سوئے کہ پھر جاگے
تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر - صاحب من میرا سوال تو یہ تھا کہ جس حالت روح اور جسم یا وہ جنکے ذاتی خواص سے

فلسفہ مین کتابین بھری پڑی ہین بقول آپ لوگون کے خود بخود ہین تو پھر دوسری چیزین جو اپنی مصنوعیت
مین روح اور مادہ کے عجائب اور پرحکمت وجود سے کچھ زیادہ نہین ہین کیون محتاج صانع سمجھے جائین آپ
اسکا جواب دیتے ہین کہ جوڑنا جاڑنا بجز پرمیشر کے خود بخود نہین ہو سکتا تو گویا آپ یہ مذہب ہوا کہ پیدا ہونا
بجز خدا کے خود بخود ہو سکتا ہے مگر جوڑنا جاڑنا بغیر اُسکے ممکن نہین سو اسی مذہب پر مین اعتراض کرتا ہون
مین آپ سے پوچھتا ہون کہ کیا بڑا بھارا کام پیدا کرنا ہے یا جوڑنا ۔ ظاہر ہے کہ پیدا کرنا ہی بڑا بھارا کام ہے
سو جب آپ لوگون کی عقل عجیب نے اسبات کو روا رکھ لیا کہ تمام ارواح و مواد مع جمیع خواص و عجائبات اپنے
کے بغیر پیدا کرنے کسی پیدا کنندہ کے خود بخود قدیم سے ہین تو آپ پر لازم آتا ہے کہ آپ بعض اشیاء کا
بعض سے خود بخود جوڑے جانا بھی روا رکھ لین کیونکہ جوڑنا جاڑنا اصل ایجاد اشیاء کی نسبت ایک ناکارہ کام
ہے سو جو اولیٰ خود بخود ہونا چاہئے میرا تو یہ مذہب نہین ہے کہ جوڑے جانا یا پیدا ہونا خود بخود ہو سکتا ہے
تا مجھے آپ بارہا کہین کہ کوئی دانہ گندم یا دانہ باجرہ ہی بنا کر دکھا دو مین تو آپ کے ہی مذہب پر رد کر رہا ہون
کہ جس حالت مین ایک دانہ گندم یا ایک دانہ باجرہ نہ خود بخود بن سکتا ہے نہ اُسکو کوئی دوسرا بنا سکتا ہے
تو کروڑہا اور بیشمار روحین اور بیشمار جسم کے ٹکڑے کیونکر خود بخود سمجھے جائین آپ سوچکر دیکھ لین کہ آپ نے اتنے
ورق تو سیاہ کئے مگر ان چیزون کے خود بخود ہونے پر دلیل کون سی پیش کی اور جبکہ آپ نے کل پرحکمت وجودون
کا جو عالم مین پائے جاتے ہین خود بخود و بغیر ایجاد پرمیشر کے ہونا بغیر دلیل کے مان لیا ہے تو پھر یہی ترکیبی لطیف
اجسام یعنے جوڑنے جاڑنے پر کیون نہین لگایا ۔ بیشک واقعی امر تو یہی ہے اور کسی عقلمند کا دل اسبات سے
انکار کرنے کی طرف مائل نہین کہ خدا تعالی کے کام بے نظیر ہین مگر آپ لوگ کب انہین بے نظیر سمجھتے ہین
آپ لوگون کے وید پر یہ بات سیاہ سے سیاہ دھبّہ سے بڑھکر کہ جو ذات کل فیضون کا مبدء ہونا چاہئے اُس کو
ایسا گھٹاتے گھٹاتے نکمّا کر دیا کہ بس خاک مین ملا دو ۔ سو چاہئے آریہ صاحبو سوچو ! کیا آپ لوگون مین سے
کوئی بھی ایسی روح نہین کہ جو ذرہ دل کو آلائش تعصب سے پاک کر کے سوچے ۔ اِس سوال پر غور کرو کہ وہ چیز
جسے ربوبیت کہتے ہین وہ کیا ہے ؟ اِسبات کو ذرہ دل لگا کر جانچو کہ خدا کس بات کا نام ہے ؟ قوم کیا ہے
برادری کیا چیز ہے ؟ کوئی کسیکا نہین آؤ خدا سے ڈرو اور ایسی باتین منہ پر مت لاؤ جن مین اُس بے انتہا
طاقتون والے کی توہین ہے کیا تمہین یہ بات کہتے کچھ بھی شرم نہین آتی کہ ہماری روحین بھی بلکہ ہمارے
جسم کا ذرّہ ذرّہ پرمیشر کیطرح خود بخود ہی حق ظاہر ہو گیا اور مخلوق ہونے کی تم پر ڈگری ہو چکی اب خدا کا شکر

ہونے سے مت بھاگو۔

قولہ - کوئی دہریہ یہ عذر پیش کرسکتا ہے کہ جوڑنا جاڑنا پرمیشر کیطرف سے نہین بلکہ اتفاقی طور سے ہوگیا ہے مگر ہم کہتے ہین کہ اتفاقی طور پر خود بخود باہم ملجانا پرکرتی کا سبھاؤ نہین ہے کیونکہ اُسمین حرکت کرنے کی طاقت نہین - رہا جو یہ اگر اتفاقی طور پر ملکے تو نہین اسکا نمونہ ظاہر ہونا واجب ہے اور اگر لوگ موجودہ طریقہ ہی اپنا ثبوت پیش کرین (یعنے یہ کہین کہ پرمیشر کو جوڑتے جاڑتے کسنے دیکھا ہے جو کچھ ہورہا ہے طبعی طور پر خود بخود ہورہا ہے سو یہی نمونہ کے لئے کافی ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ گو پرمیشر کو جوڑتے جاڑتے کسی نے نہین دیکھا مگر اتفاقی طور پر ملنے والی چیزون مین انتظام اور کاریگری اور تعلقات ضروریہ نہین ہوا کرتے جواب موجود ہین لہذا ثابت ہے کہ ان چیزون کا جوڑے جانا خود بخود نہین بلکہ انکا جوڑنے جاڑنیوالا بڑا منتظم کامل قدرت والا ہے ✦

اقول - ماسٹر صاحب آپ دہریہ یعنے خداتعالی کے منکرون سے کیون جھگڑا لے بیٹھے درحقیقت آپ لوگ تو تمام ارواح اور اجسام کے ذرہ ذرہ کی نسبت یہی مانتے ہین کہ انکا وجود اتفاقی طور سے ہے یہہ نہین کہ کسیوقت پرمیشر نے انکو پیدا کیا ہے سو جبکہ آپ نے روحون اور اجسام کے ذرہ ذرہ کا ہونا خود ہی اتفاقی طور سے مان لیا تو پھر آپ تو دہریون کے ایسے مددگار ہوئے جنکا اُنہین شکر کرنا چاہئے تو پھر اُن سے جھگڑا کرنیکا کیا موجب اور بحث مباحثہ کی کیا وجہ - یار صادق اور دوست موافق سے بھی کوئی لڑتا جھگڑتا ہے ✦

کسی کتاب مین لکھا ہے کہ ایک شخص ایک جگہ سے زنا کرکے یا شراب پیکر نکلا اور نکلتے ہی اُسنے شیطان پر لعنت بھیجی شیطان بھی اُسوقت پاس کھڑا تھا اُسنے بہت محبت اور نرمی کی راہ سے کہا کہ اے بھائی تو تو درپردہ بکلی میرے موافق اور میرا مددگار اور فرمان بردار اور میری مرضی کے موافق کام کرنیوالا ہے تو پھر کیا وجہ کہ بظاہر میرے پر لعنت بھیجتا ہے اور مجھ سے ناراض ہوتا ہے اسی طرح آریہ سماج والون کیحالت ہے کہ درحقیقت وہ لوگ دہریہ مذہب پھیلانیکے لئے بڑی کوشش کررہے ہین اور اُن کوششون کے لحاظ سے دہریون کے بڑے لائق خدمت گذار انہین سمجھنا چاہئے لیکن بظاہر دہریون سے ناراض ہین یہہ ناراضگی اُس قسم کے ہے جو ہمنے مثال مذکورہ بالا مین بیان کی ہے بہلا اسحالت مین جو بات دہریون کے عین مدعا اور مراد تھی یعنے کوئی چیز خدا کی پیدا کردہ نہین سب چیزین خدا کی طرح قدیم اور غیر مخلوق ہین

وہ بات تو ان لوگون نے آپ ہی مان لی اور اپنے مذہب کی بنیاد قرار دی تو پھر باقی کیا رہ گیا اونٹ تو نکلا
گیا اب اگر دم باقی رہ گئی ہے تو اُسکے اندر جانے مین کونسی مشکلات ہین ان آپکو اپنے دہریون بھائیون سے
بلکہ موجد حقیقی کے ماننے والون کے ساتھ بحث کرنی چاہیے اور اُنکو بطور مددگار لانا چاہیے اور دیکھا بھی
گیا ہے کہ بعض آریہ ناچار ہوکر دہریون سے مشورہ لیتے ہین تا کسی طرح خود بخود اور غیر مخلوق ہونے پر کوئی
دلیل نکل آوے مگر اے ماسٹر صاحب آپ لوگ ہزار مخلوق ہونے سے کنارہ کش ہون ہم تو آپکو بندہ خدا
بناکر چھوڑینگے آپ کہانتک بھاگینگے اور کدھر بھاگین گے اور کہان جائینگے بھلا اس تقریر سے جو مقولہ
متذکرہ بالا مین آپ نے کی ہے کونسا اثر ہمارے اعتراض پر پڑا بجز اُسکے کہ آپ اپنے ہی قول سے آپ
ہی قائل ہوگئے کہ جن چیزون مین انتظام اور کاریگری اور تعلقات ضروریہ پائے جاتے ہین وہ خود
بخود نہین ہوسکتین پس دیکھو اجزاء لایتجزی مین جنکو ہندی مین پرکرتی کہتے ہین) خاصیت کشش
اتصال پائی جاتی ہے تب ہی تو بجز قسر قاسر کسی جسم کے اجزا سے متفرق نہین ہوسکتے اور کشش اتصال
تعلقات ضروریہ کی جڑھ ہے۔ کیونکہ اگر جزء لایتجزی یعنے پرکرتی مین قوت کشش اتصال نہ پائی جاتی تو
پھر جسم کے اجزاء مین باہمی تعلقات پیدا ہونا اور بعض جزون کا بعض سے ملجانا اور ملے رہنا ممتنع اور محال
ہوتا اور روحون کے وجود مین جسقدر صنعت صانع اور کاریگری پائی جاتی ہے وہ تو ہم کسیقدر بیان کر
چکے ہین اور آئندہ بھی انشاء اللہ کسی موقعہ پر بیان کرینگے۔ اور جیسے خدا تعالے نے اجزاء لایتجزی
مین کشش اتصال رکھی ہے ایسا روحون مین بھی قبولیت تعلق جسم کے لئے ایک قوت اور استعداد
رکھی ہے یعنے روحون مین بھی اجسام کی کشش اتصال کی طرح قبولیت تعلق جسم کی ایک قوت پائی جاتی
ہے جس سے وہ بلا نفرت و کراہت جسم سے ایسے طبعی طور پر تعلق پکڑ لیتے ہین جیسے ایک محب اپنے
محبوب سے یا ایک عاشق اپنے معشوق سے تعلق پکڑ لیتا ہے جس تعلق کا صدمہ موت سے چھوڑنا اور
مفارقت اختیار کرنا اُنپر بالطبع شاق اور ناگوار گذرتا ہے سو یہ انتظامی امر ہے جو حکیم مطلق نے روح اور
جسم کے باہم ملانے کے لئے پہلے سے قائم کر دیا ہے اگر روحین اتفاقی ہوتین اور کوئی اُن کا پیدا کرنیوالا
نہ ہوتا تو پھر کوئی وجہ نہین تھی کہ بیشمار اور کروڑہا روحین مین سے کوئی بھی ایسی روح نہ پائی جاتی جو مناسبت
تعلق بالجسم سے خالی اور اُسکے برخلاف ہوتی پھر اگر اتفاق سے یہ مصیبت پیش آجاتی کہ پرمیشر کو سب روحین
ایسی ہی ملتین جن مین قوت قبولیت تعلق جسم نہ پائی جاتی تو اس صورت مین پرمیشر کیا کر سکتا کس کاریگرو

کہنا کہ ان تمام روحون کو توڑ کر جتنے سر سے مجھے ایسی روحین بنا دے جن مین تعلق بالاجسام کی قوت پیدا
ہو جائے سوائے لیجئے وہ سب باتین کاریگری و انتظام وغیرہ کی جو آپ نے ابھی بیان کی تھین وہ روحون
اور جسم کے ٹکڑون مین پائی گئین جس سے بقول آپکے واجب ہوا کہ اُن کا کوئی موجد ضرور ہو سولو صاحب
اب تو آپ پر اقبالی ڈگری ہو گئی ؂

اخیر پر ہم آپکو یہ بھی اطلاع دیدینا مناسب سمجھتے ہین کہ آپکا یہ دعوی جو آپ کہتے ہین کہ اگر تمام ارواح اور
جسمی پارون کو مع جمیع عجائب وغرائب خواص اُن کے خود بخود بغیر پیدا کرنے کسی پیدا کنندہ کے سمجھ
لین جیسے اصول آریہ سماج کا ہے یعنے یہ خیال کر لین کہ ارواح و مواد اجسام معہ جمیع خواص اپنے کے خود بخود
ہین تو اس سے اثبات صانع مین کوئی حرج عائد نہین ہو سکتا بلکہ جوڑنا جاڑنا جسکے آریہ سماج والے قائل ہین
اثبات صانع کے لئے کافی ہے یہ تقریر آپ کی صاف ثابت کر رہی ہے کہ آپ مین فطرتی طور پر مادہ ثبوت
غیر ثبوت کی شناخت کرنیکا نہایت ہی کم ہے یعنے آپکی غلطی اقوال متذکرہ بالا مین کھولدی ہے دانشمند
کے لئے تو اُسی قدر کافی ہے لیکن مین محض خیرخواہی کے رو سے آپکو ایک نصیحت کرتا ہون کہ اگر آپکو بحث
مباحثہ کا شوق ہے تو کسی سے ایک رسالہ منطق کا ضرور پڑھ لیجئے - یہ کام مباحثات مناظرات کا بڑا نازک
کام ہے اسکے انصرام کے لئے صرف جوش نفسی کافی نہین ہے اتنا تو ہو کہ انسان دعوی اور دلیل مین فرق تو معلوم
کر سکے اور بیہودہ دعوون کو دلیل کے محل پر استعمال نہ کرے - بھلا خیال فرمادین کہ میرے اعتراض کے جواب
مین جو آپ نے لکھا ہے کہ گو ارواح و اجزاء صغار اجسام یعنے جیو اور پرکرتی اور اُنکے تمام خواص اور تمام
کاریگری کی باتین جو اُن مین پائی جاتی ہین وید کے رو سے سب غیر مخلوق اور انادی ہین جنکو پرمیشر کا ہاتھ
بھی نہیں لگا مگر تاہم فقط جوڑنے جاڑنے سے پرمیشر کا پرمیشر ہونا ثابت ہوتا ہے یہ کس قسم کی تقریر ہے اگر اسکو
قوانین استدلال کی طرف رد کیا جائے تو کونسی شکل صحیح منطقی اس سے پیدا ہو سکتی ہے اگر کچھ یاد ہے تو بھلا
پیش تو کرین ماسٹر صاحب آپکو یہ بات بُری نہ لگے آپ مدلل غیر مدلل کی شناخت سے بکلی بیخبر ہین آپکے مُنہ
سے کوئی معقول بات کیا خاک امید رکھین آپ تو خواہ نخواہ اپنی قوم کو شرمندہ کر رہے ہین تو ہم ہی روحون کے
مخلوق ہونے پر شکل اوّل جو بدیہی الانتاج ہے بنا کر سناتے ہین اُسپر غور کرو اور اپنے بیجا دعوون سے باز آؤ
اور وہ شکل یہ ہے - موجودات عالم مین سے روحین ایسی چیزین ہین جن مین ہزارہا
عجائب قدرت و حکمت پائے جاتے ہین - اور کل ایسی چیزین عالم کی چیزون

ہین سے جن مین عجائب قدرت وحکمت پائے جائین - اُن کا ایک موجد
قادر وکامل وحکیم ہونا ضروری ہے نتیجہ یہہ نکلا کہ روحون کا ایک موجد
قادر وکامل وحکیم ہونا ضروری ہے - ثبوت مفہوم صغری کا یعنے اسبات کا کہ موجودات
عالم مین سے روحین ایسی چیزین ہین جن مین ہزارہا عجائب قدرت وحکمت پائے جاتے ہین اس طرح پر
ہوتا ہے کہ نقیض اُسکی یعنے یہہ کہ روحون مین کوئی اعجوبہ قدرت وحکمت کا نہین پایا جانا بدیہی البطلان ہے
اور دنیا کی ذی علم قومون مین سے کوئی قوم بھی اسبات کی قائل نہین کہ ارواح عجائبات قدرت وصنعت
الٰہی سے خالی ہین بلکہ علم الٰہیات کے جاننے والے اس باریک صداقت تک پہونچ گئے ہین کہ دنیا
کی تمام مخلوقات مین جو خواص متفرقہ ہین وہ سب روحون کے وجود مین یکجائی طور پر پائے جاتے ہین
پس صغری اس شکل کا نہایت بین الثبوت ہے - ثبوت کبری کا یعنے اس قضیہ کا جو کل ایسی چیزین عالم
کی چیزون مین سے جن مین عجائب قدرت وحکمت پائے جائین اُنکا ایک موجد قادر وکامل وحکیم ہونا
ضروری ہے اسطرح پر ہے کہ اگر بعض چیزین عالم کی چیزون مین سے جو عجائب قدرت وحکمت سے بھری
ہوئی ہین ایسی ہی ہون جنکا کوئی موجد ہونا ضروری نہین تو پھر کسی چیز کو کسی موجد کی ضرورت نہین
رہیگی کیونکہ اسبات کی صحت پر کوئی دلیل قائم نہین ہوسکتی کہ ہم ایسی چند چیزون مین سے کہ اپنی وجوہ
احتیاج موجد مین بکلی ہمرنگ اور مساوی ہین بعض چیزون کو بلا دلیل مستغنی عن الموجد قرار دیدین اور دوسری
بعض چیزون کو بلا دلیل اپنے وجود مین موجد کی محتاج سمجھ لین بلکہ ہمپر لازم ہوگا کہ اگر عالم کی چیزون مین سے
کسی ایک چیز کی نسبت بھی یہہ حکم دین کہ وہ بوجہ پرحکمت کامون کے جو اسکے وجود مین پائے جاتے ہین
کسی موجد کی محتاج ہے تو یہی حکم اُسکے باقی ہمشکل چیزون کی نسبت بھی جو عالم مین پائے جاتے ہین جاری
کرے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی پس بالضرورت شکل ہذا کے کبرے کا مفہوم بھی سچا ماننا پڑا جس سے
صداقت اس نتیجہ کی کھلگئی کہ روحون کا ایک موجد کامل وقادر وحکیم ہونا ضروری ہے اور یہی مطلب تھا
جاننا چاہئے کہ یہہ دلیل مخلوقیت ارواح دہریہ کے مقابل پر نہین بلکہ آریہ سماج والون کے ملزم اور لاجواب کرنے
کے لئے ہے کہ جو عالم کے ہمرنگ وہم خاصیت چیزون مین سے بعض کو جو صرف جوڑنا جاڑنا ہی ایک صانع
قادر وحکیم کا فعل خیال کرتے ہین اور بعض دیگر کو جو اُس فعل سے بڑھکر قدرت وحکمت الٰہی پر دال ہے مصنوع
اور مخلوق ہونے سے باہر سمجھتے ہین لیکن دہریہ کے مقابل پر الگ دلائل ہین جو ہماری کتاب براہین مین

اپنے موقع پر مندرج ہین اسجگہ توصرف آریہ سماج والون کو اُنکی مُنہ زوری پر متنبہ کرناہے * کہ وہ کیسے طریقہ مستقیمہ ولایل منطقیہ سے بے راہ چل رہے ہین اور وید کی محبت مین ایسے مست ومدہوش ہوگئے کہ خداداد عقل اور فہم کو یک لخت کھو بیٹھے مگر اُنہین یاد رکھنا چاہیے کہ اب وید پر چلنے چلانے کا زمانہ نہین رہا اب ان باتون پر زور دینے سے کہ ہم قدیم سے خود بخود ہین ہماری روحین اور ہمارے جسمی ذرّے کا کوئی رب نہین جلد تر وید پر وبال آئیگا حال کی ذُرّیت ایسی موٹی عقل کی نہین کہ اُنکو ان تعلیمون پر طفل تسلی دے سکین کہ بغیر دخل مالک الملک کے تمام روحین اور ذرہ ذرہ اجسام کا خود بخود قدیم سے چلا آتا ہے بلکہ وہ تو پورا پورا فیصلہ کرینگے یا تو اپنے باپ دادون کے خیالات کو کسی ٹھکانہ لگا کر ٹھیک ٹھیک دہریہ بن جائینگے اور یا اگر

* حاشیہ۔ اس جگہ اگر کوئی آریہ بطور نقض کے یہہ عذر پیش کرے کہ خود خدائے تعالیٰ کی ذات بھی عجائب قدرت وحکمت پر مشتمل ہے تو کیا اُسکے لیے بھی کسی موجد کی ضرورت ہے اسکا جواب یہی ہے کہ ہم ابھی شکل اول کے دونون مقدمات مین جن سے مخلوقیت روحون کی ثابت ہوتی ہے موجودات کے لفظ کو اسی لحاظ سے عالم کے لفظ سے مشروط اور مقید کر چکے ہین یعنے موجودات عالم کا لفظ لکھکر اس بات کیطرف اشارہ کر چکے ہین کہ یہ دلیل فقط موجودات عالم کے متعلق ہے یعنے اُن چیزون کے متعلق ہے جو عالم مین داخل ہین لیکن خدائے تعالیٰ عالم سے باہر ہے اور خدائیتعالیٰ کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ اُسکی ذات مین بھی طرح طرح کی طاقتین اور قوتین اور عجائب صفتین پائی جاتی ہین اسلیئے اُسکا بھی کوئی موجد چاہیے یہ خیال اُنہین لوگون کے دلون مین اُٹھتا ہے جنکو معرفت الٰہی سے ایک ذرہ بھی حصہ نہین کیونکہ خدائیتعالیٰ کے وجود کی نسبت یہ تو پہلے ہی ماننا پڑتا ہے کہ وہ ایک ایسا وجود ہے کہ جسکی ذات اور ذاتی طاقتین اور قوتین اور کامل صفتین غیر محدود اور غیر متناہی ہین جو کسی تحدید اور کسی دائرہ عقلی یا قیاسی یا وہمی مین نہین آسکتین اور یہ بھی ابتدا ہی سے قبول کیا جاتا ہے کہ اُسکا وجود سب وجودون پر غالب اور سب وجودون سے افضل اور سب وجودون سے اوّل اور اُسکی طاقتین سب طاقتون سے بڑھکر ہین اور اُسکی قوتین سب قوتون سے زیادہ تر اور اُسکی کامل صفتین سب صفتون سے اکمل اور اتم ہین اور یہ بجائے خود ثابت کیا گیا ہے کہ تمام ایسے وجودون کیلئے جو محدود اور مقید اور ناقص اور ناتمام ہین ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جسکو من کل الوجوہ کمال تام ہو اور حدود اور قیود سے پاک اور برتر ہو۔ پس جبکہ اُسکو کامل تام اور غیر متناہی اور غیر محدود اور سب برتر وجودون سے برتر مان لیا گیا ہے اور تمام ناقصون کا مبدء

سعادتمند ہوئے تو رب العالمین پر ایمان لائینگے اور اپنی مخلوقیت کا اقرار کر لینگے مگر دونون صورتون مین وید کے پنجہ سے نکلجائینگے وہ وقت گذر گئے جب لوگ وید کے کہے کہانے سے چاند سورج کی پوجا کرتے تھے اور اگنی کے آگے ہاتھ جوڑتے تھے اور ہندوستان کے تمام عجائبات کو معبود بنا رکہا تہا اب وید کا نیا وقت شاید اُس زمانہ مین آوے کہ جب پھر لوگ ویسی ہی موٹی عقل کے ہوجائین جیسے وہ وید کے زمانہ مین تھے مگر پھر اس تنگ وتاریک حالت کیطرف زمانہ کا پلٹا کہانا قرین قیاس نہین معلوم ہوتا اُس زمانہ مین بڑے بڑے بوڑھے پنڈت یہ خیال کرتے تہے کہ کوہ ہمالہ کے پرے اور کوئی ملک ہی نہین اور یہ اعتقاد کیا گیا تھا کہ چونکہ ہمکو تمامی جائداد پرمیشر کی بہی آریہ دیس ہے اسلئے پرمیشر کو اس اپنی جاگیر سے بڑی محبت ہے اور اُسنے

بقیہ حاشیہ فیوض اُسکو ٹہرایا گیا تو پہر اُسکی نسبت یہ خیال کرنا کہ اُسکا بہی کوئی موجد ہونا چاہئے یہ غایت درجہ کی وحشیانہ جہالت اور بڑے طور کی نادانی ہے کیونکہ اگر وہ کسی اور موجد کا محتاج ہے تو پہر وہ اسصورت مین نہ کامل رہ سکتا ہے نہ غیر محدود حالانکہ اُسکی خدائی کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ اُسکو کمال تام حاصل ہو اور اُسکی ذات حدود اور قیود سے منزہ اور پاک ہو غرض ایسا بات کا قائل ہو کر کہ وہ غیر متناہی اور سب طاقتون سے بڑہکر اور کامل تام ہے پہر یہ خیال کرنا کہ باینہمہ اُسکو کسی موجد کی بہی ضرورت ہے گویا نقیضین کو جمع کرلینا ہے کیونکہ جب پہلے ہی اُسکی ذات پر ایمان لانے کے وقت صحت ایمان اسی بات پر موقوف ہے کہ اُسکو اکمل واتم اور بے انتہا اور ہریک ضعف اور نقصان سے خالی سمجھا جائے تو پہر یہ خیال کہ اُسکا کوئی موجد ہونا چاہئے اُس صفت ایمان سے بکلی انکار اور کنارہ کشی ہے اور نیز یہ بہی ظاہر ہے کہ مخلوق کی نسبت خالق کا اعلےٰ ہونا لازم ہے اور جبکہ ہم اُسے ذات اکمل واتم کو خدا کہتے ہین جس سے اعلےٰ کوئی نہین تو اُسکو خود بخود ماننا پڑا الغرض انتہائے درجہ کا کامل خیال کرنا تحقیق خدائی کے لئے واجب ہے اور انتہائے درجہ کے کمال کو خود بخود ہونا لازم پڑا ہوا ہے۔ یہ قاعدہ کہ ہم پر حکمت چیز کو دیکھ کر جس مین طرح طرح کی عجائب صفتین پائی جاتی ہین ایک صانع حکیم کا ایجاد اُسکو سمجھتے ہین یہ تو اُن اشیاء عالم سے متعلق ہے جنکا ناقص ہونا اوّل ہم ثابت کرلیتے ہین اور جنکا محدود اور مقید ہونا اور اپنی تکمیل ذات کے لئے غیر کیطرف محتاج ہونا دلائل کاشفہ سے ہم پر کہلجاتا ہے تب جو جو کاریگری کے کام ایسے ناقص وجودون مین پائے جاتے ہین اُنکی نسبت بطور یقین اور قطع کے ہمین ماننا پڑتا ہے کہ اُن عجائب کامون کا کرنیوالا ضرور در پردہ موجود ہے جو قادر حکیم وکامل ہے اور یہ بہی ہر ایک پر واضح ہے کہ ہم عالم کی چیزون مین سے جتنی چیزون کے وجود پر نظر ڈالکر ایک موجد

ہمیشہ کے لئے آریون کو تھپکا دے رکھا ہے کہ ہمیشہ میرا کلام تمہین ہی آئیگا سنسکرت ہی میری زبان ہوگی یہ
دیس میرا دیس ہوگا اور وید میرا ہمیشہ کا الہام ہوگا اور دوسرے مجھے کیا غرض اور کیا واسطہ لیکن اس زمانہ مین
ایک دس برس کا بچہ بھی کچھ تھوڑا سا جغرافیہ پڑھکر معلوم کرسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی زمین کیسی کیسی آبادیون پر
مشتمل ہے اور کیونکر کروڑہا بندگان حق کی مخلوقات پردہ زمین پر آباد ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے کیسی اُن کو
عقل مین فہم مین دنیا مین دین مین آریون کی نسبت بہت زیادہ ترقیات بخشی ہین کیا اتنے بڑے جہان کا
مالک ایک خسیس اور بخیل آدمی کی طرح ہمیشہ کے لئے ایک خاص ملک تک اپنے فیوض الہامی محدود رکھ سکتا
ہے پھر وہ الہام جس پر اسقدر ناز ہے یعنے وید عجیب قسم کا الہام ہے کہ اول سے آخر تک بجز مخلوق پرستی کے بات نہین

بقیہ حاشیہ کامل و قادر کا انہین محتاج پاتے ہین یا انکی نسبت حکم صادر کرتے ہین کہ ان موجودات کا
کوئی موجد چاہئے وہ سب ایسی چیزین ہین جو کسی نہ کسی طور سے بلاواسطہ وسائل دیگر ہماری نظر اور فکر کے آگے محسوس اور
معلوم الوجود ہوتے ہین بجز ایک ذات پروردگار جلشانہ کے جو ہم اُسکے وجود کو بغیر ذریعہ وحی یا مصنوعات
کے جو اپنے صانع پر دلالت کرتے ہین اور کسی طرح شناخت ہی نہین کرسکتے سو درحقیقت اُسکا وجود اور
چیزون کے وجود کی طرح معلوم التعین نہین تا کہ اُسکے موجد اور تعین کنندہ کا خیال دل مین گذر سکے بلکہ وہ
تمام مصنوعات پر غور کرنیکا ایک ضروری نتیجہ ہے جو اپنی ذات مین خیال اور قیاس اور گمان اور وہم سے بلند تر
و برتر ہے غرض اُسکا وجود اور چیزون کی طرح نہین بلکہ اُسکے وجود سے مراد وہ آخری وجود ہے جو تمام
چیزون پر نظر ڈالنے کے بعد اُسکی ضرورت ثابت ہوتی ہے سو جس خاص طور سے اُسکا وجود تمام عالم کی اطوار
شناخت سے الگ پڑا ہوا ہے وہی طور خاص اس بات کو سمجھا دیتا ہے کہ اُسکے لئے موجد کا ہونا ممتنع اور
خلاف عقل ہے اور بجز اُسی کی ذات کامل اور غنی مطلق و غیر محدود کے اور کسی چیز کو ہم ایسی نہین دیکھتے
جو داغ نقصان اور احتیاج الی الغیر سے خالی ہو اور دوسری طرف ہم اُسکے غیر مین یہی دیکھتے ہین کہ کیا
ارواح اور کیا اجسام اپنی ذات اور صفات مین طرح طرح کے پُرحکمت خواص اپنے وجود کے اندر رکھتی ہین
اسلئے ہمکو ایسے مصنوعات پر نظر ڈالکر ضرورت ماننا پڑتا ہے کہ کسی صانع قدیم و حکیم و قادر کامل کے ہاتھ سے
یہ سب چیزین نکلی ہین لیکن خدا تعالیٰ کی نسبت جو اپنی ذات مین کامل اور احتیاج غیر سے منزہ اور غیر محدود
اور غیر متناہی طاقتون والا ہے یہ خیال پیدا نہین ہوتا کیونکہ غیر متناہی سے بڑھکر اور کون ہوگا جو اُسے پیدا کرنیوالا
ہوگا اسلئے عالم کی چیزون کے ساتھ اُسکا قیاس نہین کیا جاتا بلکہ وہ تو ایک ذات ہے جو تمام عالم کی

گویا پنڈت دیانند نے تا وفات بہت ہی کوشش کی تا کوئی کچھ کہیں جا چھپا پر آریہ سماجیں کو یہاں تک کہ [illegible]
ا رہے کہ آخر کچھ نہ ہو سکا تبدیل تعلیم تو قوی ہو چکی ہے ایک آدھ مقام میں نہیں کہ جو سبب سکے وہ تو سارا
ان ہی خیالات سے بھرا ہوا ہے تمام دنیا کے پردے میں گھوم کر تمام قوموں کو پوچھ کر دیکھ لو کوئی
قوم ایسی نہ پاؤ گے کہ جو [illegible] اور پھر اسکے موحد از تعلیم [illegible] اور زیادہ باتوں میں
وقت کھونا نہیں چاہتے کہ ہم کچھ [illegible] شریف کے ورق [illegible] آفتاب عالمتاب کی
طرح ظاہر ہو گئے ہیں اگر کوئی شخص دیکھے ہزار ورق سے بھی زیادہ [illegible] تو ہم [illegible] جابجا [illegible]
قدیم [illegible] توحید ہے اور جو [illegible] سے شرکا کے طور پر [illegible] ہم بیان کر چکے ہیں [illegible]

حقیقت یہ ہے [illegible] چیزوں پر نظر ڈالنے کے بعد ضروری طور پر مانا پڑتا ہے [illegible] عقل [illegible] کے طور پر
موجودات کی طرح نا مدرک طور پر پایا گیا ہے اُسی حال میں بغیر از عقل و فہم [illegible] ذات ہے سواے اسکے تمام موجودات
کی ایجاد کی نسبت تو وہ اپنے الہام کے ذریعہ سے آپ دعویدار ہوگیا اور ایک الہاموں کی روح میں ہو کر
اُسنے کلام کیا کہ جو کچھ نظر آتا ہے جو خالی نقصان سے نہیں اُس سب کا موجد میں ہی ہوں جو کامل ہوں
اور یہ ملہم لوگ ایسے نادر الوجود نہیں جو صرف چار ہی ہوں اور کوئی پانچواں نہ ہو بلکہ بیشمار ہوتے ہیں اور
آئندہ بھی ہمیشہ الہامات کا دروازہ کہلا ہوا ہے اور ہریک شخص صراط مستقیم پر قدم مارنے سے جو قانون
تحصیل رضیات الٰہی ہے حسب دائرہ حوصلہ و استعداد اپنے کے الہامات کو پا سکتا ہے اور کلام و مخاطبہ
الٰہیہ سے مستفیض ہو سکتا ہے غرض جس حالت میں خدا تعالےٰ بذریعہ اپنے الہام کے قدیم سے انا الخالق
کا دعوی کرتا چلا آیا ہے اور ہریک روح بوجہ اپنے نقصان ذاتی اور احتیاج ایک رب کے جو تدارک اُس
نقصان کا کرے اپنے نفس میں اُسکی ضرورت بھی پاتی ہے تو اس صورت میں اُس ذات کامل الصفات کا
خالق ہونا بدیہی الثبوت ہے لیکن اُس خالق حقیقی کے لئے کوئی اور خالق تب تجویز کیا جاوے
جب اوّل کوئی اُسکے سرپر دعویدار اُٹھے کہ اُسکا میں خالق ہوں اور اُسکو مغلوب اور محکوم
کر کے دکھلاوے مگر جب کہ ان تمام باتوں میں سے کوئی بات بھی ثابت نہیں اور من کل
الوجوہ خداے تعالےٰ کامل الذات والصفات اور اپنی ذات میں واحد لاشریک اور
درحقیقت سب برتروں سے برتر ہے تو پھر ایسا خیال سراسر دیوانگی اور حماقت ہے ۔

منہ

ہیں کہ یہ تحریر ویدون کی بالکل جہوٹی اور غلط ہے پس چونکہ نانک صاحب حسب تعلیم قرآن شریف خدائے
تعالیٰ کے خالق اور رب العالمین ہونے پر ایمان لے آئے تھے اور ویدون کی ایسی ایسی تعلیمون کو انہون نے
بہت سخت جہوٹ سمجھا تہا اسلئے اُن صاحبون کی خدمت مین جو نانک صاحب کے سکھ ہوکر اور کشن سنگہ
بشن سنگہ نارائن سنگہ - ہرگوپال سنگہ وغیرہ نام رکھکر اُنکے پیرایہ میں گرو دیو کے گرنتہ سے باہر چلے جاتے ہین -
بادب التماس عرض کیا جاتا ہے کہ وہ بھی وید کی ایسی ایسی تعلیمون سے دستکش ہو جائین ورنہ اگر نانک صاحب سے
ان کو موافقت نہیں تو پہر خواہ نخواہ ایک ٹوکرا کیون کا سر پر اُٹہائے رکہنا اور حرارت اور عفونت کی
تکلیف مین اُٹہانا ضرورت ہی کیا ہے - نانک صاحب روحون کے مخلوق ہونے کے بارے مین اپنے
گرنتہ مین کہلی کہلی شہادت دے گئے ہین چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہین اتنی کیتی ہور کرے -
تا آکہہ نہ سکے کیتی جہے - یعنے اگر اسقدر ارواح اور اجسام جیسے خدا تعالیٰ پیدا کرچکا ہے اور پیدا
کرے تو وہ کرسکتا ہے اور اسکی قدرتون کے مقابل اور بمقدم تعریفین نہین چل سکتین - یہ قول نانک
صاحب کا بالکل قرآن شریف کی ایک آیت کا گویا ترجمہ ہے اور سراسر اُسکے مطابق ہے چونکہ نانک صاحب
اکثر دلی اخلاص سے علماء اسلام کی خدمت مین حاضر ہوا کرتے تھے اور دینی باتین سُنتے تھے اس لئے
کسی مولوی صاحب کی زبانی انہون نے یہ مضمون آیت کا سُن لیا ہوگا کیونکہ مسلمانون سے اکثر انکی صحبت
رہتی تھی چنانچہ لکہا ہے کہ بعض اوقات وہ نماز بھی پڑہ لیا کرتے تھے اور پہر اسکے بعد اُن کا یہ شبد ہے
[illegible] جانیئے تے وڈ جاوے تے وڈ ہو - نانک جانے سا پاسو - آفرین
سے نانک آفرین یہ شبد بھی قرآن شریف کی آیت کے سراسر مطابق بنایا ہے [illegible] کیا ہے اور آیت
یہ ہے الحمد للہ رب العالمین یعنے تمام محامد اور تمام کمالات اور تمام تعریفین اور تمام بزرگیان
اور خوبیان جو بوجہ جلیلہ خدائی کے لئے ضروری ہین وہ سب اللہ جلشانہ کو حاصل ہین اور اُسکی ذات مین
جمع ہین جسکی اتحاد کے بغیر کوئی چیز موجود نہین ہوئی اور وہ تمام عالمین کا رب اور پیدا کنندہ ہے -
پہر اسی آیت شریف کے مطابق نانک صاحب کا شبد ہے جسکے یہ معنے ہین کہ جو بزرگی اور عظمت اور وقت
خدا تعالیٰ کو چاہئے وہ سب اُسے حاصل ہے - اے نانک جو اس بات کو جانتا ہے وہی صادق ہے -
افسوس یہ بات کو [illegible] نہین جانتا اور یہ لوگ کیون نہین جانتے - دیانند صاحب کیون جانے بغیر کچھ کہ
گئے - [illegible]

صفت خدا کی جو تھی پاک اور بے عیب [illegible] ‖ [illegible] چھپا دیا [illegible]

[illegible] ‖ [illegible]

[illegible] ‖ [illegible]

اور نا سمجھے کہ یہ تعلیم وید کی کہ دنیا [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] ملا کچھ بھی [illegible]

کچھ سے تو ایک ناقص اور ناتمام سا علم ہے جیسے ایک موتیا بند والے کو جسکی آنکھوں پر نزول الماء آتا ہو

کچھ کچھ اول دھندلا سا نظر آتا ہے اور پھر آخر کار پورا اندھا ہو جاتا ہے پس صاف ظاہر ہے

کہ ایسی خراب تعلیم کو جسکے ایسے ایسے خراب نتائج ہیں کسی صاف دل بندہ کی روح بھی قبول نہیں کر

سکتی بلکہ پنڈت دیانند کے دل نے بھی اسکو قبول نہیں کیا لالہ مرلیدھر صاحب آریہ اسی جگہ قادیان کے

حاشیہ: یہ ایک نہایت باریک صداقت ہے کہ علم باری تعالیٰ جسکی کیفیت کیوجہ سے وہ ذرہ ذرہ کا ظاہراً و باطناً
اطلاع رکھتا ہے کیونکر اور کس طور سے ہے اگرچہ اسکی اصل کیفیت پر کوئی عقل محیط نہیں ہو سکتی مگر یہی اتنا کہنا امر
سچائی پر مبنی ہے کہ وہ تمام علم کی قسموں میں سے جو ذہن میں آسکتی ہیں اشد و اقوی و اتم و اکمل قسم ہے جب ہم اپنے
حصول علم کے طریقوں کو دیکھتے ہیں اور انکے اقسام پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اپنے سب معلومات میں
سے بڑا یقینی اور قطعی وہی علم معلوم ہوتا ہے جو ہمکو اپنی ہستی کی نسبت ہے کیونکہ ہم اور ایسا ہی
ہر ایک انسان کسی حالت میں اپنی ہستی کو فراموش نہیں کر سکتا اور نہ اسمیں کبھی شک کر سکتا ہے سو
جہاں تک ہماری عقل کی رسائی ہے ہم اس قسم کے علم کو اشد و اقوی و اتم و اکمل پاتے ہیں اور یہ بات
ہم سراسر خدا تعالیٰ کی ذات کامل سے بعید دیکھتے ہیں کہ جو اس درجہ اور اس قسم کے علم سے اس کا
علم اپنے بندوں کے بارہ میں کمتر ہو کیونکہ یہ بڑے نقص کی بات ہے کہ جو اعلیٰ قسم علم کے ذہن میں
آسکتی ہو وہ خدا تعالیٰ میں نہ پائی جائے اور اعتراض ہو سکتا ہے کہ کس وجہ سے خدا تعالیٰ کا علم اعلیٰ
درجہ کے علم سے متنزل رہ گیا آیا اسکا اپنے ہی ارادہ سے یا کسی قاسر کے قسر سے اگر کہو کہ اسکے اپنے
ہی ارادہ سے تو یہ جائز نہیں کیونکہ کوئی شخص اپنے لئے بالارادہ نقصان روا نہیں رکھتا تو پھر کیونکر خدا
تعالیٰ جو بذات خود کمالات کو دوست رکھتا ہے ایسے ایسے نقصان اپنی نسبت روا رکھنے اور اگر کہو

جو میرے پاس بیٹھے تھے وہ بیچ میں بول اٹھے کہ کیا خراب اعتقاد ہے اور جب لالہ مرلیدھر صاحب اُس اعتراض کا جواب لکھنے بیٹھے تو وہ چپ ہو رہے صاحب نے کہا اگر چپکے رہو گے تو ہم ایسا بیہودہ جواب جیسی پرمیشر کی نندا ہے تو ہم سننا نہیں چاہتے۔ ایسا ہی ایک صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ اس سفر کے مقام میں کوئی آریہ صاحب کسی جگہ بازار میں کھڑے ہوئے کسی طرح یہ ذکر کر رہے تھے کہ پرمیشر کا پیدا کرنا ہم نے جان لیا تھا کہ کسی چیز ہے اور اس سے آگے اُسکی کچھ طاقت نہیں اسپر وہ بہت ہی بہت کچھ بحث کرنا شروع کیا اور یہ لالہ صاحب بات کہنے کہ ہم ہوکر کہنے لگے کہ وید ودیا ہے لکھا ہے کہ جو پرکرتی اور ادی جیو ہیں وہ خود بخود قدیم سے چلے آتے ہیں جنکو کسی نے پیدا نہیں کیا یہ بات سنتے ہی اُس

تحقیقت صاف ثابت ہے جو چیز غیر مخلوق فرض کیجائے اُسکی نسبت ہم تو پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا اُس چیز کا علم تام جو اُس میں ایک امر غیر مخلوق اور قدیم ہے کسی طرح سے نہیں ہو سکتا اور یا یہ کہ اُس چیز کے نفس وجود پر نظر کر کے اسقدر بھی لازم نہیں آتا کہ خواہ مخواہ کسی وجہ سے جدا کا ناقص علم بھی اُسکے بارہ میں خدا تعالیٰ کو حاصل ہو اور کوئی دلیل اس بات پر قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں حاصل ہو ہاں جو چیز ممکن ہو حادث اور مسبوق بعدم ذاتی ہو وہ ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کو معلوم ہو اور علم الٰہی سے باہر نہ ہو کیونکہ جو چیز نامعلوم ہے عطاء وجود اُسکے لئے ممکن نہیں پس علم ممکنات قبل وجود ممکنات خدا تعالیٰ کے لئے ہونا ضروری ہے اور اس سے بالضرور ثابت ہے کہ ممکنات باسرہا معلومات الٰہیہ میں داخل ہیں لیکن جس چیز کو ممکن اور حادث اور مسبوق بعدم ذاتی تسلیم نہ کیا جائے اور ذات علت العلل کا اُسکو معلول اور مصنوع نہ ٹھہرایا جائے اسپر کوئی برہان عقلی قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں وہ علم الٰہی سے باہر نہیں مثلاً اگر روح کو مخلوق اور حادث تسلیم نہ کیا جائے تو اس بات کے تسلیم کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک بے تعلق شخص جو فرضی طور پر پرمیشر کے نام سے موسوم ہے روح کی حقیقت سے کچھ اطلاع رکھتا ہے اور اُسکا علم اُسکی تہ تک پہنچا ہوا ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کی نسبت پورا پورا علم رکھتا ہے تو البتہ اُسکے بنانے پر بھی قادر ہوتا ہے اور اگر قادر نہیں ہو سکتا تو اُسکے علم میں ضرور کوئی نہ کوئی نقص رہتا ہے اور اگر پورا علم ہو تو قریب نظر آتے ہیں اس سے تشابہ چیزوں میں باہم امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے سو اگر خدا تعالیٰ خالق الاشیاء نہیں تو اس میں بھی نقص نہیں کہ اسے تمیز ناقص العلم ٹھہرایا اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ کروڑہا روحوں میں امتیاز اور تمیز اور شناخت میں ضرور دھوکے بھی کھایا کرتا ہو اور بسا اوقات زید کی روح کو بکر کی روح سمجھ بیٹھے کیونکہ ناقص علم کو ایسے دھوکے ضرور لگا کرتے ہیں اور اگر کہو کہ نہیں لگتے تو اسپر کوئی دلیل پیش کرنی چاہئے منہ

ہندو کو بھی جو بمقابل اُس آریہ کے بات کر رہا تھا ایسا جوش آگیا کہ بے اختیار اُسکے منہ سے نکل گیا کہ اگر پرمیشر ایسا ہی عاجز ہے تو وہ پھر تیری ایسی تیسی کا پرمیشر ہے چنانچہ اِس بات پر اُن دونوں میں ہاتھو پائی اور دست بگریبان ہونیکی نوبت پہنچ چلی تھی مگر لوگوں نے درمیان میں ہوکر اُن دونوں کو ایکدوسرے سے الگ کر دیا پس اِن عام نظرتوں سے ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے کہ اگر وہ اپنے تعصبات کو الگ کرکے سوچے تو وہ اِس صاف اور بدیہی اور کھلی کھلی سچائی تک نہ پہنچ سکے کہ خدا تعالیٰ اگر اُسکی خوبیوں میں قدر توں سے الگ کیا جائے تو پھر وہ خود اُسکو اپنی خدائی سے الگ ہونا پڑتا ہے کیا بجز اِسکے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک وجود کا موجد ہے کوئی اور بھی بات چھپی ہوئی ہے جسکے رو سے خدا کو خدا کہا جاتا ہے۔

قولہ - مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ارواح کے غیر مخلوق اور خود بخود ماننے میں دوسری قباحت یہ ہے کہ ایسا اعتقاد خدا تعالیٰ کو خدائی سے جواب دے رہا ہے کیونکہ جو لوگ علم نفس اور خواص ارواح سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جسقدر روحوں میں عجائب وغرائب خواص بھرے ہوئے ہیں وہ صرف جوڑنے جاڑنے سے پیدا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً روحوں میں ایک کشفی قوت ہے جس سے وہ پوشیدہ باتوں کو بعد مجاہدات باذنہ تعالیٰ دریافت کر سکتے ہیں اور ایک قوت اُن میں عقلی ہے جس سے وہ امور عقلیہ کو معلوم کر لیتی ہیں ایسا ہی ایک قوت محبت بھی اُن میں ہے جس سے وہ خدائے تعالیٰ کیطرف جھکتے ہیں اگر اِن تمام قوتوں کو خود بخود بلا ایجاد کسی موجد کے مان لیا جائے تو پرمیشر کی اسمیں بڑی ہتک عزت ہے گویا یہ کہنا پڑیگا کہ جو عمدہ اور اعلیٰ کام تھے وہ تو خود بخود ہیں اور جو ادنیٰ اور ناقص کام تھا وہ پرمیشر کے ہاتھ سے ہوا اور اسبات کا اقرار کرنا ہوگا کہ جو خود بخود عجائب کام پائے جاتے ہیں وہ پرمیشر کے کاموں سے کہیں بڑھ کر ہیں یہانتک کہ پرمیشر بھی اُن سے حیران ہے غرض اِس اعتقاد سے آریہ صاحبوں کے خدا کی خدائی پر بڑا صدمہ پہنچیگا یہانتک کہ اُسکا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا اور نیز اُسکے وجود پر بھی کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہو سکیگی میں اسکا یہ جواب دیتا ہوں کہ مرزا صاحب خدا کی خدائی قائم رکھنے کے لئے اُن لوگوں کو شاید مقدر کرتے ہیں جو خواص روح کو واقفیت رکھتے ہوں مگر اسلام میں تو روح کے خواص خدا نے ظاہر ہی نہیں کئے جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں پھر اُنکو اسکی کیا خبر ہے۔

اقول - اے لالہ صاحب اگر قرآن شریف سے روح کے خواص بیان نہیں ہو سکتے تو پھر کیسے کئے دید تو صرف اتنا ہی بولکر چپ ہوگیا کو میرے منہ نقد کا روحوں میں کچھ دخل سے نہیں اور روح غیر مخلوق اور خود بخود ہوئے ہیں

اُس سے کچہہ کم ہہین ہین لیکن قرآن شریف کے نازل کرنیوالے نے روحون کو اپنی ملکیت ٹہرائی اور اُنکی مخلوق
اور بندہ ہونے کی نسبت دعوی کیا اور سچاپس سے زیادہ عقلی دلیلون کے ساتھ آپ ثابت کیا کہ تمام بنی آدم
اور دیگر حیوانون کی روحین مخلوق اور بندہ خدا ہین اور پھر کہولکر مفصل طور پر بتایا کہ کیا کیا طاقتین اور
استعدادین اور خاصیتین اُن مین رکہی گئی ہین - یہ قرآن شریف ہی نے نہایت باریک صداقت بیان کی ہے
کہ جو کچہہ متفرق طور پر عالم علوی و سفلی مین خواص عجیبہ پائے جاتے ہین وہ سب انسانی روح کے وجود مین جمع
ہین لیکن وید کے روسے تو روح کچہہ چیز ہی نہین اور اُسکے خواص بھی ایسے ناکارہ ہین کہ جنکا عدم وجود مساوی
ہے چنانچہ اِسبات کا خود آپکو اقرار ہے اور آگے چلکر ابہی وہ عبارت ناظرین پڑہ لینگے اب فرمائیے کہ جس
حالت مین آپ وید ہی اقرار کرتا ہے کہ ارواح غیر مخلوق ہین تو پہر وید کے مصنف کو جو اُن سے بالکل بے تعلق ہے
اُنکی اندرونی حقیقت کیا معلوم ہوگی یہ بات تو ہریک شخص سمجھ سکتا ہے کہ بنانیوالیکو جیسی اپنے ہاتھ کی بنائی
ہوئی چیز کی خبر ہوتی ہے دوسرے کو جو اُسکے بنانیوالا نہین اور بالکل بے تعلق ہے ہرگز ایسی خبر نہین ہو سکتی
یہ صداقت نہایت ہی صاف اور روشن ہے اور جبتک کوئی شخص نرا جاہل اور عقل سے بیگانہ نہو تب تک
اِس صداقت مین کچہہ شک نہین کر سکتا اِسجگہ کم سے کم آریہ صاحبون کو اِسقدر اقرار تو ضرور کرنا پڑیگا کہ جسقدر
اُنکے پرمیشر کو اپنے ہاتھ کے کام کے جو جوڑنا جاڑنا ہے اندرونی حقیقت معلوم ہے یہہ حقیقت روحون کی
کیفیت وجود کی نسبت جنسے وہ بالکل بے تعلق ہے ہرگز اُسکو حاصل نہین ہو سکتی کیونکہ جو کام اپنے ہاتھ
سے کیا جاتا ہے اُسکے جزئیات دقیقہ ہرگز مخفی نہین رہ سکتے لیکن جو کام اپنے ہاتھ سے کیا جائے اُسکو
اگر چہ دوسرے کے ہاتھ سے ہوتے بھی دیکھ لین تب بھی اُسکا کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن وید کے مصنف کو
روحون کی حقیقت اور اُنکے خواص کیونکر معلوم ہو سکین جسنے نہ تو آپ کوئی روح بنائی اور نہ کسی اور کاریگر
کو بناتے دیکھا پس ہندوؤن کے پرمیشر کا یہ اقرار کہ مین روح بنانے پر قادر نہین صاف اِس دوسرے
اقرار پر بھی مشتمل ہے کہ روحون کی اندرونی حقیقت بھی مجھے معلوم نہین کیونکہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہین
کہ کسی چیز کی نسبت علم کامل اور وسیع اُس چیز کے بنانے پر قادر ہونے کا موجب ہے یعنے جب کسی چیز
کی حقیقت پر علم اکمل و اتم حاصل ہو جائے اور جن امور سے ایک چیز کا وجود ظہور پذیر ہے اُن امور مخفیہ پر
اطلاع کلّی ہو جائے تو ساتھ ہی اُس چیز کے بنانے پر بھی قدرت حاصل ہوتی ہے چنانچہ خدا تعالی نے
قرآن شریف مین روحون کی مخلوقیت پر منجملہ اور دلائل کے یہہ دلیل بھی پیش کی ہے اور یہہ بات بالکل

صفات اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے سے عاجز ہونا ہمیشہ بوجہ نقصان علم ہوا کرتا ہے جب تم ایک چیز کی نسبت پورا پورا علم حاصل کر لوگے اور اسکے کنہہ تک پہنچ جاؤگے اور کوئی حجاب درمیان باقی نہیں رہیگا تو فی الفور تم اسکے بنانے پر قادر ہو جاؤگے اور اگر وہ اسباب تمہیں میسر آجائینگے جو بنانے کیلئے ضروری ہین تو بلاشبہ وہ چیز تم اپنے ہاتھ سے بنا سکوگے ہان جبتک تمہارے علم مین کچھہ نقصان ہے اور ہنوز ایسے امور بھی باقی ہین جو تمہاری نظر سے چھپے ہوئے ہین تب تک تم اس چیز کے بنانے پر قادر نہین ہوسکتے سو ہندؤن کا پرمیشر جو روحون کو بنا نہین سکتا تو اس عجز اور ناتوانی کی درحقیقت یہی وجہ ہے کہ وہ علم کیفیت ارواح اور انکے خواص سے بالکل بے بہرہ ہے ✢ سو جبکہ ہندؤن کا پرمیشر علم روح سے آپ ہی بے بہرہ ہے تو پھر وہ دوسرون کو روح کا علم کیا سکھلائیگا **مصرعہ**

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

پس اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ وہ الزام عدم علم روح جو محض عنادکی روح سے ماسٹر صاحب اسلام پر اور قرآن شریف پر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لگاتے ہین وہ درحقیقت ہندؤن کے پرمیشر اور اسکے وید پر عائد حال ہوتا ہے بلکہ خود وید نے ضمنی طور پر اس الزام کو اپنے مصنف کے ذمہ مان لیا ہے کیونکہ وید مین صاف اس بات کا اقرار پایا جاتا ہے کہ اسکا فرضی پرمیشر روحون کے پیدا کرنے سے بکلی عاجز اور مجبور ہے پس جبکہ خود وید کے اقرار سے روح غیر مخلوق ہوئی اور پرمیشر کی اُنمین کسی نوع سے مداخلت نہوئی اور روحون کے پیدا کرنے سے پرمیشر قطعاً عاجز ہوا تو اسی سے دانشمند سمجھہ سکتا ہے۔ کہ جس کو

✢ **حاشیہ** شاید کسی دل کو اسجگہ یہہ وسوسہ پکڑے کہ اگر کسی شے پر پورا پورا علمی احاطہ ہونے سے وہ شے مخلوق ہو جاتی ہے تو علم حق سبحانہ تعالی جو اپنی ذات سے متعلق ہے وہ بھی بہرحال کامل ہے تو کیا خدا تعالی اپنی ذات کا آپ خالق ہے یا اپنی مثل بنانے پر قادر ہے اسمین اعتراض کے پہلے ٹکڑے کا تو یہہ جواب ہے کہ اگر خدا تعالے اپنے وجود کا آپ خالق ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اپنے وجود سے پہلے موجود ہو اور ظاہر ہے کہ کوئی شئے اپنے وجود سے پہلے موجود نہین ہو سکتی ورنہ تقدم الشئے علے نفسہ لازم آتا ہے ماسوا اسکے خدائے تعالی جو اپنی ذات کا علم کامل رکہتا ہے تو اسجگہ عالم اور علم اور معلوم ایک ہی شئے ہے جس مین علیحدگی اور دوئی کی گنجائش نہین تو پھر اسجگہ وہ الگ چیز کونسی ہے جسکو مخلوق ٹھہرایا جائے جو ذاتی علم خدائے تعالی کا جو اسکی ذات سے تعلق رکھتا ہے دوسری چیزون پر اسکا قیاس نہین کرسکتے غرض علم ذاتی باری تعالی مین

روحون کے پیدا کرنیکا علم یاد نہین اُسکو روحون کی نسبت اور دوسرا علم کیا یاد ہوگا - ایک چیز کا پیدا کر
لینا اور اُس چیز کی حقیقت کامل طور پر جان لینا درحقیقت لازم وملزوم پڑا ہوا ہے بلکہ اگر ذرا غور
کرو تو تمہین معلوم ہوگا کہ انتہا کے درجہ کا کامل علم اور پیدا کر لینا درحقیقت ایک ہی بات ہے اِس
صداقت سے شاید وہ ابلہ فریح انکار کرے جو ایک ناقص علم کو کامل سمجھ بیٹھے لیکن ایک دانا جسکا خیال
اِس باریک دقیقہ تک پہنچ جائے کہ کامل علم کسے کہتے ہین اور کس حالت مین کسی علم کی نسبت کہا جاتا ہے
کہ وہ کامل ہے وہ ضرور انشراح قلب سے یقین کریگا کہ ضرور علم تام اور عمل مین تلازم بلکہ اتحاد واقعہ ہے
غرض یہ بات ہندون کے پرمیشر کے لئے بالکل غیر ممکن ہے کہ وہ یہ دعوے کرے کہ مجھے کامل طور پر علم روح
حاصل ہے اور بالکامل طور پر روح کے خواص کی مجھے خبر ہے بلکہ یہ دعویٰ تو سراسر قرآن شریف کے اتارنے
والیکو (جو رب العالمین ہے) پہنچتا ہے اور اُسیکو زیبا ہے کیونکہ وہ خالق ارواح ہے اور اُسکو اپنے
پیدا کردہ کی اندرونی حقیقت بخوبی معلوم ہے ؎

جس نے پیدا کیا وہی جانے — دوسرا کیون کر اُسکو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو — نظر دور کار گر کیا ہو

چونکہ درحقیقت وہ روحون کا خالق ہے اِسلئے اُسنے اپنے علم ذاتی اور تعلق خالقیت کی وجہ سے روحونکی
حقیقت اور اُن کے خواص اسقدر بیان کئے ہین کہ دنیا مین کوئی بھی ایسی کتاب نہین کہ اِس بارہ مین اُسکا
مقابلہ کر سکے اور وید تو خود کچھ حقیقت نہین جو کہتا ناظرین انصافاً شہادت دے سکتے ہین کہ آیا روحون کے

بقیہ حاشیہ ۔ جو اُسکی ذات سے متعلق ہے عالم اپنے معلوم سے کوئی الگ چیز نہین ہے تا ایک خالق اور
ایک مخلوق قرار دیا جاوے ہان اُنکے وجود مین بجائے مخلوق کہنے کے یہ کہا چاہئے کہ وہ وجود کسی دوسرے
کیطرف سے مخلوق نہین بلکہ ازلی ابدی طور پر اپنی طرف سے آپ ہی ظہور پذیر ہے اور خدا ہونیکے بھی یہی
معنے ہین کہ خود آیندہ ہے - دوسرا اگر وہ اعتراض کیا کہ تقریر مذکورہ بالا سے خدا سے تعالیٰ کا اپنی مثل بنانے
پر قادر ہونا لازم آتا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ قدرت الٰہی صرف اُن چیزون کیطرف رجوع کرتی ہے جو اُسکی
صفات ازلیہ ابدیہ کی منافی اور مخالف نہون بیشک یہ بات تو صحیح اور ہر طرح سے مدلل اور معقول ہے - کہ
جس چیز کا علم خدا تعالیٰ کو کامل ہو اُس چیز کو اگر چاہے - تو پیدا بھی کر سکتا ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح
اور ضروری نہین ہے کہ جن باتون کے کرنے پر وہ قادر ہو اُن سب باتون کو بلا لحاظ اپنی صفات کمالیہ کے کرکے

علم سے بیخبر ہونا کسکے مناسب حال ہے کیا فی الحقیقت جیسا کہ مین خیال کرتا ہون ایسے پرمیشر کے مناسب حال ہے جسنے آپ اقرار کر دیا ہے کہ مین روحون کے بنانے سے عاجز اور انکے طریق پیدا کرنے سے محض بیخبر ہون یا اُس قادر مطلق رب العالمین کے مناسب حال ہو سکتا ہے جو ذرہ ذرہ کے پیدا کرنیکا دعویٰ کرتا ہے اور ہر ایک روح کا وجود اور ہر ایک جان کی ہستی اپنی قدرت کاملہ کا نقش قرار دیتا ہے۔ مین یقین رکھتا ہون کہ سب دانشمند یہی شہادت دینگے کہ جسکو پیدا کرنے کی طاقت نہین اُس کو غیر مخلوق چیزون کی اندرونی حقیقت کا بھی کچھ علم نہین بلکہ یہ علم کامل اور تام طور پر اُسی کامل القدرت کو حاصل ہے جسکو روحون کے پیدا کرنے کی طاقت و قدرت ہے پس اس بیان سے تو ہندؤن کے پرمیشر اور اُنکے وید کی ساری حقیقت کھل گئی اور جو کچھ وید کے مصنف کی نسبت آریہ لوگ علم روح کا دعویٰ کرتے ہین وہ بھانڈا یکبارگی چھوٹ گیا اب بھی اگر ماسٹر صاحب کو وید کے زیادہ تر پردہ ظاہر کرانیکا شوق ہے اور نہین چاہتے کہ اُسکے عیوب عام لوگون سے چھپے رہین تو جیسا کہ مین پہلے بیان کر چکا ہون۔ یہی طریق عمدہ ہے کہ اس نہایت دقیق اور لطیف بحث کے بارہ مین الگ الگ رسالے لکھے جائین یعنے مین الگ ایک رسالہ مستقلہ علم روح کے بارے مین لکھون اور ماسٹر صاحب الگ لکھین اور ہم دونون فریق جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اپنی اپنی الہامی کتابون کی ہر ایک دلیل اور دعوے کے بیان کرنے مین پابند رہین اور مین قسمیہ بیان کرتا ہون کہ ماسٹر صاحب کی تحریک پر رسالۃ الروح لکھنے کو تیار اور مستعد ہون مگر انہین شرائط سے جو اس رسالہ مین اندراج پا چکی ہین ماسٹر صاحب ہرگز نہ مانین مین سچ سچ کہتا ہون

بقیہ حاشیہ بھی دکھاوے بلکہ وہ اپنی ہر ایک قدرت کے اجرا اور نفاذ مین اپنی صفات کمالیہ کا ضرور لحاظ رکھتا ہے کہ آیا وہ امر جسکو وہ اپنی قدرت سے کرنا چاہتا ہے اُسکی صفات کاملہ سے منافی و مبائن تو نہین مثلاً وہ قادر ہے کہ ایک بڑے پرہیزگار صالح کو دوزخ کی آگ مین جلا دے لیکن اُسکے رحم اور عدل اور مجازات کی صفت اسبات کی منافی پڑی ہوئی ہے کہ وہ ایسا کرے اسلئے وہ ایسا کام کبھی نہین کرتا ایسا ہی اُسکی قدرت اسطرف مین رجوع نہین کرتی کہ وہ اپنے تئین ہلاک کرے کیونکہ یہہ فعل اُسکی صفت حیات ازلی ابدی کی منافی ہے پس اسی طرح سے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنے جیسا خدا بھی نہین بناتا کیونکہ اُسکی صفت احدیت اور بیمثل اور لاشریک ہونیکی جو ازلی ابدی طور پر اُسمین پائی جاتی ہے اسطرف توجہ کرنے سے اُسکو روکتی ہے پس ذرہ آنکھ کھولکر سمجھ لینا چاہئے کہ ایک کام کے کرنے سے عاجز ہونا اور بات ہے لیکن باوجود قدرت کے

بالکل سچ جسمین ذرا مبالغہ کی آمیزش نہین کہ قرآن شریف نے جسقدر خوبی اور عمدگی اور صفائی اور سچائی سے روحون کے خواص اور انکی قوتین اور طاقتین اور استعدادین اور اُنکے دیگر کوائف عجیبہ بیان کئے ہین اور پھر اُن سب بیانات کا ثبوت دیا ہے وہ ایسا عالی اور باریک اور پر حکمت بیان ہے اور ایسی کامل درجہ کی وہ صداقتین ہین کہ اگر وید کے چارون رشی دوبارہ جنم لیکر بھی دنیا مین آدین اور جہانتک ممکن ہو خوض اور فکر سے زور لگادین تب بھی یہ مقام وسعت علمی اور یہ معارف عالیہ اُنہین ہرگز میسر نہین آسکتے اگرچہ فکر کرتے کرتے مر ہی جادین غصہ منانے کی کیا بات ہے اور ناراض ہونیکا کونسا محل ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ آؤ وید اور قرآن کا مقابلہ کرکے دیکھ لین۔ ان دونون کتابون کی طاقت علمی آزما لین۔ دیکھو ہم محض سچائی کی راہ سے دونون فریق مین سے اُس فریق پر لعنت کرتے ہین کہ جواب حق پوشی کی راہ سے اس بحث سے گریز کرجاتے اور ادھر اُدھر کے بہانون سے یا بیجا عذرون سے بات کو ٹالدے۔ مگر یاد رہے کہ اس بحث مین کسی دلیل یا دعوی مین وید کی شرتی سے باہر جانا ہوگا جیسا کہ ہم بھی آیات قرآن شریف سے باہر نجائینگے اور یہ بھی آپ پر لازم ہوگا کہ ہر ایک شرتی ٹھیک ٹھیک سنسکرت کی زبان مین مگر فارسی خط مین معہ اُسکے لفظی ترجمہ و پتہ و نشان کے تحریر کرین اور اُنہین باتون کا التزام آیات قرآنی کے بیان کرنے مین ہم پر بھی واجب ہوگا۔

قولہ - ایک دو خواص مرزا صاحب نے روحون کے لکھے ہین۔ مثلاً پوشیدہ باتون کے دریافت کرنے کی طاقت پیدا کرلینا جس کا مرزا صاحب خود بھی دعوے کرتے ہین اور آجتک

بقیہ حاشیہ بلحاظ صفات کمالیہ امر منافی صفات کیطرف توجہ نکرنا یہ اور بات ہے ہان اس طرح پر وہ اپنی ذات بے مثل و مانند کا نمونہ پیدا کرتا ہے کہ اپنی ذاتی خوبیان جنپر اُسکا علم محیط ہے عکسی طور پر بعض اپنی مخلوقات مین رکھدیتا ہے اور کمالات کا انتہائی درجہ جو حقیقی طور پر اُسکو حاصل ہے ظلی طور پر اُس مخلوق کو بھی بخشدیتا ہے جیسا کہ اسکی طرف قرآن شریف مین اشارہ بھی ہے ورفع بعضہم درجات اس جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہین جنکو ظلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالات الوہیت کے اظلال و آثار ہین بخشے گئے اور وہ خلافت حقہ جسکے وجود کامل کے تحقق کے لئے سلسلہ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجاد کل کائنات کا ہوا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے اپنے مرتبہ اتم و اکمل مین ظہور پذیر ہوکر آئینہ خدانما ہوئی یہ بحث معارف الٰہیہ مین سے نہایت باریک بحث ہے اور ہمارے مخالفین جو ان

کوئی نہین دکھلایا۔

اقول - یہ برکات مکاشفات و مکالمہ و مخاطبہ الٰہی وغیرہ خوارق صراط مستقیم پر چلنے سے بیشک خدائے تعالےٰ کیطرف سے فرمان بردار روحون کو اصلی و اجلی طور پر عطا کیجاتی ہے اور جو کچھہ راقم رسالہ ہذا پر پیشگوئیان منجانب اللہ ظاہر ہوئی ہین ان مین سے قریب ستر پیش گوئیون کے گواہ تو خود آریہ سماج والے ہین جو آپکے بھائی بند قادیان مین رہتے ہین بلکہ آپ بھی تو اُنہین مین داخل ہین دلیپ سنگہ کے ابتلا کا حال جو آپ نے پیش از وقوع اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مین پڑھ لیا تہا اور پھر میری زبانی بھی ایک مجمع عام مین جسمین کئی ہندو صاحب آپکے رفیق بھی شامل تھے سُن لیا تھا یہ تازہ ماجرا امید نہین کہ اسقدر جلد تر عرصہ مین آپکو بھول گیا ہو اب آپ ذرا بیدار ہو کر دیکھین کہ یہہ پیشگوئی کیسی ہو بہو پوری ہو گئی اور دلیپ کو قصد سفر پنجاب مین کیا کچھہ غم و غصہ و تلخی و رنج اُٹھانا پڑا اور کیسے وہ ناکامی ہی خفیف کر کے واپس لُٹایا گیا کیا آپ حلف اُٹھا کر کہتے ہین کہ آپ کو پیش از وقوع دلیپ سنگہ کے ابتلا کی خبر نہین دی گئی کیا آپ قسم کہا کر بیان کر سکتے ہین کہ آپکو جلسہ عام مین یہ نہین بتلایا گیا کہ وہ فقرہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء جسمین لکہا ہے کہ ایک امیر نووارد پنجابی الاصل کی نسبت متوحش خبرین اُس سے مراد دلیپ سنگہ ہے ایسا ہی یہ خبر جا بجا صدہا ہندؤن اور مسلمانون کو جو پانچسو سے کسیقدر زیادہ ہی ہونگے کئی شہرون مین پیش از وقوع بتلائی گئی تہی اور اشتہارات ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بہی دور دور ملکون تک تقسیم کئے گئے تہے پہر آخر کار جیسا کہ پیش از وقوع بیان کیا گیا اور لکہا گیا تھا وہ سب باتین دلیپ سنگہ کی نسبت پوری

بقیہ حاشیہ - نازک نکات عرفانی سے بیگانہ اور اس کوچہ اسرار الوہیت سے ناآشنا محض ہین تعجب کرینگے کہ وہ کیونکر کروڑہا و بیشمار مخلوقات مین سے صرف ایک ہی شخص کو مرتبہ کاملہ خلافت تامہ حقہ کا جو ظل مرتبہ الوہیت ہی حاصل ہو سکتا ہی سو اگرچہ اس بحث کے طول دینے کا یہ موقع نہین ہے لیکن تاہم اسقدر بیان کر دینا طالب حق کے سمجہانیکے لئے ضروری ہے کہ عادت اللہ یا تم یون ہی سمجہو کہ اُسکا قانون قدرت جو اُسکی صفت وحدت کے مناسب حال ہے یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونیکے اپنے افعال تخالفت مین عاشق وحدت کو دوست رکہتا ہے جو کچھہ اُسنے پیدا کیا ہے اگر ہم اُس کلی طرف نظر غور سے دیکھین تو اس ساری مخلوقات کو جو اُس دست قدرت سے صادر ہوئی ہے ایک ایسے سلسلہ وحدانی اور با ترتیب رشتہ مین منسلک پائینگے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم ممتد محدود ہے جسکی دونون طرفون مین سے ایکطرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے یا یون سمجہو کہ ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض

ہو گئیں اور یہ پیشگوئی ایسے وقت میں یعنے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں لکھی گئی اور شہرت دی گئی کہ جب
دلیپ سنگھ کے پنجاب میں بالضرور آجانے کی ایک دھوم مچی ہوئی تھی اور بعض دوست اور بھائی بند
اُسکے اسی خیالی خوشی میں شیدائی ہو رہے تھے بلکہ تک یہی جانتے تھے سو یہ پیشگوئی کروڑہا شخصوں کے خیالات کے
خلاف اور حالات موجودہ کے برعکس کی گئی اور سب نے دیکھ لیا کہ کیسی ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئی اب
فرمایئے آپ کا یہ کہنا کہ آجتک کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیونکر جھوٹ ہے یا نہیں اسی طرح صاحب اخبار
عام لاہور کی خدمت میں بھی عرض کیا جاتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے اپنے پرچہ ۲۱ جولائی ۱۸۸۶ء میں
اس پیشگوئی کے انکار میں لکھا ہے اسکے پڑھنے سے ہمیں انکے تعصب اور نافہمی پر بہت ہی افسوس آتا
ہے وہ فرماتے ہیں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے بہت عرصہ پہلے دلیپ سنگھ صاحب کا عزم ہندوستان
کے خاص و عام میں مشہور ہو چکا تھا مگر افسوس کہ انہوں نے نہیں سمجھا کہ اس مشہوری سے پیشگوئی کے
مضمون کو کیا تعلق ہے بلکہ پیشگوئی کا مضمون تو صرف اِس بات سے مخصوص ہے کہ دلیپ سنگھ صاحبکو
قصد پنجاب میں ناکامی ہے اور اُن کی عزت یا جان یا آسائش پر اِس سفر میں صدمہ پہنچے گا اب
منصفین خیال کریں کہ اخبار عام لاہور کی یہ نکتہ چینی پیشگوئی پر کیا اثر پہنچا سکتی ہے اور اُن کا انصاف
اور فہم جو منصب اخبار نویسی کے لئے ایک ضروری شرط ہے کس درجہ کا ہے افسوس کہ بہت لوگ
حسد اور عناد کے اشتعال میں پڑ کر حقیقت حال کو نہیں سوچتے جیسا کہ انہیں پیشگوئیوں کے متعلق
ایک صاحب پنڈت لیکھرام نے ناحق اپنا اندرونی بخل اور ناانصافی اور ہٹ دھرمی ظاہر کرنیکے لئے

بقیہ حاشیہ۔ استعدادیں ہیں تو ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی میرے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات
ہے اور دائرہ انسانیت میں بہت سی متفاوت و کم و بیش استعدادیں پائی جاتی ہیں کہ اگر کوئی شخص کوشش سے ان کو
ایک با ترتیب سلسلہ میں مرتب کریں تو بلاشبہ اُس میں ایک ایسا خط مستقیم ممتد ہو کر بصورت کامل نکلیگی جو اوپر تک پہنچ
گیا ہے حضرت رفیع کو آخر نکتہ پر اِس مقدار کا انسان ہوگا جو اپنی استعداد انسانی میں سب طرح انسانوں سے بڑھکر ہے اور
طرف ثانی آخر میں وہ ناقص الاستعداد روح ہوگی جو اپنی نہایت درجہ کی کمی ذات کی وجہ سے حیوانات لایعقل کے
قریب قریب ہے اور اگر سلسلہ مبادی کی طرف تنزل والا کر دیکھیں تو اس قاعدہ کو اور بھی اس سے تائید
پہنچتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے جو ایک ذرہ ہے لیکر ایک بڑے سے بڑے
جسم تک جو آفتاب ہے اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے اور بلاشبہ خدا تعالیٰ نے ان جماداتی سلسلوں میں

جا بجا اشتہارات شائع کئے اور اخباروں میں یہ الزام لکھا کہ گویا ہم نے کسی اشتہار میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ لڑکا
موصوف بصفات جسکا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے حمل موجودہ میں ہی پیدا ہو جائیگا
ہرگز اس سے تخلف نہیں کریگا وہ ظہور میں نہیں آئی حالانکہ ایسا اوران شرائط سے کوئی اشتہار اس طرف سے
شائع نہیں ہوا اور اگر ہے تو کیوں پیش نہیں کیا حقیقت حال تو یہ ہے کہ آنکھوں کی نابینائی کچھ ضرر نہیں
کرسکتی بلکہ دلوں کی نابینائی جو تعصب کے بخارات سے پیدا ہوتی ہے وہی ضرر کرتی ہے یہ شخص
جسکا نام ہم نے ابھی بیان کیا ہے اپنے چالیس دن تک بھی ہماری آزمائش کے لئے ہماری صحبت میں رہنا
منظور نہیں کیا حالانکہ ان پنڈت صاحب کو تنخواہ دینا بھی قبول کیا گیا تھا ان صاحبوں کو بجز دشنام
دہی اور بدزبانی اور آلائش کی باتوں کے جو انکے اندر بھری ہوئی ہیں اور کوئی حرف صلاحیت و
معقولیت یاد نہیں اگر اب بھی یہ صاحب چالیس دن تک ہمارے پاس رہنا منظور کریں اور ہم الہامی
پیشگوئیوں میں جھوٹے نکلیں تو جو ذلیل تر سزا تجویز کیجائے اسکے ہم لائق ہیں ورنہ چوٹی کٹانا اور مسلمان
ہونا انپر واجب ہوگا ماسوا اسکے جو کچھ ہمارا دعویٰ پیشگوئیوں کی نسبت ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ صرف
ایک دو پیشگوئیوں سے اسکا ثبوت دیا جاتا ہے بلکہ اس دعوے کے اثبات کے بارے میں عنقریب رسالہ
سراج منیر بفضل خداوند چھپکر شائع ہونے والا ہے اور وہ تمام رسالہ الہامی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے تب سب
لوگ دیکھ لینگے کہ جو کچھ ہمارے مخالفین ہماری نسبت طرح طرح کی رائیں لگاتے ہیں انکی کیا اصلیت
و حقیقت ہے ہم اس رسالہ میں حضرت امام الدین جو ہماری برادری میں سے ہے اور دین اسلام سے

بقیہ حاشیہ آفتاب کو ایک ایسا عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے کہ طرف ارتفاع
میں اسکے برابر کوئی دوسرا ایسا وجود نہیں ہے سو اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈالکر جو ہر
وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے روحانی سلسلہ جو اسی ہاتھ سے نکلا ہے اور اسی علت واحد سے
ظہور پذیر ہوا ہے خود بلا تامل سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بھی بلا تفاوت اسی طرح واقعہ ہے اور یہی ارتفاع
اور انخفاض اس میں بھی موجود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے کام یکرنگ اور یکطور ہیں جیسے کہ وہ واحد ہے اور نیز
اپنے افعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے پریشانی اور اختلافات اسکے کاموں میں راہ نہیں پاسکتے
اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزون طریق معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے
مرتب اور ایک سلک میں منسلک ہوں۔

فرزند ہے اور ایک آریہ صاحب جن ابتلا ہو گیا ہے اُسکی نسبت بھی کئی پیشگوئیان لکھینگے پھر آج بھی جو تیسری
اگست ۱۸۸۶ء ہے پنجاب سے ایک اور کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اُسکی بیوا ہونے کا وبال
جلد اُسے درپیش ہے اور اگر معمولی بچون میں سے کوئی رنج ہوا تو اُسکو پیشگوئی کا مصداق مت سمجھو لیکن
اگر ایسا رنج پیش آیا جو کبھی کے خیال گمان میں نہیں تھا تو پھر سمجھنا چاہئے کہ یہ مصداق پیشگوئی ہے لیکن اگر
وہ باز آنیوالا ہے تو پھر بھی انجام بخیر ہوگا یا تنبیہ کے بعد راحت پیدا ہو جائیگی اور یہ دعویٰ ہمارا بالکل صحیح
اور نہایت صفائی سے ثابت ہے کہ صراط مستقیم پر چلنے سے طالب صادق الہام الٰہی پا سکتا ہے کیونکہ
اول تو اسپر تجربہ ذاتی شاہد ہے ماسوا اسکے ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا مین اس سے بڑھکر
اور کوئی معرفت الٰہی کا اعلےٰ رتبہ نہیں ہے کہ انسان اپنے رب کریم جلشانہ سے ہمکلام ہو جائے یہی وجہ ہے
جس سے روحین تسلی پاتی ہین اور سب شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہین اور اسی درجہ صافیہ پر پہنچکر
انسان اُس دقیقہ معرفت کو پا لیتا ہے جسکی تحصیل کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور در اصل نجات کی کنجی اور
ہستی موہوم کا عقدہ کشا یہی درجہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے اور کھلجاتا ہے کہ خالق حقیقی کو اپنی مخلوق
ضعیف سے کسقدر قرب واقعہ ہے اس درجہ تک پہنچنے کی خبر ہمین اُسی نور نے دی ہے جسکا نام قرآن
ہے وہ نور صاف عام طور پر بشارت دیتا ہے کہ الہام کا چشمہ کبھی بند نہیں ہو سکتا جب کوئی مشرق کا
رہنے والا یا مغرب کا باشندہ دلی صفائی سے خدا تعالیٰ کو ڈھونڈھیگا اور اُس سے پوری پوری صلح کریگا اور
درمیان کے حجاب اُٹھا دیگا تو ضرور اُسے پائیگا اور جب واقعی اور سچے اور کامل طور پر پائیگا تو ضرور خدا اُس سے

بقیہ حاشیہ اب جبکہ ہمنے ہر طرح سے ثبوت پا کر بلکہ بداہت دیکھکر خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت
کو مان لیا کہ اُسکے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہین جن مین
یونہی گڑبڑ پڑا ہو بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ مین منضبط ہوئے
ہین جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائے درجہ تک پہنچتا ہے اور یہی طریق وحدت اُسی محبوب
حقیقی کی ہے تو اس قانون قدرت کے ماننے سے ہمین یہ بھی ماننا پڑا کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جمادی سلسلہ
مین ایک ذرہ سے لیکر اُس وجود اعظم تک یعنے آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے جو ظاہری کمالات کا
جامع ہے جس سے بڑھکر اور کوئی جسم جمادی نہین ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ہوگا جسکا وجود خط
مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقعہ ہو اب تفتیش اس بات کی کہ وہ انسان کامل جسکو روحانی

ہمکلام ہوگا۔ مگر ویدون نے انسان کے اِس درجہ تک پہنچنے سے انکار کیا ہے اور صرف چار رشیون
تک جو ویدون کے مصنف ہین (بقول آریہ سماج والون کے) اسدرجہ کو محدود رکھا ہے یہہ ویدون کی
ایسی ہی غلطی ہے جیسے اور بڑی بڑی غلطیون سے وہ پُر ہے یہ بات ظاہر ہے کہ سب بنی آدم متحد الفطرت
ہین اور جو بات ایک آدمی کے لئے ممکن ہے وہ سب کے لئے ممکن ہے اور جو قرب و معرفت ایک فرد بشر
کے لئے جائز ہے وہ سب کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ سب اصل طینت مین ایک ہی جوہر سے ہین ہان کمالات
مین کمی بیشی ہے مگر بعض کمالات مین حصر سے جواب تو نہین اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ انہین تحصیل
کمالاتِ انسانی کا کچھ بھی استعداد نہ ہو تو وہ خود انسان ہی نہین ہو سکتا غرض تھوڑے بہت کا تو
انسانی استعدادون مین فرق ضرور ہوتا ہے مگر انسان ہو کر یکلخت فقدان استعداد نہین ہو سکتا
پہلا ہم پوچھتے ہین کہ ہندؤن کے ایشر کو ویدون کے اُتارنے سے مقصد اور علت غائی کیا ہے اگر
یہ مقصد ہے کہ تا لوگ ویدون کو پڑھکر اور اُنکے ٹھیک ٹھیک پابند ہوکر اپنے کمال مطلوب تک پہنچ جاوے
تو پھر اُس کمال تک پہنچنے کا راہ کیون آپ ہی بند کرتا ہے اگر اُن رشیون کا وجود جنپر وید نازل ہوئے تھے
بطور نمونہ کے نہین تھا کہ تا لوگ اُسی نمونہ کے موافق ویدون پر چلنے سے اپنے وجودون کو بنا لین تو
ایسے رشیون کے بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی یہ بات ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی کتابین اور خدا تعالیٰ
کے نبی اسی غرض اور مدعا سے آیا کرتے ہین کہ تا وہ لوگون کی آنکھون کے سامنے نمونہ کیطرح ہو کر اُن کو یہ
ترغیب و تحریک دین کہ جو شخص اُنکے نقش قدم پر چلے اور اُنکے طریق مین محو ہو جاوے وہ آخر انہین کا روپ

بقیہ حاشیہ: آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے وہ کون ہے اور اُسکا کیا نام ہے یہ ایسا کام نہین
ہے جسکا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے کیونکہ بجز خدا تعالیٰ کے یہہ امتیاز کسکو حاصل ہے اور کون مجرد
عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کروڑہا اور بیشمار بندون کو نظر کے سامنے رکھکر اور
اُن کی روحانی طاقتون اور قوتون کا موازنہ کرکے سب سے بڑے کو الگ کرکے دکھلاوے بلاشبہ
عقلی طور پر کسیکو اِسجگہ دم مارنیکی جگہ نہین ہے ہان ایسے بلند اور عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی
ذریعہ ہین جنمین خود خدا تعالیٰ نے پیش از ظہور بلکہ ہزارہا برس پہلے اِس انسان کامل کا پتہ و نشان
بیان کر دیا ہے پس جس شخص کے دلکو خدا تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اِسطرف ہدایت دیگا کہ وہ الہام
اور وحی پر ایمان لاوے اور ان پیشگوئیون پر غور کرے کہ بائبل مین درج ہین تو اُسے ضرور ماننا

عبث اور بیہودہ ہوا اور بجز اس بد اثر کے کہ کروڑہا آدمیوں کو اُنکی پُرشرک تعلیم نے مشرک بنا دیا اور
کونسا نیک ثمرہ ہے جو اُن کے آنے سے مترتب ہوا اور وہ چار آدمی جنپر آریوں کے خیال میں وید نازل
ہوئے وہ بھی درحقیقت ویدوں کے ممنون احسان نہیں ہو سکتے بلکہ وہ بقول آریہ لوگوں کے کسی پہلے
جنم کے اعمال کے باعث الہام پانے کے لائق ٹھہر گئے تھے ۔

قولہ ۔ باقی دوسری صناعت کا ذکر بیشک وہ چیزیں بیج کی طرح موجود ہیں جو بغیر خدا تعالیٰ
کی کاریگریوں کے (جسکا مرزا صاحب جوڑنا جاڑنا نام رکھتے ہیں) بالکل نہیں بنسکتے ہیں ۔

اقول ۔ میں کہتا ہوں کہ جو خاصیتیں اور قوتیں بقول پنڈت صاحب روحوں میں ضرور موجود ہیں ۔ گو
بزعم اُن کے بیج کی طرح ہی تھیں مگر وہ موجود ہو کر معدوم کے برابر کیوں ہیں اسکی وجہ بھی تو کوئی بیان کی ہی
کیا وجہ تھی کہ وہ خاصیتیں روحوں میں بیج کے طور پر ہیں جنکے وجود سے پرمیشر کو جوڑنے جاڑنے کی وقت کچھ مدد
نہیں ملی ظاہر ہے کہ پرمیشر کو اُن خاصیتوں اور عجیب قوتوں سے جوڑنے جاڑنے کی وقت بڑی بھاری مدد ملی جنپر پرمیشر کا نام رکھ لیا اور
اسکا پرمیشر پن ثابت کر دکھایا اور اگر وہ خاصیتیں روحوں میں نہیں تھیں تو بتلاؤ کہ پرمیشر کیا کر سکتا تھا کونسی بھاری خاصیت اپنی گھر سے لا کر
کیونکر ایک بیجان جسم کو ایک زندہ انسان بنا کر دکھا دیا صرف انگی بناوٹی کیا اور جوڑ ڈالی کیا ۔ پھر روحوں کا اسپر کیا احسان ہے جو بیچ میں آ کر اور گھڑ
گھڑ کر اُنکو تمام اپنی عجیب خاصیتوں اور قوتوں کیساتھ اُنکی قسمت اچھی تھی مفت کا نام ہو گیا پرمیشر بن بیٹھا ورنہ غور کرنیوالی عقلوں پر ظاہر ہے کہ
جوڑنا جاڑنا بغیر اُن عجیب خواص اور قوتوں کے جو روحوں اور مادوں میں پائی جاتی ہیں کچھ چیز نہیں ہے بلکہ اگر وہ خواص روحوں اور مادوں میں نہ پائے
جاویں تو ممکن ہی نہیں کہ پرمیشر کا جوڑنے جاڑنے کا کام بھی انجام پذیر ہو سکے مثلاً اگر جسموں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ایک اتصالی

بقیہ حاشیہ ۔ واضح ہے کہ اس انتہائی کمال کے وجود باجود کو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں مظہر تام
الوہیت قرار دیا گیا ہے اور چونکہ اس مطلب کو کچھ زیادہ تفصیل سے لکھنا موجب افادہ طالبین ہے
اسلئے ہم کسیقدر اور تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔

اول ہم بیان کر چکے ہیں کہ صاحب انتہائے کمال کا جسکا وجود سلسلہ خط خالقیت میں انتہائی
نقطہ ارتفاع پر واقع ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُن کے مقابل پر وہ
خسیس وجود جو انتہائے نقطہ انخفاض پر پڑا ہوا ہے اسکو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ
بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں لیکن اس سلسلہ خط خالقیت پر نظر ڈالکر اسقدر تو عقلی طور پر
ضروری ماننا پڑتا ہے کہ جیسے سلسلہ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود خیر مجسم ہے جو دنیا میں خیر کی طرف

قوت نہ پائی جائے جسکو قوت کشش اتصال کہتے ہین تو ہندؤن کے پرمیشر کو ہرگز یہ طاقت نہین ہے کہ
کم سے کم دو ذرّون مین بھی پیوند کرکے دکھلاوے اسیطرح جو جوڑنے جاڑنے مین روحانی خواص نمایان
ہوتے ہین اُن مین بھی ہندؤن کے پرمیشر کی ہرگز مجال نہین ہے کہ بغیر حاجت وحدہ روحون اور اُنکی
عجیب خاصیتون اور صفتون کے جنکو ماسٹر صاحب ہیچ کی طرح خیال کرتے ہین کوئی صنعت بناکر دکھلاسکے
یہ بات تو نہایت درجہ پڑھا ہے کہ ایسے پرمیشر کی جسنے نہ روحون اور نہ اُن کے خواص کو پیدا کیا اور نہ
ذرات اجسام اور اُنکی خاصیتون کو خلعت وجود بخشا صرف جوڑنے جاڑنے مین کچھہ بھی سنگ پھٹکری
خرچ نہین آتی بلکہ خواص پہلے ہی جُدا جُدا چیزون مین کچھہ پوشیدہ تھے وہ باہم روح اور جسم کے ملنے سے
خودبخود نمایان طور پر نظر آجاتے ہین کیونکہ اُن مین پہلے ہی سے یہ خاصیت چھپی ہوئی ہے کہ باہم ملنے سے
خواہ نخواہ اُنکا ظہور ہوجاتا ہے جیسے دنیا کی لاکھون چیزون مین یہی خاصہ پایا جاتا ہے کہ اُن کے باہمی
امتزاج اور اختلاط سے ایک عجیب قسم کا خاصہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جو الگ الگ ہونیکی حالت مین مخفی
و محجوب ہوتا ہے سو یہ بات ہرگز نہین کہ جو شخص اُن دو چیزون کو باہم ملاتا ہے وہ اپنے گھر سے ایک خاصہ
لاکر اُن مین ڈالدیتا ہے بلکہ جیسا کہ ہمنے ابھی بیان کیا ہے وہ دونون چیزین الگ الگ طور پر وہ خاصہ
اپنے اندر رکھتے ہین جو اُنکے اکٹھے ہوجانے سے وہ ظاہر ہوجاتا ہے مثلاً گھی اور شہد اور سوہاگہ مین یہ
خاصیت ہے کہ اِن تینون کے ملانے سے یہ خاصہ پیدا ہوجاتا ہے کہ اگر کسی کُشتہ زر یا نقرہ وغیرہ کو جو
بالکل خاکستر و خاک ہوگیا ہو اُسمین ملکر بوتہ مین آگ دی جائے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے یعنی اپنی اصلی صورت

بقیہ حاشیہ ہادی ہوکر آیا اسی طرح اُسکے مقابل پر ذوالعقول مین انتہائی نقطہ انخفاض مین
ایک وجود شر انگیز بھی ہے جو شر کیطرف جاذب ہو ضرور چاہئے اسیوجہ سے ہریک انسان کے دلمین
باطنی طور پر بھی دونون وجودون کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی
کہلاتا ہے یعنے حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکا پاک اثر بہ برکات قدسیہ توجہات باطنیہ
ہر ایک دلکو خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے جسقدر کوئی اُس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے اُسی قدر
وہ ایمانی قوت پاتا ہے اور نورانیت اُسکے دلمین پھیلتی ہے یہان تک کہ وہ اُسی کے رنگ مین آجاتا ہے اور ظلی طور
پر اُن سب کمالات کو پالیتا ہے جو اُسکو حاصل ہین اور جو وجود شر انگیز ہے یعنی وجود شیطان جسکا مقام
ذوالعقول کے دو قسم مین انتہائی نقطہ انخفاض مین واقع ہے اُسکا اثر ہریک دل کو جو اُس سے کچھہ نسبت رکھتا

سونا چاندی یا جو کچھ ہو قبول کر لیتا ہے پس یہ خاصیت جو ان تینوں چیزوں کی ترکیب سے کشتہ کے
زندہ کرنے کے لئے پیدا ہو جاتی ہے یہ ایسی خاصیت ہے کہ خواہ چند دن کا پیشتر ان تینوں چیزوں کو
باہم ملاوے اور خواہ ایک دم میں سب کچھ انکو باہم مخلوط کرے دونوں کے ہاتھوں سے یہ خاصیت پیدا
ہوگی یہ نہیں کہ ضرور پنسیر کے ہاتھ سے ہی پیدا ہو اور دوسرے کسی شخص کے ہاتھ سے پیدا نہ ہو سکے۔
روحوں میں بہت سے خواص اور عجیب طاقتیں اور استعدادیں پائی جاتی ہیں جنکو قرآن شریف نے
استیفا سے ذکر کیا ہے مثلاً ان میں چند قوتیں اور استعدادیں یہ ہیں جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں:-

(۱) علوم اور معارف کی طرف شائق ہونیکی ایک قوت

(۲) علوم کو حاصل کرنے کی ایک قوت

(۳) علوم حاصلکردہ کے محفوظ رکھنے کی ایک قوت

(۴) محبت الٰہی کی ایک قوت

(۵) لذت وصال الٰہی اٹھانیکی ایک قوت

(۶) مکاشفات کی ایک قوت

(۷) مؤثر اور متاثر ہونیکی یا یوں کہو کہ باہم عامل اور معمول ہونیکی ایک قوت

(۸) تعلق اجسام قبول کرنیکی ایک قوت

(۹) تخلق باخلاق اللہ کی ایک قوت

بقیہ حاشیہ شرک کی طرف کھینچتا ہے جسقدر زیادہ اس میں خاصیت پیدا کرتا ہے اسیقدر [illegible]
اور خباثت کے خیال اسکو سوجھتے ہیں یہانتک کہ یہ کل خاصیت تام ہو جاتی ہے وہ اسی [illegible]
روپ میں آکر پورا پورا شیطان ہو جاتا ہے۔ اور ظلی طور پر ان سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے
جو اصلی شیطان کو حاصل ہیں اسی طرح اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی خاصیت کی وجہ سے
الگ الگ طرف کھینچے جاتے ہیں اور وجود خیر مجسم کا نفسی نقطہ انتہا سے درجہ کمال ارتفاع [illegible]
یعنے حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا مقام معراج خارجی جو قرب سے مقام [illegible] عرش
رب العالمین ہے) بتلایا گیا ہے یہ درحقیقت اسی انتہائی درجہ کمال ارتفاع کی [illegible]
اس وجود باجود کو حاصل ہے گویا جو کچھ اس وجود خیر مجسم کو عالم قضا و قدر میں حاصل تھا وہ عالم مثال میں

(۱۰) مورد الہام الٰہی ہونیکی ایک قوت

(۱۱) بسطی و قبضی حالت پیدا ہونیکی ایک قوت

(۱۲) معارف غیر متناہیہ کے قبول کرنیکی ایک قوت

(۱۳) رنگین برنگ تجلی الوہیت ہونیکی ایک قوت

(۱۴) عقلی قوت جس سے امتیاز حسن و قبح اُن پر ظاہر ہوتا ہے

(۱۵) القائے اثر و قبول اثر کی ایک قوت بمقابلہ اپنے اجسام متعلقہ کے

(۱۶) اقرار بوجود خالق حقیقی کی ایک قوت

(۱۷) اجسام کے ساتھ اور اُن کے اشکال خاصہ کے ساتھ مل کر بعض نئے خواص کے ظاہر کرنے کی قوت

(۱۸) ایک قوت کشش باہمی جسکو مقناطیسی قوت کہنا چاہئے

(۱۹) ابدی طور پر قائم رہنے کی قوت

(۲۰) جسم مفارق کی خاک سے ایک خاص تعلق رکھنے کی قوت جو کشفی طور پر ارباب کشف قبور پر ظاہر ہوتی ہے ۔

ایسا ہی اور بھی بہت سی ایسی قوتیں ہیں جنکا مفصل بیان نہایت لطافت اور خوبی سے قرآن شریف میں مندرج ہے اور ہمکو اگر شرطی رسالہ کے لکھنے کا موقعہ ملا تو ہم اُن سب قوتوں اور روحانی

بقیہ حاشیہ شہود و محسوس طور پر دکھایا گیا جیساکہ اللہ تعالیٰ اس نبی کریم کی شان رفیع کے بارے میں فرماتا ہے **ورفع بعضہم درجات** پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ باوجود جو خیر تبسم ہے مقربین کی تین قسموں سے اعلے و اکمل ہے جو الوہیت کا مظہر اتم کہلاتا ہے ۔

جاننا چاہئے کہ قرب الٰہی کی تین قسمیں تین قسم کی تشبیہ پر موقوف ہیں جنکی تفصیل سے مراتب ثلاثہ قرب کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اول قسم قرب کے خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے ۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ یعنی مومن جنکو دوسرے لفظوں میں بندہ فرمان بردار کہہ سکتے ہیں سب چیز سے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبت رکھتے ہیں یعنی تشبیہ ایسی ہے

شُدنی کی کچھ اقتضاء ... ہے اور نا معقول ... رسالہ میں جو وید اور قرآن کے موازنہ
... ہیں کہ ماسٹر صاحب کا یہ بیان کہ یہ سب توتین
روحون یعنی ... جب تک جسم کا روح کے ساتھ تعلق نہ ہو تب تک انکا عدم و وجود برابر
ہے ... ماسٹر صاحب ... کہ وہ خیال کرتے ہین کہ جو کچھ روحون اور جسمون کے
ملنے سے ... ہین وہ گویا اُن کے پرمیشر کی کاریگری سے
ظہور پذیر ہوتی ہین ... یہ خیال بالکل غلط اور نا معقول ہے جو موٹی سمجھ سے پیدا ہوا ہے بلکہ اصل بات تو وہی
ہے جسکو ہم پہلے تحریر کر چکے ہین کہ جو مخفی طور پر روحون اور جسمون مین الگ الگ خواص پائے جاتے ہین
وہی باہم ترکیب اور امتزاج سے نمایان ہو جاتے ہین اور حالت تعلق جسم و روح تک قائم رہتی ہین یہ بات
فی الحقیقت سچ اور راست راست ہے جسکو مین بھی تسلیم کرتا ہون کہ جو خواص بعد ترکیب اور تعلق ارواح و
اجسام ظہور پذیر ہوتے ہین وہ سب خواص مجرد اجسام سے کھلے کھلے طور پر مترتب ہو سکتے ہین نہ مجرد ارواح
سے بلکہ انکا ظہور و بروز کامل طور پر اجسام اور ارواح کے باہمی تعلق پر موقوف ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مین
اس رسالہ مین اس سے پہلے تحریر کر آیا ہون کہ ارواح کو اپنی سعادت تامہ تک پہونچنے کے لئے عالم آخرت مین
کوئی ابدی جسم ملنا ضروری ہے تا اُس تعلق جسم کی وجہ سے وہ خواص کامل طور پر ظاہر ہو جائین کہ جو مجرد
روحون مین بدین صفائی و کمال ظاہر نہین ہو سکتی مگر افسوس کہ اس ابدی تعلق جسم و روح کو وید نہین مانتا
اور صرف روح کو بھی بقول ماسٹر صاحب بجز تعلق جسم کوئی روحی خاصہ نمایان طور پر جلوہ پذیر نہین ہو سکتا

بقیہ حاشیہ - کہ جیسے ایک نوکر با اخلاص و با صفا و با وفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ و انعامات
متکاثرہ دکھلاتا ہے اپنے آقا کی اسقدر محبت و اخلاص و یکرنگی مین ترقی کر جاتا ہے جو بوجہ ذاتی محبت
کے جو اسکے دلمین پیدا ہو جاتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت و ہم طریق ہو جاتا ہے اور اسکی مرادات کا
ایسا ہی طالب اور خواہان ہوتا ہے جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہان ہے - اسی طرح بندۂ وفادار
کی حالت اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ ہوتی ہے یعنے وہ بھی اپنے خلوص اور صدق و صفا مین ترقی کرتا کرتا
اُس درجہ تک پہونچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلّی محو و فنا ہو کر اپنے مولےٰ کریم کے رنگ مین مل
جاتا ہے -

آنجا کہ عجبتے نمک میریزد + ہر پردہ کہ بود از میان بر خیزد + این نغز بی کہ صد ہزارش ہست

لذات کا ملنجات ووصال الٰہی تک پہنچانے کے لئے کافی سمجھتا ہے حالانکہ ابھی بچارہ ماسٹر صاحب اقرار کر چکا ہے کہ روحانی صفات بجز تعلق موجودہ جسم کے کسی قسم کی فعالیت ظاہر نہیں کرسکتین اب وید کو کون سمجھاوے اور دیانند کی روح تک اس خبر کو کون پہنچاوے تا وہ ماسٹر صاحب سے سبق لیکر اپنے وید بہاش کی غلطیون کو درست کردین ۔

مینے پہلے سے اسی رسالہ مین درج کردیا ہے کہ جو جو صفات خداوند کریم جلشانہ نے ارواح مین رکھی ہین یا جو جو خاصیتین ذرات اجسام مین مودع کی ہین وہ اگرچہ بجائے خود الگ الگ بھی ثابت و متحقق ہین مگر انکا ظہور تبین اُسوقت ہوتا ہے اور انکے فوائد اُسوقت بطور تمتہ اکمل کہلتے ہین جسوقت جسم اور روح کا باہم تعلق ہوتا ہے اسکی مثال بہی اسی پہلے موقعہ مین مینے یہ دی تہی کہ جیسے تصویر کو آئینہ مین رکھنے مین تصویر کا رنگ ورپ زیادہ تر نظر آجاتا ہے یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ آئینہ تصویر مین کوئی نقش بڑہا کر دکھا دیتا ہے بلکہ نقوش تو ویسی ہوتے ہین جو ہین ہان البتہ آئینہ مین وہ سب نقوش صاف طور پر نظر آجاتے ہین ایسا ہی خواص ارواح مین ہین انکا آئینہ جسم ہے جسکی شکلین ہین اور جو خواص ذرات اجسام مین ہین انکا آئینہ ترکیب جسمی اور روحین ہین جو انکے ساتھ تعلق پکڑتی ہین اور درحقیقت ان چیزون کا باہم آئینہ کا کام دینا یہ بھی ایک فطرتی خاصہ ہے اور اگر خدا تعالیٰ ارواح اور ذرات اور اجسام کا خالق نہیں تو اُسکو اس خاصہ کے پیدا کرنے مین زیادہ دخل نہیں کیونکہ خواص اشیا رنگے تو خواہ نخواہ اپنے موقعہ پر ظہور مین آجاتے ہین اور درحقیقت یہ خاصہ انہی بین خواص ارواح و اجسام مین ہے جنکو آریہ لوگ غیر مخلوق اور انادی کہتے ہین لیکن اب ماسٹر صاحب اپنے

بقیہ حاشیہ خاموش شود چو عشق شور انگیزد * چون رنگ خودی رود کیے از عشق
بارش ز کرم برنگ خویش آمیزد *

سو ایسا خادم جو بیرنگ اور ہم طبیعت مخدوم ہو رہا ہے طبعی طور پر اُن سب باتون سے متنفر ہو جاتا ہے جو اُسکے مخدوم کو بُری معلوم ہوتی ہین وہ نافرمانی کو اس حیثیت سے نہین چھوڑتا کہ اسپر سزا مترتب ہوگی اور تعمیل حکم اسوجہ سے نہین کرتا کہ اُس سے انعام ملیگا اور کوئی قول یا فعل اُسکا اپنے اخلاق کاملہ کے تقاضا سے صادر نہین ہوتا بلکہ محض اپنے مخدوم حقیقی کی اطاعت کی وجہ سے جو اُسکی سرشت مین رچ گئی ہے صادر ہوتا ہے اور بے اختیار اُسکی طرف اور اُسکی مرضیات کیطرف کھینچا جاتا ہے وہ ایک گال پر طمانچہ کہا کر دوسری گال بھی پھیرنا خواہ نخواہ واجب نہین جانتا اور نہ طمانچہ کی جگہ طمانچہ مارنا اُسکو لابدا ضروری ہوتا ہے بلکہ وہ اپنی یکرنگ دل سے

پرمیشر کی پردہ پوشی کے لئے اُسپر یہ احسان کرنا چاہتے ہین کہ تا اِس خاصہ کی پیدائش اُسکی طرف منسوب کی جاوے سو یہ کسی طرح منسوب نہین ہو سکتی۔ پنڈت دیانند صاحب اپنے وید بہاش اور ستیارتہ پرکاش مین صاف اقرار کر چکے ہین کہ نیستی سے ہستی نہین ہو سکتی جو ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہین وہ پیچھے سے کبھی نہین نکل سکتا سو اگر یہ خاصہ پہلے الگ الگ دو چیزون مین مخفی طور پر موجود نہین تہا تو پہر بعد مین کہان سے آگیا دنیا مین صدہا صورتین ایسی پائی جاتی ہین کہ اول دو چیزون مین کوئی خاصیت چھپی ہوئی موجود ہوتی ہے اور پھر اُن دو چیزون کے باہم ملا دینے سے وہی خاصیت بڑی تیزی اور شوخی سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ دو دواؤن کی ترکیب سے ایک نئی مزاج اور خاصہ کی دوا نکل آتی ہے مگر درحقیقت وہ مزاج اور خاصہ کچھ نیا نہین ہوتا بلکہ اُن دونون دواؤن مین الگ الگ طور پر مخفی ہوتا ہے۔ ایسا ہی دو رنگون کے ملانے سے ایک نیا رنگ نکل آتا ہے مگر وہ درحقیقت نیا نہین ہوتا بلکہ اُن دونون رنگون مین اُس حالت علیحدگی مین چھپا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی دو مختلف مزہ کے طعام کو ملا کر تیسرا مزہ جو نیا دکھائی دیتا ہے نکل آتا ہے مگر وہ بھی درحقیقت نیا نہین ہوتا۔ سو مین کہتا ہون کہ اگر انہین اجزاے متفرقہ و خواص متفرقہ کو ملا کر کوئی مشترک خاصہ پیدا کرنا جو حقیقت مین پہلے ہی مخفی تھا پرمیشر ہونیکی نشانی ہے تو پہر آریہ لوگ انگریزون اور دوسرے یورپ کے صناع لوگون کو کیون سجدہ نہین کرتے اور انکو اپنا ایشور کیون نہین سمجھتے کیا اِن لوگون کے کام ایسے پرمیشر کے مشابہ نہین ہین۔ کیا اِن لوگون نے بھی ہندؤن کے پرمیشر کی طرح خواص متفرقہ اشیاء عالم پر اطلاع پاکر صدہا صنعتین نہین نکالین بلاشبہ نکالی ہین اور اب تک ہر یک

بقیہ حاشیہ۔ فتوی پوچھتا ہے جو اُسوقت خاص مین اُسکے محبوب حقیقی کی مرضی کیا ہے اور اسبات کے لئے کوئی معقول وجہ تلاش کرتا ہے کہ کس طریق کے اختیار کرنے مین زیادہ تر خیر ہے جو موجب خوشنودی حضرت باری تعالی جلشانہ ہے آیا عفو مین یا انتقام مین سو جو عمل موجودہ حالت کے لئے قرین بصواب ہو اُسکو بروے کار لاتا ہے اسی طرح اُسکی بخشش اور عطا بھی سخاوت جبیلہ کے تقاضا سے نہین ہوتی بلکہ اطاعت کاملہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور اُسی اطاعت کے جوش سے وقت موجودہ مین خوب سوچ لیتا ہے کہ کیا اِسوقت اِس کی اعانت یا ایسے شخص پر احسان و مروت مقرون مرضی مولی ہو سکتی ہے اور اگر نا مناسب دیکھتا ہے تو ایک حبہ خرچ نہین کرتا اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ہرگز نہین ڈرتا غرض اعتقاد تقلید سے وہ کوئی کلام ہی نہین کرتا بلکہ یکی اور کامل محبت کیوجہ سے اپنے آقا کا مزاجدان ہو جاتا ہے اور یکرنگی اور اتحاد کی روشنی جو اُسکے دل مین ہے

پیشہ اور کارخانہ کے متعلق ہزارہا جدید صنعتین نکال لیتے جاتے ہین سو اگر ہندو ان کے پیشہ کا بھی اتنا ہی کام ہے کہ علم خواص اشیاء حاصل کرکے طرح طرح کی صنعتین منصۂ ظہور لاوے تو پھر ان لوگون اور ایسے پیشہ مین صرف کمی بیشی علم کا فرق ہوگا اگر ان لوگون کو وہ اعلےٰ قسم کا علم معلوم ہو جاتے تو یہ بھی ایک طور کے پیشہ بن جاوینگے۔

قولہ۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ خود بخود ہونیوالا کام پیشہ کے کامون سے بڑھکر ہے تو اگر ایسا ہوا تو پیشہ کی اسمین کونسی ہتک ہوئی۔

اقول۔ سچ ہے آپکے پیشہ کی عزت بڑی پکی ہے کسی قسم کی ہتک سے دور نہین ہو سکتی یہ ہمین آج ہی معلوم ہوا کہ آپکا پیشہ اس قسم کی درویشانہ سیرت رکھتا ہے کہ اگرچہ کروڑہا چیزین اسکے کامون اور صنعتون سے بڑہ چڑہ کر ہون تب بھی اسکو اپنی کسرشان کی کچھہ پروا نہین یہ تو خوب پیشہ ہے اور آپ لوگون کا وید بھی خوب اور وید قدیم پایا اور اسکا گیان بھی جسپر اتنا ناز تھا خوب ہی نکلا ہزارہا تھہ کنوان کھودا آخر چشمۂ آب کی جگہ ایک مری ہوئی مینڈک نکلی اگر پیشہ اسی حیثیت اور کرتوت کا مالک ہے تو پھر کسکو کیا مصیبت پڑی ہے کہ خواہ نخواہ اسکے لئے تکلیفین اٹھاوے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ہتک ایک ایسا لفظ ہے جسکا اثر اسکے دلپر ضرور ہوتا ہے جسکو کچھہ شرم و غیرت بھی ہو سو اگر آپ کے پیشہ مین کچھہ شرم اور غیرت ہوتی تو اس سے زیادہ ہتک ہونیکی اور کیا بات تھی کہ جن کامون کے کرنے پر وہ فخر کرتا ہے اور اپنے پیشہ ہونیکی انہین دلیل ٹھہراتا ہے یعنے جوڑنا جاڑنا ان کامون کی نسبت دوسرے کام خود بخود

بقیہ حاشیہ وہ ہر ایک تازہ وقت مین تازہ طور پر اسکو سمجھا دیتی ہے جو اس خاص وقت مین کیونکر اور کس طرز سے کوئی کام کرنا چاہئے جو مخدوم حقیقی کے منشاء کے مطابق ہو اور چونکہ اسکو اپنے منعم حقیقی سے ایک تعلق ذاتی پیدا ہو جاتا ہے اسلئے اطاعت اور فرمان برداری اسکے سرپر کوئی آزار رسان بوجھہ نہین ہوتا بلکہ وہ فرمان برداری اسکے ایک امر طبعی کے حکم مین ہو جاتی ہے جو بالطبع مرغوب اور بلا تصنع و تکلف اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اور جیسے اللہ جلشانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اسکے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے اور اپنے مخدوم حقیقی کی ہر ایک عادت و سیرت اسکی نظر مین ایسی پیاری ہو جاتی ہے کہ جیسے خود اسکو پیاری ہے سو یہ مقام ان لوگون کو حاصل ہوتا ہے جنکے سینے محبت غیر سے بالکل منزہ و صاف ہو جاتے ہین اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو ڈھونڈھنے کے لئے ہر ایک وقت جان قربان کرنیکو تیار رہتے ہین۔

بغیر سند ازلی پرمیشر کی تسلیم کئے گئے ہیں ایسے اعلیٰ درجہ کے سمجھے کہ پرمیشر کے کاموں کو ان سے
کچھ بھی نسبت نہیں پس اس صورت میں اگر پرمیشر کی ہتک نہیں ہوئی تو کیا اس کی عزت ہو گئی اور
اگر یہ باتیں پرمیشر کی کسرِ شان کا موجب نہیں ہیں تو کیا اسکی عظمت اور جلال ظاہر ہونے کا باعث ہیں
سوچنا چاہئے کہ جس حالت میں تمام عجیب بے کم اور بے نظیر قدرتیں اور رنگا رنگ کے خواص خود بخود ہوئے
تو کیا محض جوڑنے جاڑنے سے ایک بڑا درجہ پرمیشر ہونیکا ایسے ضعیف اور کمزور کو مل سکتا ہے بلکہ اگر
غور کرو اور کچھ خدا داد عقل کو کام میں لاؤ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ جوڑنا جاڑنا درحقیقت ارواح اور
اجسام کے پیدا کرنیکی فرع ہے یعنے جوڑنا جاڑنا بھی اسی قادر مطلق کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا ہے
اور جو عدم سے وجود بخشنے پر قادر ہو اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیں کہ ایک ایسے کمزور اور نکمے
کے ہاتھ سے جوڑنا جاڑنا ممکن ہے جسنے نہ کسی روح کو پیدا کیا اور نہ کسی مادہ کو اور نہ وہ عمدہ خواص اور
طاقتیں اور استعدادیں جو روحوں اور مادوں میں پائی جاتی ہیں اسکی پیدا کردہ ہیں تو پھر مجرد
جوڑنا جاڑنا اسکو قابل تعریف بنا نہیں سکتا بلکہ سب تعریفیں روحوں اور ذرات اجسام کی طرف عائد
ہونگی اور اس صورت میں پرمیشر پر لازم و واجب ہوگا کہ روحوں اور مادوں کا شکر گذار اور ثنا خوان
ہوئے جنہوں نے مفت میں اسکو نیکنامی دلائی **گھی سنوارے سالنا بڑی بہو کا نام** ؛

قبح ہفتم - پرمیشر کی اس صورت میں ہتک ہوتی کہ جب اس سے زیادہ تر قادر کہ پیش

بقیہ حاشیہ - سینہ سے باید تہی از غیر یار - دل ہمی باید پر از یاد نگار - جان ہمی باید براہِ او فدا -
سر ہمی باید پئے او افتادہ - ہم پائی جمعیت دین عاشقان - گو مبیتہ گر شتہ دی عشاق وار - از ہمہ عالم فرو بستن
نظر - لوح دل بشستن ز غیرِ دلدار + قرب کی دوسری قسم ولد اور والد کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا یعنے اللہ جلشانہ کو ایسے دلی جوش اور محبت
سے یاد کرو جیسا باپوں کو یاد کیا جاتا ہے یاد رکھنا چاہئے کہ خدمت اُسوقت باپ سے مشابہ ہو جاتا ہے جب محبت میں غایت درجہ
شدت واقعہ ہو جاتی ہے اور محبت جو ہر یک کدورت اور غرض سے مصفا ہے دل کے تمام پردے چیر کر دل کے بیچ میں ایسی ہو جاتی
ہے کہ گویا اسکی جز ہے جسقدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں اور ذاتی معلوم ہوتا ہے
اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اسکی جز ہو جاتا ہے کہ سعی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہیں رہتا اور جیسے بیٹے کو اپنے

کیا جاتا ۔

اقول ۔ لو صاحب! اب تو آپکے پرمیشر کی آپ ہی کے منہ سے ہتک ثابت ہو گئی کیونکہ آپ کے خیالی اور وہمی اور فرضی پرمیشر سے اوتر یادہ تر کا نکمہ پن آ چکے دہر کے سامنے آپکے وہمی پرمیشر کا وجود حقیقت میں معدوم اور بے نشان ہے کیونکہ آپ کا پرمیشر تو بوجہ اپنی کمزوری اور ناطاقتی اور ناداری اور لاچاری کے آریہ دیس ہی میں چھپا ہوا بیٹھا تھا اور انہیں لوگون سے اپنے کلام کا ٹھیکہ دے رکھا تھا اور باہر قدم رکھنے سے ڈرتا تھا اور اپنے منہ سے قائل تھا کہ مین اپنی ذات سے کچھ نہین کر سکتا دوسرون کے سہارے سے میرا کام چلتا ہے سو آریہ لوگ اسی فرضی پرمیشر کے درحقیقت ایک چور تھا نہ پرمیشر خوش ہو رہے تھے اتنے مین آفتاب صداقت اپنی چمکا اور اُس سچے کامل خدا کا کلام جس سے آریہ لوگ ناواقف تھے یعنے قرآن شریف آریہ دیس مین جلوہ گر ہوا اور کروڑہا آریون کو سچائی کی طرف کھینچ لایا سو اس طرح اپنے اپنے قادر اور کامل وجود سے اُن کو اطلاع دیدی اور اپنی خدائی اُن پر ظاہر کر دی اور اپنے قوی ہاتھ سے اپنا قادر مطلق ہونا ثابت کر دیا اور سب روحون اور مادون کی نسبت بیان کیا کہ یہ سب میرے ہی پیدا کردہ ہین سو جن چیزون کی نسبت آریہ لوگ اور اُنکا ناکارہ پرمیشر حیران ہو رہے تھے کہ یہ چیزین کسنے پیدا کی ہین پیدا کرنیوالے نے اپنا کلام اُن تک پہنچا کر اور اپنے روشن نشان دکھلا کر صاف بتلا دیا کہ ان کا پیدا کنندہ مین ہی ہون ۔ وہ کون ہے وہی کامل اور قادر خدا منزل الفرقان ہے جسنے اپنے بے مثل الہام اور بے نظیر کلام کے ذریعہ سے اپنی خدائی کو ثابت کر دکھایا ہے جسکی ایجاد کے بغیر کوئی

بقیہ حاشیہ باپ کا وجود تصور کر نیسے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اسکو بھی ہر وقت باطنی طور پر اُس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے جیسے بیٹا اپنی باپ کا حلیہ اور نقوش نمایان طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے اور اُسکی رفتار اور کردار اور خو اور بو صفاتی تمام اُسمین پائی جاتی ہے علے ہذا القیاس یہی حال اسمین ہوتا ہے اور اس درجہ اور قرب اول کے درجہ مین فرق یہہ ہے کہ قرب اول کا درجہ جو خادم اور مخدوم سے تشبیہ رکھتا ہے وہ بھی اگرچہ اپنے کمال کے رتبہ پر اس درجہ ثانیہ سے نہایت مشابہ ہے لیکن یہ درجہ اپنی صفائی کی وجہ سے تعلق باارادہ کے قائمقام ہو گیا ہے اور جیسا باعتبار نفس انسانیت کے دو انسان مساوی ہونے ہین لیکن بلحاظ شدت وضعف خواص انسانی کے ظہور آثار مین متفاوت واقع ہوتی ہین ایسا ہی ان دونون درجون مین تفاوت درمیان ہے غرض اس درجہ مین محبت کمال لطافت تک پہنچ جاتی ہے اور مناسبت اور مشابہت بالکل ظاہر ہو جاتی ہے خیال کرنا چاہئے کہ

چیز موجود نہیں ہوئی جسکی تعریف میں قرآن شریف میں جو اُسکا کلام ہے بیان ہے یہ پاک حمد درج ہے کہ وہ مبدأ ہے تمام فیضوں کا اور مستجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور جامع ہے تمام خوبیوں کا اور مرجع ہے ہر ایک چیز کا اور واحد و لا شریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور معبودیت میں سو سچا اور کامل خدا ایسی ہے جسنے ہزاروں مقدس نبیوں کی روحوں میں اِس تعلیم کا القا کیا جنکا قول اور فعل دونوں برابر شہادت دے رہے ہیں کہ وہ ہر یک قسم کی ناطاقتی اور نقصان اور ادھورا پن سے پاک ہے غرض جس حالت میں ایک ذات کامل الصفات نے جسکے ماننے والے دنیا میں کروڑہا لوگ پائے جاتے ہیں اور جسکی برکات تعلیم اور آسمانی نشان تمام روئے زمین پر پھیل چکے ہیں اُسنے اپنے پاک اور مقدس صحیفوں میں صاف دعویٰ کر دیا ہے کہ میں کامل پرقادر خدا ہوں اور روحوں اور ذرہ ذرہ جسم کا میں ہی خالق ہوں تو کیا اِس صورت میں آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پرمیشر سے زیادہ تر کاریگر پیش نہیں کیا گیا جس نے خالق الارواح والاجسام ہونیکا دعویٰ کیا ہو سو اب اے ماسٹر صاحب آنکھ کھولکر دیکھیں کہ وہ زیادہ تر کاریگر پیش تو کیا گیا اور اُسکی طرف تو ہم آپکو دعوت کر رہے ہیں کہ آؤ فرضی پرمیشر سے زیادہ تر کاریگر اور اُس سے زیادہ تر جاننے والا اپنے کامل نشانوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اُس زیادہ تر عزت و حکمت و قدرت والے پر ایمان لاؤ جسنے اپنی عام قادریت ظاہر کی ہے جن چیزوں کو آپ لاوارث اور غیر مخلوق سمجھتے تھے اُن کا وارث ظاہر ہو گیا ہے سو اوٹھو اور وہمی پرمیشر کو چھوڑ دو اور سچے اور کامل اور پورے پورے قادر کی فرمان برداری اختیار کرو جسکی سچائی اُسکی قدرتوں سے ثابت ہو رہی ہے آپ لوگوں کا پہلا پرمیشر

بقیہ حاشیہ اگرچہ ایک شخص کمال عشق کی حالت میں اپنے معشوق سے ہمرنگ ہو جاتا ہے مگر جو شخص اپنے باپ سے جس سے وہ نکلا ہے مشابہت رکھتا ہے اُسکی مشابہت اور ہی آب و تاب رکھتی ہے۔

تیسری قسم کا قرب ایک ہی شخص کی صورت اور اُسکے عکس سے مشابہت رکھتا ہے یعنے جیسے ایک شخص آئینہ صاف و وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو تمام شکل اُسکی معہ اپنے تمام نقوش کے جو اُسمیں موجود ہیں عکسی طور پر اُس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے ایسا ہی اِس قسم ثالث قرب میں تمام صفات الٰہیہ صاحب قرب کے وجود میں بتمامتر صفائی منعکس ہو جاتی ہے اور یہ انعکاس ہر یک قسم کی تشبیہ سے جو پہلے اِس سے بیان کیا گیا ہے اتم و اکمل ہے کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جیسے ایک شخص آئینہ صاف میں اپنا منہ دیکھکر اُس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے وہ مطابقت اور مشابہت اُسکی شکل سے نہ کسی غیر کو کسی حیلہ یا تکلف سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی فرزند میں ایسی ہو بہو مطابقت پائی

حقیقت مین یہ پیغمبر نہین ہین ... اور جو طریقے جہات ... [illegible]
بھی نہین سچا پیغمبر وہی ہے جو تمام دنیا کا مالک ہے کہ خدا ہے ... [illegible]
مالک کے ڈھونڈھنے والے اسکو پاسکتے ہین ... [illegible]
سے حصہ پایا ہے ... جن سے صادق لوگ متمتع ہوتے ہین ۔

قولہ ۔ خدائے تعالے جو خود بخود ہونیوالی چیز ہے خدا کے اپنے کامون سے بہت بڑھکر ہے اور اس سے خدا کی کوئی ہتک نہین ہوتی ۔

اقول ۔ بجز اسکے کیا کہون کہ بدین عقل و دانش ہزار آفرین ۔ ہماری طرف سے تو اعتراض یہ تھا کہ جہالت مین بقول آپ صاحبان اصل پیدائش اشیاء خدا تعالی کی طرف سے نہین ہین بلکہ جمیع اشیاء مادی و غیر مادی مع تمام خواص و عجائبات اپنے کے خود بخود ہین تو اس مین پرمیشر کی بڑی ہتک عزت ہے یعنے یہ امر اسکی بزرگی اور جلال اور حیثیت خدائی کی کسرشان کرتا ہے کہ جو چیزین اسکے زیر حکم اور تحت ہین وہ سب اپنے وجود اور اپنے جمیع خواص مین جو اعلے درجہ کے عجائبات قدرت سے بھرے ہوئے ہین خود بخود ہون اور جو ادنی درجہ کا کام ہے جو پہلے کام کے سہارے سے چلتا ہے فقط وہی کام پرمیشر کے ہاتھ سے نکلا ہو اسکا جواب ماسٹر صاحب یہ دیتے ہین کہ خدا تعالی جو خود بخود ہونیوالی چیز ہے خدا کے اپنے کامون سے بڑھکر ہے اور اس سے خدا کی کوئی ہتک عزت نہین ہوتی ہے ایسا ہی دوسری خود بخود ہونیوالی چیزون سے اسکی کوئی ہتک عزت نہین اب ناظرین سمجھ سکتے ہین

بقیہ حاشیہ ... ہو جاتی ہے اور یہ مرتبہ کسکے لئے میسر ہے اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے تو اسکا جواب یہی ہے کہ یہ اسکو میسر آتا ہے کہ جو الوہیت و عبودیت کے دونون قوسون کے بیچ مین کامل طور پر ہو کر دونون قوسون سے ایسا شدید تعلق پکڑتا ہے کہ گویا ان دونون کا عین ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو بکلی درمیان سے اٹھا کر آئینہ صاف کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور وہ آئینہ درمیان ہونیکی وجہ سے ایک جہت سے صورت الہیہ بطور ظلی حاصل کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ تمام فیض حسب استعداد و طبائع مختلفہ اپنے متقابلین کو پہنچاتا ہے اسکی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی یعنے نزدیک ہوا (یعنی اللہ تعالی سے) پھر نیچے کیطرف اترا (یعنی مخلوق کیطرف تبلیغ احکام کیلئے نزول کیا) پس اسی جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کرکے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا اور اسمین اور حق مین کوئی حجاب نہ رہا اور پھر نیچے کیطرف اسنے نزول کیا اور اسمین اور خلق مین کوئی حجاب نہ رہا یعنے چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول مین اتم و

کہ اس جواب کو ہمارے اعتراض سے کیا تعلق ہے یہ بات نہایت ظاہر و بدیہی ہے کہ اگر خدا تعالی کی ذات و صفات اُسکے کامون سے جو اُسکی مخلوقات ہے بڑھکر نہ ہوتی تو مخلوق اپنے خالق سے اور مملوک اپنے مالک سے مساوی ہو جاتا تو اِسطرح پر ضرور خدا تعالی کی ہتک عزت ہوتی کیونکہ مخلوق کا اپنے خالق سے برابر ہو جانا اور مملوک کا اپنے مالک سے ہمسر ہونا صریح موجب ہتک عزت مالک ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالی اپنے جیسے خدا پیدا نہین کرتا کہ یہ اُسکی عزت ابدی و جلال ازلی اور وحدت قدیمی کے برخلاف ہے اب جبکہ یہ ثابت ہے کہ خدا تعالی کی ہتک عزت اِسبات مین ہے کہ کوئی مخلوق و مملوک ہو کر اُسکی ذات و صفات کے برابر ہو تو ظاہر ہے کہ جو امر اِسکا نقیض ہے یعنے یہ کہ مخلوق اپنی ذات و صفات مین اپنے خالق سے کم ہے یہ امر موجب ہتک عزت نہین ہو سکتا کیونکہ اجتماع نقیضین محال و ممتنع ہے برخلاف اِسکے جو چیزین خدا تعالی کے ماتحت و زیر حکم ہین اُنکو اُسکے ماتحت قبول کرکے پھر اُسکی حد و قدرت سے انہین باہر رکھ لینا اور باوصف صدہا عجائب و غرائب خواص کے جو اُن چیزون کے اندر بھرے ہوے ہین جو ایک ناکارہ کام جوڑنے جاڑنے سے ہزارہا مراتب بہتر ہین پھر بھی اُن چیزون کو خدا تعالی کی پیدائش اور اُسکے ہاتھ کی صنعت ہونے سے الگ کا الگ رہنے دینا اور پرمیشر کو صرف جوڑنے جاڑنے والا جو اُسکے پہلے کامون سے قطع تعلق کی حالت مین ادنی سا کام ہے خیال کرنا اگر ایسے خیال پر اختلال سے بھی آپکے پرمیشر کی عزت دور نہین ہوتی تو یہ عزت بھی عجیب عزت ہے غرض یہ قیاس آپکا بالکل قیاس مع الفارق ہے جو خدا تعالی کے ماتحت چیزون کا اُسکی ذات و صفات پر آپ کر رہے ہین اور

بقیہ حاشیہ اکمل ہوا اور کمالات انتہائیہ تک پہونچ گیا اِسلئے دو قوسون کے بیچ مین یعنے وتر کی جگہ مین جو قطر دائرہ ہے اتم و اکمل طور پر اُسکا مقام ہوا بلکہ وہ قوس الوہیت اور قوس عبودیت کیطرف اس سے بھی زیادہ تر جو خیال و گمان و قیاس مین نہین آسکتا نزدیک ہوا مثلاً صورت اُن دو قوسون کی یہہ ہے (قوس اعلے وجود قدیم / قوس اسفل وجود حادث و ممکن) اِس شکل مین جو خط مرکز دائرہ کو قطع کرتا ہے جو قطر دائرہ ہے وہی قاب قوسین یعنے دونون قوسون کا وتر ہے۔ جاننا چاہئے کہ دونون قسم وجود واجب اور ممکن کے ایک ایسے دائرہ کیطرح ہین کہ جو خط گذرندہ بر مرکز سے دونون قوسونپر منقسم ہو وہی خط قطر دائرہ ہے جسکو قرآن شریف مین قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے اور عام بول چال علم ہندسہ مین اُسکو وتر قوسین کہتے ہین وہ ذات مفیض اور مستفیض مین بطور برزخ واقع ہے کہ جو اپنے حصص کمال مین جو انتہائی

ہونا بھی خود بخود - پرمیشر ہو یا نہو وہ سب بذات خود قائم ہیں اور بتائیے خود واجب الوجود غرض سارا جہان اپنے دونوں ٹکڑوں کے ساتھ خود بخود ہے تو ان جواس اور قوتوں اور روحانی بقا میں جو روحوں کو خود بخود حاصل ہیں کرنی شکرگذاری کا پرمیشر مستحق ٹھہر سکتا ہے کیا ان چیزوں میں سے پرمیشر نے بھی کچھ کر کے کچھ دیا ہے اور اسکی گرہ سے بھی کچھ خرچ آیا ہے - رہا بار بار کا روناجو پرمیشر نے روحوں اور جسموں کو باہم جوڑا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا ناالائق پرمیشر ہرگز جوڑنے پر بھی قادر نہیں ہو سکتا اگر روحوں کی حقیقت کا اسکو پورا پورا علم ہوتا تو وہ بیشک انکو بنا سکتا کیونکہ ایک چیز کا پورا پورا علم ہونا اسکے بنانے کو مستلزم ہے اور جبکہ وہ روحوں کے بنانے پر قادر نہیں تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اسکو روحوں کے خواص اور باطنی قوتوں اور کیفیتوں کا پورا پورا علم بھی نہیں اور جبکہ علم کامل نہیں تو ایسے ادھورے اور ناقص علم سے وہ جوڑنے جاڑنے پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے - اگر کوئی ثبوت ہے تو پیش کرنا چاہئے اور اگر فرض محال یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ایسا ادھورا اور نکما پرمیشر ارواح اور اجسام کو جوڑ سکتا ہے تو البتہ ایک ناقص جیسی شکرگذاری کے لائق ٹھہریگا جسکا عدم وجود برابر ہے مگر یہ تو کبھی نہوگا کہ ارواح جو بکلی آزاد اور غیر مخلوق اور قدیم ہونے میں اسکے ہمسر اور انادی ہونے میں اسکے ہم پہلو اور واجب الوجود ہونے میں اسکے ہم مرتبہ ہیں اسکو اپنا رب سمجھ لیں اور جو اپنے رب اور پیدا کنندہ کی پرستش اور عبادت کرنی چاہئے عابد بنکر اپنی عبادت کا اسکو مستحق ٹھہراویں سو یہی مطلب تھا جسکو ہمنے اعتراض میں لکھا اور آپ نے نہ اسکو غور کرکے سمجھا اور نہ اسکا کچھ جواب دیا -

بقیہ حاشیہ یہی جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع واصل ہے اور درحقیقت اسی ایک نقطہ سے خط وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے اور اسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک سریت ساریہ ہے جسکا فیض اقدس اس سارے خط کو تعین بخش ہو گیا ہے - عالم جسکو متصوفین اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں اسکا اول اعلےٰ مظہر جس سے وہ علی وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے یہی نقطہ درمیانی ہے جسکو اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نام کہتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اول کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کیطرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسمائے الہیہ کیطرف نسبت واقع ہے غرض سرچشمہ رموز غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علت غائی اور ہر یک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیت یہی ہے

قولہ - سوائے اِسکے خداوند کریم ہدایت دیگا اور کتابیں بھیجیگا تو یہ اُسکی یہ ہدایت کہ پرستش کرنی چاہیے انسان کی بہتری کے لئے نہ کہ خود خدا کی اِس سے عزت بڑھتی ہے -

اقول - مین کہتا ہون کہ گو بندگی و عبادت کرنے سے انسان کی اپنی ہی بہتری متصور ہے مگر پھر بھی خدائے تعالی کی ربوبیت تقاضا کرتی ہے اور جوش مارتی ہے کہ لوگ اُسکی سیدھی راہ پر قدم مارکر اور ناکردنی کامون سے بچکر اور اُسکی پرستش و اطاعت مین محو ہوکر اپنی سعادت مطلوبہ کو پالین اور اگر اُس راہ پر چلنا نہ چاہین تو پھر اپنے لئے بلکہ اُنہین کے لئے اُسکا غضب بھڑکتا ہے اور طرح طرح کی تنبیہون مین اُنہین مبتلا کرتا ہی اور جو لوگ پھر بھی نہ سمجھین وہ بُعد اور حرمان کی آگ مین جلتے ہین یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ کوئی شخص اُسکو یہ کہہ سکے کہ تجھے میرے نفع یا نقصان کی کیا فکر پڑی ہے اور کیون بار بار ہمکو نصیحتین کرتا ہے اور الہامی کتابین بھیجتا ہے اور سزائین دیتا ہے اگر ہم عبادت کرینگے تو اپنے لئے اور اگر نہین کرینگے تو آپ نقصان اُٹھائینگے تجھے کیون ناحق کا جوش و خروش ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کہے بھی بلکہ اگر سب دنیا اور تمام آدم زاد متفق ہوکر اُسکی خدمت مین یہ گزارش کرین کہ ہمکو آپ اپنی نصیحتون اور حکمون اور الہامی کتابون سے معاف رکھین ہم آپکا بہشت یا یون کہو کہ کبھی خانہ لینا نہین چاہتے ہم اسی دنیا مین گذارہ کر لینگے آپ مہربانی فرماکر اسی جگہ ہمیشہ کے لئے ہمین رہنے دین آخرت کی ہم بڑی بڑی نعمتون سے باز آئے آپ ہمارے اعمال مین ذرا دخل دیانہ کرین اور جزا و سزا وغیرہ تجویزین جو ہمارے واسطے آپ کرتے رہتے ہین ان سب سے آپ دست بردار ہین ہمارے نفع یا نقصان سے آپ کچھ تعلق نہ رکھین تو یہ عرض

بقیہ حاشیہ جسکے تصور سے بالکنہ و تصور بکنہ سے تمام عقول و افہام بشریہ عاجز ہین اور جسطرح ہر ایک حیات خدائے تعالی کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اُسکے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعین اُسکے تعین سے خلعت پوش ہی ایسا ہی نقطۂ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور خطائر امکان مین باذنہ تعالی حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ موثر ہے - اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الہیہ کا ظلی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ طبعی و اصلی طور پر جامع بلکہ انہین دونو کا مجموعہ ہی اسلئے ہر یک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ و مراتب طبیعیہ الی آخر تنزلات جو وجود مراد ہی اجمالی طور پر حاوی رکھتا ہی ایسا ہی ظل الوہیت ہونیکی وجہ سے مرتبۂ الہیہ سے اسکو ایسی مشابہت ہے جیسے آئینہ کے عکس کو اپنے اصل سے ہوتی ہے - اور امہات صفات الہیہ یعنی حیواۃ علم ارادہ قدرت سمع بصر کلام مع اپنے جمیع فروع کے اتم و اکمل طور پر اسمین انعکاس پذیر ہین - اس نقطہ مرکز کو

اُنکی ہرگز قبول نہین ہوسکتی اگرچہ اُسکے قبول کرانیکے لئے تمام عمر روتے پیٹتے رہین پس اس سے صاف
ثابت ہے کہ صرف یہی بات نہین کہ بندہ اپنی حالت مین آزاد ہے اور اپنے لئے بندگی کرتا ہے اور
پرمیشر کو اُس سے کچھ تعلق نہین بلکہ جلال اور عظمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندہ شرط بندگی بجا لاوے
اور نیک راہون کو اختیار کرے اور اُسکی الوہیت بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ اُسکے آگے عبودیت کے
آثار ظاہر ہون اور اُسکی کاملیت ذاتی جوش سے یہ چاہتی ہے کہ جو نقصان سے خالی نہین ہے اُس کے
آگے تذلل کرے یہی وجہ ہے کہ نافرمانون اور سرکشون اور اُن سبکو جو شرارتون پہ ضد کرتے ہین انجام کار
اُسکا عذاب پکڑتا ہے ورنہ اس بات پر کوئی وجہ قابل اطمینان پیدا نہین ہوتی کہ بغیر پائے جانے کسی ذاتی
قوت کے جو سزا جزا دینے کے لئے اُسکی ذات بابرکات ازل سے رکھتی ہو کیون خواہ نخواہ وہ اس فکر مین
لگا رہتا ہے کہ نیکی کرنیوالون کو نیک پاداش اور بدی کرنیوالون کو بد پاداش پہنچاوے بلکہ اگر کوئی قوت
ذاتی جو جزا سزا دینے کیلئے محرک ہو اُسمین نہ پائی جاوے تو یہ چاہئے تھا کہ خاموشی اختیار رکھتا اور جزا
سزا کی چھیڑ چھاڑ سے بکلی دست کش رہتا سو اگرچہ یہ بات تو صحیح ہے کہ انسان کے اعمال کا نفع نقصان
اُسی کی طرف عاید ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی عظمت و سلطنت نہ اُس سے کچھ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے مگر یہ بات
بھی نہایت صحیح و محکم صداقت ہے کہ ربوبیت کا تقاضا بندون کو اُنکی حیثیت بندگی پر قایم رکھنا چاہتا ہے
اور جو شخص ذرا تکبر سے سر اونچا کرے تو اُسکا سر فی الفور نیچا کیا جاتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کی ذات مین
اپنی عظمت اپنی خدائی اپنی کبریائی اپنا جلال اپنی بادشاہی ظاہر کرنیکا ایک تقاضا پایا جاتا ہے اور سزا جزا

بقیہ حاشیہ جو برزخ بین اللہ و بین الخلق ہے یعنے نفسی نقطہ سیدنا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو مجرد کلمۃ اللہ کے مفہوم تک محدود نہین کرسکتے جیسا کہ مسیح کو اس نام سے محدود کیا گیا ہے کیونکہ
یہ نقطہ محمدیہ ظلی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے اسیوجہ سے تمثیلی بیان مین حضرت مسیح کو ابن سے
تشبیہ دی گئی ہے بباعث اُسی نقصان کے جو اُن مین باقی رہگیا ہے کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم
صفات الوہیت نہین ہے بلکہ اُسکی شاخون مین سے ایک شاخ ہے برخلاف حقیقت محمدیہ کے
کہ وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے جسکا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے سو اسیوجہ
سے تمثیلی بیان مین ظلی طور پر خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرت کو آسمانی کتابون مین تشبیہ دی گئی ہے جو
ابن کے لئے بجائے اَب ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا اضافی طور پر ناقص ہونا اور قرآنی

دور پرستی شناخت ہے جو اپنے معبودوں سے ... ہے اور جو شخص اسکو [illegible]

پرستش ہے منکر اور [illegible]

دنیا پر غور کرکے دیکھو اور جو کچھ [illegible]

قدیم سے [illegible]

کھلی کھلی [illegible] ثابت شدہ صداقت ہے کہ [illegible]

[illegible]

انتخاب کرین گو نیکی اور بدی کو جو انسان سے ظہور مین آتی ہے اُسکے کارخانہ سلطنت مین کوئی مفید یا مضر دخل نہین ہے لیکن ذاتی تقاضا اسکا یہی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر خدا نے انسان کے لئے روحون کو پیدا نہین کیا تو وہ کسی طرح سے اس مطالبہ کرنے کا مستحق نہین ہے کہ وہ کمال جو کسی بخشش جو اپنے پیدا کنندہ کے لئے چاہئے کیون اُس سے صادر نہین ہوئی۔

قولہ — اب رہی یہ بات کہ خدا وند تعالے نے اگر بنانے والا نہین تو مجید بھی نہین ہوسکتا۔ یہہ تو وہ شاید کہتا جو خدا کا [illegible] خدا کی سب صفات اور طاقتین ایسی سبب سے نہین کہ وہ روحون کے بنانے والا ہے بلکہ حقیقت مین وہ [illegible] صفات اس مین موجود ہین۔

اقول — آج ہمین ماسٹر صاحب کے کمالات علمی پر نظر ڈالنے سے بڑا ہی سرور حاصل ہوا ہے یعنی تعجب

بقیہ حاشیہ اور الوہیت کے بحر اعظم مین ذرہ بشریت گم ہوگیا اور یہ درجہ نہ استعارہ بلکہ جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلی اور مستقل طور پر اثبات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریرین اُسکو مظہر اتم الوہیت قرار دین اور آئینہ حق نما اُسکو ٹھہراوین پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جسمین یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلی طور پر دی گئی ہے یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ - یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہین وہ خدا سے بیعت کرتے ہین - خدا کا ہاتھ ہے جو اُنکے ہاتھون پر ہے۔ واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرتؐ سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرتؐ کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر بیعت کیا کرتے تھے اور مردون کے لئے یہی طریق بیعت کا تھا سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرتؐ کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دیدیا اور اُنکے ہاتھ کو

کہ آریہ لوگ صاحب موصوف کو مہاپانندکا کیون قائم مقام نہین بناتے - ماسٹر صاحب کی نظر مین جو شخص یہ بات کہے کہ خدا تعالیٰ کا ہر ایک چیز پر محیط ہونا اُسکے خالق ہونیکو مستلزم ہے وہ اس قول سے خدا کے بنانیوالا بن جاتا ہے - اب ماسٹر صاحب کے اس قول کو اسی جگہ بطور امانت رکھکر اصل مطلب پر نظر کرنی چاہیے کہ یہ بات نہایت بدیہی اور ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی چیز پر محیط ہے تو اُسکا علم بھی اُسپر محیط ہوگا اور اُسکی قدرت کاملہ بھی اُسپر محیط ہوگی کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات اُسکی صفات سے الگ نہین ہے تا یہ کہا جائے کہ وہ محیط ہونے کے وقت اپنی صفات کو کسی طاق پر جدا رکھ آتا ہے - اب جبکہ قدرت کاملہ اور علم کامل خدا تعالیٰ کا ہر یک چیز پر محیط ہوا تو یہی حقیقت خالقیت ہے کیونکہ ہم کئی مقام مین پہلے بھی تحریر کر چکے ہین کہ علم کامل کو بشرط قدرت عمل مستلزم ہے اگر انسان کسی چیز کی نسبت علم کامل رکھتا ہو اور باہمہ ایسے اسباب بھی اُسے میسر ہون جن سے اُسکو قدرت و طاقت عمل پیدا ہو جائے تو اُس چیز کو وہ بنا سکتا ہے بلکہ ہزارہا صنعتین جو انسان بنا رہا ہے اور ابتدائی پیدایش سے بناتا چلا آیا ہے اُن کے بنانے جانیکی ضروری شرطین یہ دو ہی ہین اور اگر کسی چیز کا علم کامل ہو اور پھر اُسپر تصرف کرنے کی قدرت کاملہ بھی ہو تو کوئی وجہ نہین کہ وہ چیز بنانے سے رہجائے پس جبکہ انسان کا یہ حال ہے تو پرمیشر پر وہ نامعلوم پتھر کون سے پڑگئے کہ ایک طرف تو اُسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہر یک چیز کے بارے مین اُسکا علم کامل ہے اور وہ اپنے علم کامل اور قدرت کاملہ کے ساتھ ہر یک چیز اور ذرہ ذرہ پر محیط ہے اور ایک طرف اُسکو خالق اور پیدا کنندہ ہونے سے صاف جواب دیا جاتا ہے جبکہ یہ بات بدیہی ثبوت ہو کہ خالق ہونا

بقیہ حاشیہ اپنا ہاتھہ قرار دیا - یہ کلمہ مقام جمع مین ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبت تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت مین بھی اشارہ ہے **ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی** ۔ تو نے نہین چلایا خدا نے ہی چلایا جبکہ تو نے چلایا ایسا ہی یہ اشارہ اس دوسری آیت مین پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا یعنے اُنکو کہدے کہ اے میرے بندو جنہون نے اپنی جانون پر اسراف کیا (یعنے ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو وہ تمہارے سب گناہ بخشدیگا - اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو بندے نہین ہین بلکہ سب

محیط ہونیکی فرع ہے تو پھر اصل صفت کو جو محیط ہونا ہے ذات باری جلشانہ مین تسلیم کرکے اُسکی فرع کو
ماننے سے کیون انکار کیا جاتا ہے یہ بات اجلی بدیہات ہے کہ اصل کے ثبوت کو فرع کا ثبوت لازم پڑا
ہوا ہے مثلاً جو شخص طلوع آفتاب کا اقرار کرکے پھر رات ہونے پر ضد کر رہا ہے وہ اپنی بات کو اپنے ہی
قول سے رد کرتا ہے اِسی طرح جب تمنے اپنے مُنہ سے مان لیا کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات اور علم کامل اور قدرت
کامل سے ذرہ ذرہ عالم پر ایسا محیط ہے کہ ہر یک چیز اُسکے احاطہ تام مین معہ اپنے تمام کُنہ و کیفیت کے
مستغرق ہے تو تمہین اسکی یہ فرع بھی ماننی پڑیگی کہ وہ اِن چیزون کا خالق بھی ہے کیونکہ علم تام کو عمل جو
اُسکی فرع ہے لازم پڑا ہوا ہے اور جس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے سے پہلے اول اُس
چیز کا علم ضروری ہے کہ وہ چیز اِس طور اور اِس طریق سے بنائی چاہئے اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی عمل پر
قادر ہونیکے لئے یہی ایک طریق ہے کہ اُس عمل کے متعلق علم تام حاصل ہوجائے۔ سو اگر خدا تعالیٰ
اعیان موجودات کی حقیقت سے جیسا کہ چاہئے واقف ہے تو بیشک وہ اُنکے بنانے پر بھی قادر ہے
وجہ یہ کہ علم تام اُسی علم کو کہا جاتا ہے جسکے ذریعہ سے وجود اشیاء کی اصل حقیقت کما حقہ منکشف ہوجائے
اور کوئی جزو وجود کی غیر مکشوف نرہے۔ انسان کا علم جو ناقص ہے وہ اِسی وجہ سے ناقص ہے کہ کُنہ
اشیاء تک نہین پہنچتا بلکہ وہ کچھ تھوڑا ہی چلکر پھر آگے چلنے سے رہجاتا ہے مثلاً انسان ایک حجری
مومیائی کو دیکھکر اِسقدر تو کہہ سکتا ہے کہ یہ مومیائی بخارات لطیفہ پتھر مین سے نکلی ہے اور پھر پتھر پر
غور کرکے کہہ سکتا ہے کہ یہ پتھر بالو یعنے ریت کی وہئیت دار اجزاء سے وجود پذیر ہوا ہے اور پھر بالو

بقیہ حاشیہ نبی وغیرہ نبی خدا تعالےٰ کے بندے ہین لیکن چونکہ آنحضرت م کو اپنے مولیٰ کریم سے
قرب اتم یعنے تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا سو یہ تخن ہی مقام جمع سے مرزوہوا اور مقام جمع
قاب قوسین کا مقام ہے جسکی تفاصیل کتب تصوف مین موجود ہیں ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے
لحاظ سے کئی نام آنحضرت کے ایسے رکھدئے جو خاص اُسکی صفتین ہین جیسا کہ آنحضرت صلعم کا نام محمد رکھا ہے
جسکا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے
لائق ہے مگر ظلی طور پر آنحضرت صلعم کو دیگئی ایسا ہی قرآن شریف مین آنحضرت صلعم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے
اور رحمت جسنے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہین اِن
نامون سے بھی آنحضرت م پکارے گئے ہین اور کئی مقام قرآن شریف مین اشارات و تصریحات سے

کی نسبت رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ روشناک کے بعض تغیرات سے پیدا ہوتی ہے لیکن اگر اسکے بعد یہ آخری سوال کیا جائے کہ خاک کہان سے اور کیونکر پیدا ہوگئی ہے اور اسکے کنہ دریافت کرنے کی کیا فلاسفی ہے تو اس سوال کے حل کرنے سے عاجز رہجاتا ہے اور اپنے جہل اور عجز کا اقرار کرتا ہے ایسا ہی ہر ایک چیز کے انتہائی سوال پر اُسکو اپنی نادانی کا اقرار کرنا پڑتا ہے - اب ہم لکھتے ہین کہ اگر پرمیشر کا بھی یہی حال ہے کہ اُسکا علم بھی انسان کے علم کی طرح کسی حد پر اگر ٹھہر جاتا ہے اور اُس حد مقررہ پر آکر اُسکو اپنی جہل ونادانی ونا توانی کا اقرار کرنا پڑتا ہے تو بس پھر ہندؤن کے پرمیشر کی ساری کیفیت معلوم ہوگئی - اور ثابت ہوگیا کہ ہندؤن کا فرضی پرمیشر علاوہ اور نقصانون کے جاہل اور عاجز بھی ہے لیکن اگر اُس کا علم غیر محدود اور منقطع ہے اور اُس درجہ کاملہ کنہ اشیاء تک پہنچا ہوا ہے جس درجہ پر کسی علم کا پہنچنا عامل ہونیکو مستلزم ہے تو فالقیت اُسکی خود ثابت ہے -

پھر بعد اسکے ماسٹر صاحب اپنی ایک اور دانائی دکھلاتے ہین اور فرماتے ہین کہ جبکہ پرمیشور نے دنیا کا کل جوڑنا جاڑنا کیا تو کیا وہ محیط نہ ہوا - اے ناظرین کیا تم اب بھی نہین سمجھہ سکتے کہ ماسٹر صاحب کسقدر عالم وفاضل ہین - اے صاحب اگر آپ کا پرمیشر معہ اپنے علم تام و قدرت کاملہ کے جس سے وہ کسی حالت مین الگ نہین ہوسکتا دنیا کی چیزون پر حاوی تام رکھتا اور اُنکی کنہ تک اُسکا علم پہنچا ہوا ہوتا اور اُن کے خواص کی کیفیت اور اُن کی قوتون کی اصل ماہیت انتہائے درجہ پر اُسکو معلوم ہوتی تو اُسکی قدرت پر یہہ تہمت کیون پڑتے کہ صرف جوڑنے جاڑنے تک محدود رہتی کیا انتہائی

بقیہ حاشیہ بیان ہوا ہی کہ آنحضرت صلعم مظہر اتم الوہیت ہین اور اُنکا کلام خدا کا کلام اور اُنکا ظہور خدا کا ظہور اور اُنکا آنا خدا کا آنا ہی چنانچہ قرآن شریف مین اِس بارے مین ایک یہ آیت ہے قل جاء الحق وزھق الباطل اِنّ الباطل کان زھوقا کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا - حق سے مراد اِسجگہ اللہ جلشانہ اور قرآن اور آنحضرتؐ ہین اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمین ہین سو دیکھو اپنے نام مین خدا تعالی نے آنحضرت صلعم کو کیونکر شامل کر لیا اور آنحضرتؐ کا ظہور فرمانا خدا تعالی کا ظہور فرمانا ہوا ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان معہ اپنے تمام لشکرون کے بھاگ گیا اور اُسکی تعلیمین ذلیل اور حقیر ہوگئیں اور اُسکی گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی - اسی جامعیت تامہ کی وجہ سے سورہ آل عمران جزو تیسری مین مفصل یہ بیان ہی

درجہ کا علم انتہائے درجہ کے عمل کو نہیں چاہتا؟ کیا دنیا میں کبھی کسی نے دیکھا یا سنا کہ جس درجہ پر علم ہے عمل اُس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اب واضح ہے کہ ماسٹر صاحب کے اقوال فاسدہ کا خاتمہ بد اسی قول پر ہو گیا ہے جسکو ابھی ہم تحریر کر چکے ہیں۔ والحمد للہ علی ما نصرنا واخزی اعداءنا

ظہر الحق وھم کارھون ؛

مختصر تقریر بطور خلاصہ مباحثہ

ناظرین اس رسالہ کو پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ ماسٹر مرلیدھر صاحب کا اعتراض شق القمر کیسقدر فضول اور دور از حق ہے کیونکہ اول تو یہ اعتراض اگر فرضی طور پر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے اور یہ قرار دیا جائے کہ اس آیت قرآنی کے دوسرے طور پر معنے ہیں تو ایسا قرار دینے سے کوئی بد اثر اسلام پر نہیں پہنچ سکتا اگر کچھ اثر ہوگا تو صرف یہی کہ ہزارہا معجزات میں سے ایک معجزہ بپایۂ ثبوت نہ پہنچ سکا لیکن جبحالت میں صدہا شواہد قاطعہ حقیت اسلام پر موجود ہیں اور خود قرآن شریف اپنی ذات میں مجموعہ براہین و دلائل ہے تو پھر اگر عدم ثبوت شق قمر فرض ہی کر لیا جائے تو اس سے حرج یا نقصان کیا ہوا۔ کیا اُن قرآنی معجزات کا کوئی کتاب جو الہامی کہلاتی ہے مقابلہ کر سکتی ہے جن سے ذاتی اعجاز قرآن شریف کا ثابت ہوتا ہے اور اُسکے روحانی خواص بپایۂ ثبوت پہنچتے ہیں۔ قرآن شریف توحید کے کامل اور پُرزور براہین

بقیہ حاشیہ کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان خاتم الرسل پر جو محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور اُنکی اس عظمت اور جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو۔ اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر حضرت مسیح کلمۃ اللہ جسقدر نبی و رسول گذرے ہیں وہ سب کی سب عظمت و جلالیت آنحضرتؐ کا اقرار کرتے آئے ہیں وہ حضرت موسیٰ نے توریت میں یہ بات کہکر کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُنپر چمکا صاف جتلا دیا کہ جلالیت الہی کا ظہور فاران پر آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران ہی پر آکر ظہور پذیر ہوئیں اور وہی توریت ہمکو بتلاتی ہے کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام جد امجد آنحضرتؐ کی سکونت پذیر ہوئی اور یہی بات جغرافیہ کے

اپنے اصول کو معقول اور مدلل طور پر ثابت کرتے ہین اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھتے ہین۔
اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ ہین۔ وصول الی اللہ کے تمام طریقون کی توضیح ہین نجات کی حقیقی فلاسفی
ظاہر کرتے ہین۔ صفات کاملہ الہیہ کے اکمل و اتم ثبوت ہین۔ مبدء و معاد کے حکمت بیان ہین روح کی
خاصیتون اور قوتون اور طاقتون اور استعدادون کے بیان ہین حکمت بالغہ الہیہ کے تمام وسائل پر
احاطہ کرتے ہین جو تمام اقسام کی صداقتون پر مشتمل ہوتے ہین۔ تمام نہایات بلاغت کو عقلی طور پر ثابت کرتے ہین
حقوق عباد اللہ کے قائم کرتے ہین تاثیرات و تنویرات کے دکھانے مین بے نظیر ہین پھر باینہمہ فصیح و بلیغ اور رنگین عبارت مین اس
کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر ایک حصہ اسکے بیان مین ان بیانات مین سے حقیقتہً معجزہ الہیہ ہے جسکا
مقابلہ کوئی آریہ کر سکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی دہریہ نہ کوئی اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہو اسجگہ بید طرح طرح سے شرم ہو اور
توریت و انجیل طرح طرح سے اسی مین حد ہے کہ کسی کتاب نے یہ دعوی نہین کیا جو قرآن شریف نے کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے
قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان
بعضهم لبعض ظهیرا یعنے ان کو کہدے کہ اگر سب جن و انس اسبات پر متفق ہو جائین کہ قرآن
کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہئے تو ممکن نہین کہ کر سکین اگرچہ بعض بعضون کی مدد بھی کرین۔ اور جو کچھ قرآن
شریف کے ذاتی معجزات اسجگہ ہمنے تحریر کئے ہین اگر کسی آریہ وغیرہ کو اپنے دل مین کچھ گھمنڈ یا سر مین کچھ
غرور ہو اور خیال ہو کہ یہ معجزہ نہین ہے بلکہ وید یا اسکی کوئی اور کتاب جسکو وہ الہامی سمجھتا ہے اس کا
مقابلہ کر سکتی ہے تو اسے اختیار ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم وعدہ کرتے ہین کہ اگر کوئی مخالف ممتاز اور

بقیہ حاشیہ نقشون سے بپایہ ثبوت پہونچتی ہے اور ہمارے مخالف بھی مانتے ہین کہ منظر مین بجز
آنحضرت کوئی رسول نہین اٹھا سو دیکھو حضرت موسیٰ کیسی صاف صاف شہادت دی گئی ہے۔ کہ وہ
آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہوگا اسکی شعاعین سب زمانون پر پھیلین گی اور مسلسل
ترقیات نور صداقت اسکی ذات جامع برکات پر ختم ہے۔
اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے آنحضرت کی جلالیت و عظمت کا اقرار کرکے مزامیر پینتالیسوین
مین یون بیان کیا ہے (۲) تو حسن مین بنی آدم سے کہین زیادہ ہے تیرے لبون مین نعمت بتائی
گئی ہے اسی لئے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل
کرکے اپنی ران پر لٹکا (۴) امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبالمندی سے سوار ہو کر

ذی علم لوگون مین سے ان معجزات قرآنیہ مین سے کسی معجزہ کا انکاری ہو اور اپنی کتاب الہامی مین
نور مقابلہ خیال کرتا ہو تو ہم حسب فرمائش اسکے کوئی قسم الہام معجزات ذاتیہ قرآن شریف مین سے تحریر کے
کوئی مستقل رسالہ شائع کر دینگے پھر اگر اسکی الہامی کتاب قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے تو اسے حق پہنچتا ہے
کہ تمام معجزات قرآنی سے منکر ہو جاوے اور جو شرط قرار دی جاوے سب پوری کرلے ورنہ صرف شاذ و نادر کو بطور حیلہ
کی وجہ سے معجزہ شق القمر سے انکار کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جس سے اسلام کے ایک بال کو بھی ضرر پہنچ سکے
جب معجزات موجودہ قرآنیہ کا مخالفین سے رد نہیں ہو سکتا تو موجود کو چھوڑ کر ان معجزات کی بحث چھیڑنا
جو اب آنکھوں کے سامنے نہیں ہین سراسر غلطی ہے - ماسوا اسکے جسقدر ہمنے سرمہ چشم آریہ مین قدرت
کی تحقیقات مین لکھا ہے اسکے پڑھنے سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ شق قمر کا استبعاد عقلی درحقیقت ایسا
نہین ہے جیسا کہ نادان نیم حکیم خیال کرتے ہین ابھی تک کسی عقل نے خواص قمری و شمسی پر احاطہ نہین
کیا اور نہ یہ ثابت کیا کہ خدا تعالی ان چیزون کو بنا کر بکلی بے تعلق ہو گیا ہے اور اب یہ چیزین اسکی باغی
ہین بلکہ خدا تعالی کے دونون ہاتھ محو و اثبات کے ابدی طور پر کھلے ہین اور اپنی بے انتہا اور ناپیدا کنار
قدرتون سے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم علم سے عدم شئے لازم نہین آتا جس حالت مین
کرۂ ارض مین بخاصیت زلازل و انشقاق و اتصال پائی جاتی ہے چنانچہ بعض گزشتہ زمانون مین صدہا
میل تک زمین منشق ہو کر تہ و بالا ہو گئی ہے اور اب بھی ایسے حوادث ظہور مین آتے رہتے ہین - اور ان
حوادث سے اسکی گردش مین کچھ بھی فرق نہین آتا تو پھر حوادث قمری پر کیون تعجب کیا جائے کیا کن

بقیہ حاشیہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا (۵) بادشاہ کے دلون مین تیرے تیر تیزی
کرتے ہین لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہین (۶) اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے (یہ فقرہ اسی
مقام جمع سے ہے جو قرآن شریف مین کئی مقام مین آنحضرتؐ کے حق مین بولا گیا ہے) تیری سلطنت
کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تونے صدق سے دوستی اور شرارت سے دشمنی کی اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے
خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبون سے زیادہ تر تجھے معطر کیا - بادشاہون کی بیٹیان تیری عزت
والی عورتون مین ہین -

اسی طرح حضرت یسعیاہ نے آنحضرتؐ کی جلالیت و عظمت و مظہر تام الوہیت ہونے کے بارہ
مین اپنے صحیفہ کے باب بیالیس ۴۲ مین بطور پیشگوئی وحی پاکر یون بیان کیا ہے - دیکھو میرا بندہ جسے مین

نہین کہ اُسمین حکیم مطلق نے انشقاق و انصال کی دونون خاصیتین رکھی ہون جنکا ظہور اوقات مقررہ سے والبستہ ہو اور ازلی ارادہ سے وہی وقت ظہور مقرر ہو چکا ایک نبی سے ایسا ہی معجزہ مانگا گیا - یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کی قوت قدسیہ کے اثر سے دیکھنے والون کو کشفی آنکھین عطا کی گئی ہون اور جو انشقاق قرب قیامت مین پیش آنیوالا ہے اُسکی صورت انکی آنکھون کے سامنے لائی گئی ہو کیونکہ یہ بات محقق ہے کہ مقربین کی کشفی قوتین اپنی شدت حدت کی وجہ سے دوسرون پر بھی اثر ڈالدیتی ہین اسکے نمونے ارباب مکاشفات کے قصون مین بہت پائے جاتے ہین بعض اکابر نے اپنے وجود کو ایک وقت اور ایک آن مین مختلف ملکون اور مکانون مین دکھلا دیا ہے باذن اللہ تعالی اور اسجگہ ہم یہ بھی کہتے ہین کہ حال کی فلسفی تحقیقاتین شہادت دے رہی ہین کہ شق قمر صرف اتفاقیہ نہین بلکہ مخفی طور پر یہ انشقاق و انصال ہمیشہ شمس و قمر مین جاری ہے کیونکہ اس زمانہ کی فلاسفی اپنی مستحکم رائے ظاہر کرتی ہے کہ شمس و قمر مین ایسی ہی آبادی حیوانات و نباتات وغیرہ ہے جیسی زمین پر ہے اور یہ امر انشقاق و انصال قمری کو ثابت کرنیوالا ہے کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ جس کرہ مین حیوانات و نباتات وغیرہ پیدا ہوتے ہین وہ اُسی کرہ کا مادہ لیکر جسم پکڑتے ہین یہ نہین کہ کسی دوسرے کرہ سے گاڑیون اور چھکڑون پر وہ مادہ جاتا ہے اب جبکہ یہ ماننا پڑا کہ کرہ قمری مین جسقدر حیوانات اپنے حرکت ارادے سے چلنے والے موجود ہین اور ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہین اِن کا جسمی مادہ وہی ہے جو کسیوقت جرم قمر سے انفصال کہتا تھا تو اس سے یہ بھی ماننا پڑا کہ جرم قمر کو ہمیشہ انشقاق لازم ہے اور پھر ان حیوانات کے مرجانے سے انشقاق کے بعد اتصال بھی لازم پڑا ہوا ہے

بقیہ حاشیہ سہاتون گا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے - مینے اپنی روح اُسپر رکھی وہ قومون پر راستی ظاہر کریگا - وہ نہ گھٹے گا اور نہ تھکیگا جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے - بیابان اور اُس کی بستیان کیدار (یعنے عرب) کے آباد دیہات (جس سے مکہ معظمہ وغیرہ مراد ہین) اپنی آواز بلند کرین - خدا وند ایک بہادر کی مانند نکلیگا (خداوند سے مراد ظلی طور پر آنحضرت ہین کیونکہ وہ مظہر اتم الوہیت اور درجہ سوم قرب پر ہین جیسا کہ کئی دفعہ ہم بیان کرچکے ہین) وہ اپنے تئین اپنے دشمنون پر قوی دکھلائیگا - قدیم سے مین خاموش رہا ہون اور سنا یا اور آپکو روکیگا پر اب مین اُس عورت کیطرح جو دردزہ مین ہو چلاؤنگا - مین پہاڑون اور ٹیلون کو ویران کر ڈالونگا - اور اندھون کو اُس راہ سے جسے وے نہین جانتے لیجاؤنگا -

سو اب اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اصل صورت انشقاق و اتصال کی ہر وقت قمر میں بلکہ شمس میں بھی موجود ہے ہان ایک بزرگ نمونہ اُس انشقاق و اتصال کا وہ واقعہ شق قمر ہے جسکا قرآن شریف میں ذکر ہے سو جبکہ خورد نمونہ کو فلسفی لوگ خود مانتے ہیں تو بزرگ سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہے اصل بات تو فلسفیوں کے طریق پر بھی ثابت ہے کہ قمر اور شمس کے جرم میں انشقاق اور اتصال دونوں ہوتے رہتے ہیں ایسی بنا پر تو ان دونوں کرہ میں حیوانات کی آبادی تسلیم کیگئی ہے تو پھر کیا جاہلانہ سیاپا ہے کہ پیشر شق قمر پر قادر نہیں - علاوہ اسکے ہمنے تاریخی طور پر مضبوط ثبوت دیدیا ہے کہ ضرور شق القمر وقوع میں آیا - یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ اگر قرآن شریف میں یہ معجزہ خلاف واقع لکھا جاتا اور خلاف واقعہ اسکی اشاعت ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ مخالفین جنکی نسبت گواہ رویت ہونیکا الزام لگایا گیا چپ رہتے - ہمنے اس بحث میں یہ بھی لکھدیا ہے کہ کتاب مہابھارت جسکی تالیف بیاس کیطرف منسوب کی جاتی ہے اسبات پر گواہی دیتی ہے کہ ایک زمانہ میں شق قمر ضرور ہوا تھا - اب ناظرین اپنی عقل و انصاف سے سوچ لیں کہ کیا یہ ثبوت جو ہمنے دیئے ہیں کچھ کم ہیں کیا تاریخی واقعات کے ثابت کرنیوالے اس سے بڑھکر ثبوت دیا کرتے ہیں اور جو کچھ ہمنے آریوں کے اصول و عقائد پر اعتراض کیا ہے وہ بھی ناظرین کے آگے ہے - ویدکی یہ تعلیم کہ خدائے تعالے روحوں اور مواد کا خالق نہیں اور اُسکی طرح ہر ایک چیز خود بخود اور قدیم اور واجب ہے اور ہمیشہ کے لئے کیکو نجات نہیں اسکے سب مفاصد ہمنے اس رسالہ میں بیان کر دیئے ہیں اور اسکی رد کے دلائل اپنے ہاتھ سے لکھدیئے ہیں اور ہم ہر ایک پر ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نہایت بری تعلیم ہے کہ جو انسان کو

بقیہ حاشیہ ایساہی یوحنا نبی نے آنحضرت ص کی جلالیت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے بطور پیشگوئی گواہی دی جو انجیل متی باب سوم میں اسطرح درج ہے (۱۱) میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسما دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے قوی تر ہے کہ میں اُسکی جوتیاں اُٹھانیکے لائق نہیں وہ تمہیں روح قدس اور آگ سے بپتسما دیگا - اس پیشگوئی پر محض نادانی کی راہ سے عیسائی لوگ خصومت کرتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے حق میں ہے مگر یہ دعویٰ سراسر باطل و بے بنیاد ہے اول تو حضرت مسیح حضرت یوحنا کے ہمعصر تھے نہ کہ بعد میں آنیوالے یا بعد میں نبوت کا منصب پانیوالے - ماسوا اسکے ہر ایک شخص آزما سکتا ہے کہ دائمی طور پر بپتسما لوگوں کو روح قدس اور آتش محبت دیکر بپتسما دینیوالا آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہے یعنی جناب سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسکے بغیر نام کا حضرت مسیح اپنی پیشگوئیوں میں آپ اقرار

اپنے خالق سے اصلی پیوند ہے اسکو بھی دور کرنا چاہتی ہے چہ جائیکہ اسکو دوسرے پیوند کی خوشخبری دے ۔
ایسا ہی جو لوگ نبی کے بعد دنیا کے انتہا تک الہامات الہیہ کے منکر ہیں یہ کسقدر مفسدانہ خیال ہے نبی کا
وجود اسلئے ہوتا ہے کہ تا وہ اپنے ظہور سے نقطہ آخری ترقیات انسانیہ کا ظاہر کرے اور اپنے وجود سے
دو طرفہ نمونہ صدق عبودیت و فضل ربوبیت قائم کر کے سالکین و مجاہدین کی کمر ہمت مضبوط کرے اور انکو
اسی انتہائے کمال تک اپنے تلطف سے پہنچانا چاہتے ہیں جس عنایت ازلی نے اسکو قائم کیا ہے لیکن یہ
لوگ الہام کو جو کمالیت کی حقیقی علامت ہے ویدوں تک محدود رکھتے ہیں اور اگر کوئی آریہ ہمارے اس
تمام رسالہ کو پڑھ کر بھی اپنی ضد کو چھوڑنا نہ چاہے اور اپنے کفریات سے باز نہ آوے تو ہم خداتعالیٰ کی طرف
سے اشارہ پا کر اسکو مباہلہ کیطرف بلاتے ہیں ۔ مذہب کی جڑھ خداشناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور
اسکی شاخیں اعمال صالحہ اور اسکے پہول اخلاق فاضلہ ہیں اور اسکا پہل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف
محبت ہے جو رب اور اس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس پہل سے متمتع ہونا روحانی تقدس
و پاکیزگی کا ثمرہ ہے ۔

ترک خوبی مے کناند خوب تر ۔۔۔ عشق را درمان بود عشق دگر
شیر با شیرے نمائد زور تن ۔۔۔ مے توان آہن بہ آہن کوفتن
گر غریق اندر نجاست ہاست تن ۔۔۔ رو بہ دریائے درآ و غوطہ زن

کمالیت محبت کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت

بقیہ حاشیہ کرتے ہیں اور اسی روح کے بپتسما کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اشارہ بھی
بھی فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ یعنے خدائے تعالیٰ مومنوں کو روح
قدس سے تائید کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً یعنے یہ خدا کا
بپتسما ہے اور کون سا بپتسما اس سے بڑھ کر خوبصورت ہے ۔
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو قوم روح القدس سے کسیوقت تائید دی گئی ہے وہ اب بھی دیجاتی ہے کیونکہ
اب بھی وہی خدا ہے جو پہلے تہا اور قوم بھی وہی ہے جو پہلے تہی سو اگر حضرات عیسائیوں کو اسامین کچھہ شک ہو
کہ اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلعم ہیں حضرت مسیح نہیں ہیں تو نہایت صاف اور سہل طریق فیصلہ کرنیکا یہ ہے کہ
چالیس دن تک کوئی ایسے پادری صاحب جو اپنی قوم میں نہایت بزرگ اور روح قدس بپتسما پانیکے لائق

ذاتیہ پیدا ہوتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہے اور وہی ساعت نئے عالم کی پہلی ساعت گنی جاتی
ہے لیکن وید خداشناسی کے بارے مین نہایت درجہ کا ناقص اور رہزن ہے اور نعمائے الٰہی کو بیان
کرنے مین نہایت درجہ قاصر ہے کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ کے اصل رحم اور فضل سے بکلی منکر ہے اور بجز ثمرہ
اعمال اُسکی کسی نعمت ورحمت کا قائل نہین یہان تک کہ چاند اور سورج اور زمین وغیرہ اجزاء ضروریہ اولیہ
عالم کی وید کے رو سے خدا تعالیٰ کی ذاتی واصلی رحمت نہین بلکہ یہ بھی کسی آریہ کے نیک عمل کی وجہ سے
ہر یک نئی دنیا مین خواہ نخواہ پرمیشر کو پیدا کرنی پڑتی ہین غرض وید کے رو سے پرمیشر مین اپنی ذاتی رحمت
کا نام ونشان نہین جو کچھہ آسمان وزمین مین نظر آتا ہے وہ آریون کے نیک عملون کی وجہ سے پیدا ہوگیا
مگر پرمیشر کی اسمین بڑی بھاری غلطی یہ ہے کہ وہ زمین اور چاند وسورج وغیرہ کو پیدا کرکے صرف آریون
کے نیک عملون کی وجہ سے اور پھر دوسرے ملکون کے لوگون کو بھی اُس ہندؤن کے حق خاص مین
شریک کردے کیسا ظلم ہے؟ ایسا ہی وید نے اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے بیان سے فراغت کر رکھی ہے
آریہ لوگون کے شتر بے مہار رہنے کی یہی وجہ ہے کہ عبودیت اور پرستش کے پاک طریقے اور تزکیہ وتصفیہ
نفس کی خالص تدبیرین وید مین ہرگز نہین ہین پرستش کی جڑہ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام
اگر پڑہا جائے یا سُنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے
مگر آریہ لوگ اس سے کوسون دور ہین اگر وید کو پڑہین تو انہین اُسکی حقیقت بھی معلوم ہو۔ اب تو انکی
پرستش یہی ہے کہ وہ ناحق گھی وغیرہ چیزون کو ہوم کے خیال سے آگ پر برباد کرتے ہین اگر یہہ چیزین

بقیہ حاشیہ خیال کئے جاتے ہون اور انکی بزرگواری اور خدا رسیدہ ہونے پر اکثر عیسائیون کا اتفاق ہو
وہ اس امر کی آزمائش و مقابلہ کرلے کہ روح قدس کی تائیدات کس کو نصیب ہین قوم عیسائیون اور مسلمانون مین سے جو
فیضیاب ہو کم سے کم چالیس دن تک اس عاجز کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کرین پھر اگر کسی کشف [illegible]
کو دکھلا نہین وہ غالب آجائین تو ہم اقرار کرینگے کہ پیشگوئی حضرت مسیح کے حق مین ہے اور حضرت [illegible]
چند اخبارون مین چھپوا بھی دینگے لیکن اگر ہم غالب رہے تو پادری صاحب کو بھی ایسا ہی اقرار کرنا پڑیگا اور چند
اخبارون مین چھپوا بھی دینا ہوگا کہ وہ پیشگوئی حضرت محمد کے حق مین بکلی صحیح ہے اور اس مین کچھ خطا نہین [illegible]
اس تصفیہ کے لئے سچائی کی محبت مین [illegible]
سراج منیر کو انشاء اللہ [illegible] مضمون [illegible] قدس کی تائید [illegible]

کسیکو ویدین تب بھی کچھ ثابت ہو۔ برکات روحانیہ ومحبت دوطرفہ کا تو کیا ذکر کرین اس نعمت سے متمتع ہوتا تو
وید کے رشیون کی نسبت بھی ثابت نہین ہوتا بلکہ یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ وہ کون تھے کیا نام تھا کس شہر
مین رہا کرتے تھے اور کس عمر مین الہام پایا تھا اور انکے ملہم ہونیکے کیا کیا ثبوت ہین یہ جو سنایا جاتا ہے
کہ انکا نام اگنی وایو یعنے آگ وہوا وغیرہ تھا یہ سب بناوٹی باتین ہین جیسا کہ منشی اندرمن صاحب مرادآبادی بھی
اپنے رسالہ آریہ پرکاش مین اسکے قائل ہین۔ ہندون کو آگ وغیرہ اپنے دیوتاؤن سے بہت پیار رہا ہے اور رگوید
کی پہلی شرتی اگنی سے ہی شروع ہوتی ہے سو جن چیزون سے وہ پیار کرتے تھے انہین چیزون پر ویدون کا
نازل ہونا چھاپ دیا ورنہ ویدون مین تو کہین نہین لکھا کہ حقیقت مین ایسے چار آدمی کسی ابتدائی زمانہ
مین گذرے ہین اور انہین پر وید نازل ہوئے ہین اور اگر لکھا ہے تو پھر آریون پر واجب ہے کہ ویدون کے
روسے انکا ملہم ہونا اور ان کا سوانح عمری کسی رسالہ مین چھپوادین آریون کا یہ اعتقادی مسئلہ ہے کہ ابتدائے
دنیا مین نہ صرف ایک دو آدمی بلکہ کروڑہا آدمی مختلف ملکون مین مینڈکون کی طرح زمین کے بخارات سے پیدا ہوگئے
تھے ان مین سے آریہ دیس کے چار رشی ملہم اور باقی سب مخلوقات الہام سے بے نصیب اور ان ملہمون کے حوالے
کر دی گئی تھی اس صورت مین ضرور لازم آتا ہے کہ اپنے ملہمون کی تمیز وشناخت کے لئے پرمیشر نے ان رشیون کو
کوئی ایسے نشان دیئے ہون جن سے دوسرے لوگ جو اسی زمانہ مین پیدا ہوئے تھے انکو شناخت کرسکین اور
اگر ایسے نشان دیئے تھے تو ویدین سے ثابت کرنے چاہیئین اور یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ یہ بھی نری لاف ہے کہ
وید کے رشی تمام ممالک کی اصلاح کے لئے مامور ہوئے تھے اگر ایسا ہوتا تو وید مین ضرور یہ لکھا ہوتا کہ ہم رشی

بقیہ حاشیہ کوئی ایسا عیسائی جو قدم مین بزرگوار اور واقعی کچھ بنتا ہو اسکا مقابلہ کرکے دکھاوے ورنہ لوگون ذرا تا
ہے جو یہ امتحان انکی روح القدس سے بیٹا کا قائل ہوگا۔ چون [illegible] روح القدس [illegible]
شان [illegible] آید [illegible] این [illegible] اسلام چو خورشید عیان [illegible] دگرے [illegible]
اب پھر اصل کلام کیطرف رجوع کرکے کہتے ہین کہ شان جلیل [illegible]
تمام نبی ابتدا سے [illegible] ہین ایسا ہی [illegible]
انجیلون مین [illegible]
لوگون کو کامل تعلیم کی [illegible] نہین [illegible] روح راستی [illegible]
جسکا قرآن شریف مین بھی نام حق آیا ہے [illegible] کامل تعلیم [illegible]

وہی چار وید جو آریہ ورت سے نکلا کسی دور دراز ملک مین محفوظ کرنے کے لئے گئے تھے وید مین امریکہ کا کہان
ذکر ہے افریقہ کا نشان کہان پایا جاتا ہے یورپ کے مختلف ملکون اور ریاستون کی وید کو کب خبر ہے - بلکہ
ایشیائی ملکونکی اطلاع سے وید غافل ہے اور اسکے پڑھنے سے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشر کی عملی تمامی
جائداد ہندوستان یعنے آریہ ورت ہی ہے پس اگر ہم ان تمام باتون سے قطع نظر کرین تو ویدون کی رو سے یہ
ثابت کرنا چاہئے کہ کسی وید کے رشیون نے آریہ ورت سے باہر قدم رکھا اور ویدونکو اپنی بغل مین لیکر غیر ممالک
کا بھی سفر کیا تھا یہ بات ہرگز ثابت نہین ہوسکتی پنڈت دیانند بھی ثابت نہ کرسکا اب عجب طور پر وید کے پرمیشر
کا ظلم ثابت ہوتا ہے کہ ایکطرف تو وید صاف اقراری ہے کہ دنیا کی ابتدا مین متفرق طور پر متفرق ممالک
مین نوع انسان بہت سی پیدا ہوگئے تھے اور ان سب کی اصلاح کے لئے وید آئے تھے اور پھر دوسری طرف یہ
عجیب وید کچھ نہین بتلاتا کہ مین نہین پہنچا تا کب اور کسوقت ویدون کے رشی دوسرے ملکون مین سمجھانیکے لئے
گئے تھے یا اپنے خط بھیجے تھے یا پیغام پہنچایا تھے سو شرط تبلیغ پوری کی تھی یا وید مین وصیت کرگئے تھے کہ فلان
فلان ملک آریہ ورت سے باہر ہین انہین جاؤ اور وید کی تعلیم کو ان ملکون مین پہیلاؤ سو جبکہ ثابت ہے کہ ویدون نے
دوسرے ملکون سے کبھی کچھ غرض نہین رکھی سو اس سے آریون کی زبان درازی کا اندازہ کرلینا چاہئے کہ وہ وید
کے چار نامعلوم رشیون کے مقابل خدا تعالی کے ہزارہا پاک نبیون کو جو مختلف ممالک مین ہوئے ہین جنکی
روشنی زمین پر آفتاب کی شعاع کیطرح پھیل گئی مکار اور فریبی اور ٹھگ کے نام سے موسوم کرتے ہین انمین سے کوئی یہ بات
خیال نہین کرتا کہ اول الحکمت اور صفت عالیہ حضرت اللہ تعالی کی یہی ہے [illegible] ازل سے ابتک ایک خاص اور محدود جگہ سے
بیوجہ تعلق پیدا کرکے [illegible] کے ماسوا اس کے

بقیہ حاشیہ مین تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مجھے ہے درج ہے اور اسکے ثابت
کرنے کیلئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانون نے کسی زمانہ مین یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب
برنباس مین درج کردیا ہوگا یا خود کتاب ہی تالیف کردی ہوگی گویا مسلمان لوگ کسی بات کو اتفاق کرکے
مسیحی کتب خانون مین جا گھسے اور اپنی طرف سے برنباس کی انجیلون مین جابجا محمد نبی ﷺ نام درج کردیا یا خود
یونانی یا عبرانی زبان مین اپنی طرف سے انجیل برنباس بناکر اور کئی ہزار نسخے اسکے لکھکر پوشیدہ طور پر
جبکہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابین انکے کتب خانون مین رکھ آئے لیکن ایک فاضل انگریز عیسائی
نے کچھ تھوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی مین ترجمہ کیا ہے اسنے اپنے دیباچہ مین اس تقریب کے

اس انگریز کا نام جارج سیل صاحب ہی جو اکابر علماء عیسائیون سے ہے انکا ترجمہ قرآن شریف جو انکی طرف سے شائع ہو کر سلطنت لنڈن فریڈرک وارن اینڈ کمپنی مین چھپا ہے اُسکے پہلے دیباچہ مین مولف موصوف نے یہ عجیب تذکرہ کہ ایک بزرگ راہب انجیل برنباس پڑہکر اور اُسمین پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین کُھلے کُھلے طور پر پا کر مسلمان ہو گیا تھا اِسطور سے (جو نیچے لکھا جاتا ہی) بیان کیا ہے۔

فرامینو جو ایک عیسائی مانک یعنے ایک بزرگ راہب تھا وہ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجھکو ایک تحریر اِرینس صاحب کی (جو ایک فاضل مسیحیون مین سے ہے) منجملہ اُسکی اور تحریرون کے جن مین وہ پولوس کے برخلاف ہی نظر سے گذری اِس تحریر مین اِرینس صاحب (جو پولوس عیسائی کے مخالف ہین) اپنے بیان کی صداقت کی بابت انجیل برنباس کا حوالہ دیتے ہین تب مین اِسبات کا نہایت شائق ہوا کہ انجیل برنباس کو مین بھی دیکھون۔ اور اتفاقاً تقریب یہ نکل آئی کہ خداے تعالی کے فضل و کرم نے پوپ پنجم کا مجھسے اتحاد دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جبکہ پوپ موصوف کے کتب خانہ مین ہم دونون اکٹھے تھے اور پوپ صاحب سو گئے تھے مینے دل بہلانے کو اُنکی کتابون کا ملاحظہ کرنا شروع کیا سو سب سے پہلے جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا وہ وہی انجیل برنباس تھی جسکا مین متلاشی تھا اُسکے ملجانے سے مجھے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی اور مینے سوچا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چھپا رکھون۔ تب مین پوپ صاحب کے جاگنے پر رخصت ہو کر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لیگیا جسکے پڑہنے سے مجھے دین اسلام نصیب ہوا دیکھو صفحہ دہم سطر چارم ترجمہ قرآن شریف جارج سیل صاحب۔

پھر صفحہ ۵۰ سطر ۲۳ — اسی ترجمہ مین جارج سیل صاحب اپنی عیسائی تعصب کی جوش سے یہ بے دلیل اور بیجا بات لکھتے ہین کہ معلوم ہوتا ہی کہ انجیل برنباس مین لفظ پیری قلیطس (جسکا ترجمہ محمد ہے) مسلمانون نے داخل کر دیا ہوگا مگر یقین کیا جاتا ہی کہ یہ کتاب اصلی جعل مسلمانون کا تھین۔ یعنے مسلمانون نے اُسمین صرف اسقدر جعل کیا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے آنیکی پیشگوئی بتصریح نام مین لکہدی ہے اور جبکہ اسطرح پر اکثر پیشگوئی صریح صریح اُسمین موجود ہے جنکا ماننا حضرات عیسائیون کو کسی طرح سے منظور ہی نہین اور لطف یہ کہ آپ ہی اقراری ہین کہ اِس پیشگوئی کو پڑہ کر بڑے بڑے نیک بخت اور فاضل راہب مسلمان ہوتے رہے ہین فتدبر — منہ

یہ کسقدر سکھا شاہی ظلم ہے کہ اس عجیب العقل پرمیشر نے تمام ہدایتون کو وید مین محدود رکھکر اور اپنے کلام اور الہام
کو وید پر ختم کرکے پھر منہ کھولکر اُن رشیون کو یہ ہدایت ندی کہ دنیا مین میرے اَور بندے بھی ہین جنمین کوئی اور بنی
میری طرف سے پیدا نہین ہو سکتا کیونکہ خاص تم چارون ہی ہمیشہ کے لئے میرا یارانہ ہے سو تم اُن ملکون مین

بقیہ حاشیہ بیان مین کہ انجیل برنباس مین پیشگوئی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے مین
موجود ہے یہ قصہ تحریر کیا ہی کہ برنباس کی انجیل پوپ پنجم کے کتب خانہ مین تھی اور ایک راہب جو اُس
پوپ کا دوست تھا اور مدت سے اس انجیل کی تلاش مین تھا وہ پوپ کی الماری مین جبکہ پوپ سویا ہوا تھا اس
انجیل کو پاکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ میری وہ مراد ہی جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اُس انجیل کو اپنے دوست
پوپ کی اجازت سے لیگیا اور نام آنحضرت صلعم کا یعنے محمد رسول اللہ صلعم کھلا کھلا انجیل مین لکھا ہوا دیکھکر مسلمان
ہوگیا پس اس فاضل انگریز کی اس تحقیق سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہی کہ ہمیشہ یہ کتاب پوپون کے
کتب خانون مین چارون انجیلون مین شامل کرکے عزت کے ساتھہ رکھی جاتی تھی تب ہی تو ایسے ایسے
بزرگ اور فاضل راہب اُس انجیل کو پڑہکر مسلمان ہوتے تھے - پادری صاحبون نے مدت تک اپنی کتابون مین
جو ہندوستان مین آکر اردو مین تالیف کین اس انجیل کا کسی کتاب مین تذکرہ نہین کیا اور مسلمانون اور
ہندون مین بھی ایسے لوگ بہت کم ہونگے جنکو یہ معلوم ہوگا کہ عیسائیون کے پاس ان چار انجیلون کے
علاوہ پانچوین انجیل بھی ہے جسکو پڑہ کر بڑے بڑے فاضل اور خدا ترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہین
لیکن اب پادری صاحبون نے اسقدر اپنے منہ سے اقرار کرنا شروع کردیا ہے کہ محمد صاحب کا نام ہماری
انجیل برنباس مین لکھا ہوا تو ضرور ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان نے لکھدیا ہوگا چنانچہ پادری
ٹھاکرداس جی نے اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۲۳۳ مین کسیقدر عبارت انجیل برنباس کی جسمین نام
آنحضرت صلعم یعنے محمد رسول اللہ صلعم ایک پیش گوئی حضرت مسیح مین لکہا ہوا ہے نقل کرکے آخر مین یہی
ناکارہ اور فضول عذر پیش کردیا ہی کہ یہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن آج تک
عیسائی لوگ مسلمانون کے ان سوالات کے مدیون ہین کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور
کس کس کے روبرو کیا اور کیون وہ جعلی کتابین پوپون کے متبرک کتب خانون مین الہامی کتابون کے
ساتھہ بعزت تمام رکھی گئین اور کیون بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری اُن کتابون کو پڑہ کر اور
فی الحقیقت سچ سمجھ کر دین اسلام قبول کرتے رہے - اگر در خانہ کس است حرفے بس است -

صنعت ہونی چاہئے جو دیکھو اسکے مقابل پر کیا ہی سچا اور پُر صداقت انصاف قول ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ یعنی کوئی ملک آباد نہیں جسمیں پیغمبر اور مصلح نہیں گذرا اور
نیز فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی عادت اللہ قدیم سے یہی جاری ہے کہ جب زمین جاتی

بقیہ حاشیہ [illegible] حقیقی طور پر درجہ سوم قرب میں ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم میں سے ایک ہی ہے جو
حضرت سیدنا و مولٰینا محمد ہیں اور باقی سب رسل و غیر رسل اُس سے مراتب میں کم ہیں ہاں بعض طبائع ظلی طور پر حسب
اندازہ دائرہ استعداد اپنی کے اُس کمال کو پاتے ہیں مگر حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلیٰ و اصفیٰ و ارفع و اعلیٰ طور پر
کمال مرتبہ ثالثہ اُسیکو حاصل ہے اس سوال کے جواب میں جو ہم پہلے بھی کسیقدر تحریر کر آئے ہیں کہ وجدان صحیح اور
دلائل معقولہ اسبات کو چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو واحد لاشریک ہے اور وحدت کو دوست رکھتا ہے وہ مصدر وحدت
ہو یعنی اُسکا طرز پیدائش متفرق اور پریشان طور پر نہ ہو بلکہ اُسنے مخلوقات کی تمام افراد کو ایک حسن انتظام وحدت
سے ظہور پذیر کیا ہو اور اسی پہلو کی مشاہدہ بھی شہادت دے رہا ہے جب ہم چھوٹے چھوٹے کیڑوں سے لیکر
انسان تک نظر پہنچاتے ہیں یا ہم ایک ایسے آدمی سے جسکی علمی و عملی قوتیں نہایت ہی ضعیف یا پُر ظلمت ہیں
ایک اعلیٰ درجہ کی فطرت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو تمام سلسلہ مخلوقات کا ہمیں یوں نظر آتا ہے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم
عمودی ہے جسکی ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے سو ہمیں اس خط پر نظر ڈالنے سے بناچاری
ماننا پڑتا ہے کہ یہ سلسلہ مخلوقات ادنیٰ مخلوق سے لیکر ایک اعلیٰ مخلوق تک پہونچتا ہے اور ایسی عمدہ ترتیب سے یہ
سلسلہ اوپر کو چڑھتا ہے کہ بعض حیوان جو میان میں ایسے آگئے ہیں کہ انپر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ انسان
اور حیوان میں برزخ ہیں مثلاً بندر۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمام کمالات انسانیہ [illegible] انسان [illegible] ہوتا ہے
یہ ایک ایسے دائرہ کی کیفیت ہے جو دو قوسوں پر مشتمل ہو جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وجود [illegible]
ممکن جس [illegible] روحانی طور پر [illegible] اگر اس امر معقول کو ایک صورت محسوسہ میں دکھلایا جائے تو ایک
نیچے دائرہ کی شکل [illegible]
اسطرح [illegible] انقسام [illegible] اور عقل [illegible]
بالا تر ہے لیکن قوس ادنیٰ جو [illegible] ممکن الوجود کا قوس ہے وہ باعتبار
شدت و ضعف [illegible] نقصان مراتب [illegible] مشتمل ہے [illegible]

قوس اعلیٰ وجود قدیم
[illegible] خط
قوس ادنیٰ وجود محدث

ہی تو اسے نئے سرے زندہ کرتا ہے یہ نہین کہ ایک ہی بارش پر ہمیشہ کے لئے کفایت کریں خیال کرنا چاہئے کہ یہ کیسی اعلے درجہ کی صداقت ہی جو الہامات تازہ بتازہ کا کبھی دروازہ بند نہین ہوتا لیکن وید کے رو سے تو کروڑہا برس ہوئے کہ وہ بند ہو گیا اور اب بیچارے پرانے کاغذات پنڈتوں کے جو کیڑوں اور پرانی آلائش سے تو نہیں بگڑے ہیں جنکو کچھہ تو

بقیہ حاشیہ بات نہایت ظاہر ہی کہ انسانی ترقیات کا سارا سلسلہ وتر کے کسی ایک ہی نقطہ پر ختم نہین ہو سکتا وجہ یہ کہ جس نقطہ فطرتیہ سے کوئی نفس اوپر کو ترقی کرنا شروع کریگا اسکی سیدھی رفتار اسی نقطہ انتہائی تک ہوگی جو اسکی جبلت اور استعداد کے پیش رو پڑا ہوا ہی اب فرض کرو کہ مثلاً نقاط ج د ب ک جو استعدادات مختلفہ انسانیہ کے فطرتی نقطے ہین نقاط ع ص ط م تک جو انکے پیش رو نقاط پڑے ہین جنکی طرف وہ بخط مستقیم قدم بڑہا سکتے ہین ترقی کرین تو یہ خطوط مستقیمہ ترقی کی اپنی عمودی حالت مین تر کر ان اُن نقاط کو جا ملینگے جو ٹہیک ٹہیک انکی محاذات مین پڑے ہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سفلی قوس مین ایک نقطہ ایسا بھی ضرور ہی کہ جو ٹہیک ٹہیک نقطہ مرکز کی محاذ ہی اب فرض کرو کہ وہ نقطہ ج ہی جو مرکز ع کے محاذ اسی طرح نقطہ د کا خط ص اور نقطہ ب کا خط ط اور نقطہ ک کا خط م کا محاذ ہی جبکہ یہ امر بداہت ظاہر ہی تو اب ہم کہتے ہین کہ ثبوت ہندسی سے باستعانت انیسوین شکل مقالہ اول اقلیدس بنتالیسوین شکل مقالہ مذکورہ بپایہ صداقت پہنچ سکتا ہی کہ اگر کسیطرف محیط کی کئے نقاط فرض کرکے قطر دائرہ تک خطوط مستقیمہ عمودی حالت مین کہنچے جائین تو سب سے بڑا وہ خط مستقیم ہوگا جو نقطہ مرکز تک پہنچیگا ✤ اور یہ امر

بقیہ حاشیہ فرض کرو کہ دائرہ ا ب س جہ کی قوس ب ج ل مین نقاط د ہ آ ل م ت سے خطوط مستقیم د س ص د ہ ک د ا ع و ل ق د م ط د ت ض ہ جہ ب قطر کی نقاط س و ک و ع و ق و ط و ص تک عمودی حالت مین کہینچے ہوئے ہین اور انہین ا ع وہ خط مستقیم ہے جو کہ مرکز ع تک کہ نقطہ ا کا محاذ ہی کہینچا ہوا ہی اب ہم ثابت کرینگے کہ ان خطوط مین سب سے بڑا ا ع ہوگا جو مرکز تک کہینچا ہوا ہی ملاؤ ع ل و ع م و ع ت بموجب فرض کے زاویہ ق قائم ہی تو بحکم ۳۲ ش م ۱ زاویہ ل ع ق حادہ ہوا اسلئے (بحکم ۱۹ ش م ۱) کے ضلع ل ع بڑا ہوا ضلع ل ق سے اور بموجب فرض کے زاویہ ق د ط ہر ایک قائم ہی اسلئے بحکم ۴۷ ش م ۱ مربع ع ل برابر ہوا مربع ل ق اور ق ع کے اور مربع ع م کا برابر ہی مربع ع ط اور ط م کے ـ

نفسانی تحریفوں کے کیڑے نے کھا لیا اور کچھ وہ پہلے ہی سے بودی اور سڑا خدار اور فطرتی عفونتوں کو ساتھ رکھتے ہیں۔

اب ہم اپنی پہلی کلام کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ وید برکات روحانیہ اور محبت الٰہیہ تک پہنچانے سے قاصر اور عاجز ہے اور کیونکر قاصر و عاجز نہ ہو وہ وسائل جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں یعنے طریقہ حقہ خداشناسی کا

بقیہ حاشیہ اسکو ثابت کرنیوالا ہے کہ نقطہ مرکز تمام نقاط وتر قوسین کی نسبت جو ترقیات انسانیہ کے انتہائی نشان ہیں ارفع و اعلیٰ ہے پس اس سے بالضرورت ماننا پڑتا ہے کہ جسقدر مختلف استعدادیں جنس بشریت میں داخل ہیں ان میں سے صرف ایک ہی ایسی استعداد ہے جو سب استعدادات کی نسبت بلند تر و کامل تر ہے۔

اور ثبوت اسبات کا جو صاحب اُس استعداد کامل کا اصلی و حقیقی طور پر جناب سیدنا و مولٰنا حضرت محمد مصطفٰے ہیں ان پیشگوئیوں سے ہو سکتا ہے جنمیں سے بعضکو ہمنے اسی حاشیہ میں لکھدیا ہے اور نیز ایک عمدہ ثبوت اسبات کا قرآن شریف سے بھی مل سکتا ہے کیونکہ کمالیت وحی حسب کمالیت مورد وحی ہوا کرتی ہے جسقدر کسی مورد وحی کی استعداد بلند ہوتی ہے جوہر فطرت مصفا ہوتا ہے۔ جذبات محبت نمایاں ہوتے ہیں اور حرکت شوقیہ میں تیزی اور گرمی ہوتی ہے اور وفا اور صدق میں قیام اور استحکام ہوتا ہے اُسیقدر اُسکی وحی میں کمال ہوتا ہے۔ اب ہماری طرف سے یہ دعویٰ ہے جسکو ہم بمقابل ہر ایک فریق کے ثابت کرنیکو تیار ہیں کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات اور علوم میں ہر ایک وحی سے اقویٰ و اعلیٰ ہے اور اسکے اثبات میں کسیقدر ہم کتاب براہین میں لکھ بھی چکے ہیں اور اکثر حصہ اُس کتاب کا جو انشاء اللہ رسالہ سراج منیر کے بعد چھپنا شروع ہوگا انہیں ثبوتوں سے بھرا ہوا ہے اور ہمنے اپنی کتاب براہین میں جسکے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے نہایت معقول اور مدلل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور پُر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اُس حد تک پہونچا ہوا ہے جس تک پہونچنے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں اور جسکا مقابلہ کوئی بشر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ چونکہ (بحکم ۴۷ اصول ۱) خط مستقیم ع ل برابر ہے ع م کے اسلئے مربع ع ق اور ق ل کا برابر ہوا مربع ع ط اور ط م کے اور ظاہر ہے کہ خط ع ق چھوٹا ہے ع ط سے اسلئے مربع ل ق بڑا ہوا مربع م ط سے پس خط مستقیم ل ق بڑا ہوا خط مستقیم م ط سے اور اسی طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ م ط بڑا ہے ن ص سے علی ہذا ثابت ہو سکتا ہے کہ ا ع بڑا ہے م ک سے اور م ک بڑا ہے ن س سے پس ثابت ہوا کہ ا ع جو مرکز تک کھینچا ہے سب خطوط سے بڑا ہے یہی ہمارا دعویٰ تھا۔ فقط منہ

ومعرفت لغار الٰہی و بجا آوری اعمال صالحہ و تحصیل اخلاق مرضیہ و تزکیہ نفس عن رذائل نفسیہ از سب سعادتوں کے
صحیح اور حق طور پر بیان کرنے سے وید بکلی محروم ہے کیا کوئی آریہ صفحہ زمین پر ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ان خوبیوں
وید کا قرآن شریف سے مقابلہ کرکے دکھلاوے؟ اگر کوئی زندہ ہو تو ہمیں اطلاع دے اور جن امور میں امور مذکورہ میں سے
چاہے اطلاع دے تو ہم ایک رسالہ بالتزام آیات بینات و دلائل عقلیہ قرآنی تالیف کرکے اسکو بخوشی شائع کردینگے
کہ تا اسی التزام سے وید کے معارف اور اسکی فلاسفی دکھلائی جاوے اور ایسے تالیف کنندہ کے حق میں جو آریہ ہے
وید خوان کے لئے ہم کسیقدر انعام بھی کسی ثالث کے پاس جمع کرادینگے جو غالب ہونے کی حالت میں اسکو ملے گا۔
شرط یہی ہے کہ وہ ویدوں کو پڑھ سکتا ہو تا ہمارے وقت کو ناحق ضائع نہ کرے۔

جاننا چاہیے کہ جو شخص حق سے اپنے تئیں آپ دور ڈالدے اسکو ملعون کہتے ہیں اور جو حق کے حاصل کرنے میں
اپنے نفس کی آپ مدد کرے اسکو مقرون کہتے ہیں اب ہمارے مقابل پر مقرون یا ملعون بننا آریوں کے ہاتھ میں ہے
اگر کوئی ان میں آریہ جو ویدوں کی حقیقت سے خبر رکھتا ہو موازنہ و مقابلہ وید و قرآن کی نیت سے تین ماہ کے عرصہ تک میدان میں آگیا اور اپنی
طرف سے جو رسالہ بحوالہ آیات و دلائل قرآنی تالیف ہو چکا ہے اسکی شرتیوں کے رو سے اسی طور کر کے دکھلایا تو اُسنے وید اور وید کے پیرووں کی

بقیہ حاشیہ اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریم کی رسالت ثابت کرنیکے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اہل اسلام کے ہاتھ
میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے جواب بھی ایسا تازہ بتازہ موجود ہے جیسے آنحضرت صلعم کے وقت میں موجود تھا اور اب بھی
مخالفوں کو ایسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسے وہ پہلے کرتا تھا اب اس تمام تقریر کا مدعا و خلاصہ یہ ہے کہ عند العقل
قرب الٰہی کو مراتب تین قسم پر منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا و مولینا محمد مصطفی صلعم
کیلئے مسلم ہے جسکی شعاعیں ہزارہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بیشمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کرکے نور قدیم
تک پہنچا رہی ہیں۔ وللّٰہ در القائل ؎ محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا۔ کرے ہے روح قدس جسکے در کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں۔ کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی * کیا خوش نصیب وہ آدمی ہیں جنہوں نے
محمد مصطفی صلعم کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کر لیا اللّٰھم صل علی
سیدنا و مولینا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ الحمد للّٰہ الذی ھدٰنا و جعلنا من المحبۃ
ومحب رسولہ و جمیع عبادہ المقربین

تا بچشم نظر شد از مہر و ماہ مارا۔ کردست سیم خالص قلب سیاہ مارا * لطف عمیم دلبر بردم مرا بخواند۔ ہر چند ست
زشتیم اغیار راہ مارا * صد کوئے دلستانم چون خاک کو شب و روز۔ دیگر نشان چہ باشد اقبال و جاہ مارا *

عزت رکھی اور مقرون کے معزز خطاب سے ملقب ہوگیا لیکن اگر اس عرصہ مین کسی ویدوان نے تحریک نہ کی تو وہ خطاب جو مقرون کے مقابل پر ہے سب نے اپنے لئے قبول کرلیا اور اگر پھر بھی باز نہ آوین تو آخر الحیل مباہلہ ہے جسکی طرف ہم پہلے اشارت کر آئے ہین مباہلہ کے لئے وید خوان ہونا ضروری نہین ہان باتمیز اور ایک باعزت اور نامور آریہ ضرور چاہیئے جسکا اثر دوسرون پر بھی پڑہ سکے سو سب سے پہلے لالہ ایڈیٹر صاحب اور پھر لالہ جیون داس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور اور پھر منشی اندرمن صاحب مرادآبادی اور پھر کوئی اور دوسرے صاحب آریون مین سے جو معزز اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہون مخاطب کئے جاتے ہین کہ اگر وہ وید کی اُن تعلیمون کو جنکو کسیقدر ہم اس رسالہ مین تحریر کرچکے ہین۔ فی الحقیقت صحیح اور سچی سمجھتے ہین اور اُن کے مقابل جو قرآن شریف کے اصول و تعلیمین اسی رسالہ مین بیان کی گئی ہین اُنکو باطل اور دروغ خیال کرتے ہین تو اس بارہ مین ہم سے مباہلہ کرلین اور کوئی مقام مباہلہ کا برضامندی فریقین قرار پاکر ہم دونون فریق تاریخ مقررہ پر اُس جگہ حاضر ہوجائین اور ہر ایک فریق مجمع عام مین اُٹھکر اُس مضمون مباہلہ کی نسبت جو اس رسالہ کے خاتمہ مین بطور نمونہ اقرار فریقین قلم جلی سے لکھا گیا ہے تین مرتبہ قسم کہا کر تصدیق کرین کہ ہم فی الحقیقت اُسکو سچ سمجھتے ہین اور اگر ہمارا بیان راستی پر نہین تو ہمپر اسی دنیا مین وبال اور عذاب نازل ہو۔ غرض جو جو عبارتین ہر دو کاغذ مباہلہ مین مندرج ہین جو جانبین کے اعتقاد مین بحالت دروغگوئی عذاب مترتب ہونیکے شرط پر اُنکی تصدیق کرلی چاہیئے اور پھر فیصلہ آسمانی کے انتظار کے لئے ایک برس کی مہلت ہوگی پھر اگر برس گذرنے کے بعد مؤلف رسالہ ہذا پر کوئی عذاب اور وبال نازل ہوا یا حریف مقابل پر نازل نہوا تو ان دونون صورتون مین یہہ عاجز قابل تاوان پانسو روپیہ ٹھہریگا جسکو برضامندی فریقین خزانہ سرکاری مین یا جسجگہ باسانی وہ روپیہ مخالف کو ملسکے داخل کردیا جائیگا اور بحالت غلبہ خود بخود اُس روپیہ کے وصول کرنیکا فریق مخالف مستحق ہوگا اور اگر ہم غالب آئے تو کچھہ بھی شرط نہین کرتے کیونکہ شرط کے عوض مین یہی دعا کے آثار کا ظاہر ہونا کافی ہے اب ہم ذیل مین مضمون ہر دو کاغذ مباہلہ کو لکھکر رسالہ ہذا کو ختم کرتے ہین وباللہ التوفیق ✤

نمونہ مضمون مباہلہ از جانب مؤلف رسالہ ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد حمد و صلوۃ مین عبد اللہ الاحد الصمد احمد ولد میرزا غلام مرتضی صاحب
مرحوم (جو مؤلف کتاب براھین احمدیہ ہون) حضرت خداوند کریم جلشانہ
وعزاسمہ کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ مینے اکثر حصہ اپنی عمر عزیز کا تحقیق دین مین خرچ
کرکے ثابت کرلیا ہے کہ دنیا مین سچا اور منجانب اللہ مذہب دین اسلام ہے اور حضرت
سیدنا ومولینا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالی کے رسول اور افضل
الرسل ہین اور قرآن شریف اسکے جلشانہ کا پاک و کامل کلام ہے جو تمام پاک صداقتون
اور سچائیون پر مشتمل ہے اور جو کچھ اس کلام مقدس مین ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی اپنے
وجوب ذاتی اور قدامت ہستی اور قدرت کاملہ اور اپنے دوسرے جمیع صفات مین
واحد لاشریک ہے اور سب مخلوقات کا خالق اور سب ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ ہے
اور صادق اور وفادار ایمانداروں کو ہمیشہ کے لئے نجات دیگا اور وہ رحمان اور رحیم

اور توبہ قبول کرنیوالا ہے ایسا ہی دوسری صفات الہیہ و دیگر تعلیمات جو قرآن شریف
مین لکھی ہین یہ سب صحیح اور درست ہین اور مین دلی یقین سے ان سب امور کو سچ جانتا
ہون اور دل و جان سے اُن پر یقین رکھتا ہون اور اگرچہ انکی سچائی پر صدہا عقلی دلائل
جو قطعی اور یقینی ہین اللہ جلشانہ نے مجھکو عطا کی ہین لیکن ایک اور فضل اُسکا مجھپر یہ بھی
ہوا ہے جو اُسنے براہ راست مجھکو اپنے کلام اور الہام سے مشرف کرکے دوہرا ثبوت
ان سچائیون کا مجھکو دیا ہے اب میری حالت ہے کہ جیسے ایک شیشہ عطر خالص سے
بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میرا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ تعالی کا کلام قرآن
شریف تمام برکات دینیہ کا مجموعہ ہے اور فی الحقیقت خدا تعالی اسب موجودات کا موجد
اور تمام ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ اور ہر قسم کی خیر اور نیکی و فیض کا مبدء ہے اور
اُس کا پاک رسول احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم سچا و صادق و
کامل نبی ہے جسکی پیروی پر فلاح آخرت موقوف ہے لیکن میرا فلان مخالف (اجگہ
اُس مخالف کا نام جو مباہلہ کے لیے بالمقابل آئیگا لکھا جائیگا) جو اس وقت میرے
مقابلہ کے لیے حاضر ہے یہ دعوی کرتا ہے کہ نعوذ باللہ جناب سیدنا محمد مصطفی سچے نبی

نہیں ہیں اور جلسازی سے قرآن شریف کو بنا لیا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ خدا تعالی ارواح
اور اجسام کا پیدا کنندہ نہیں اور کسی اوتار اور سچے ایماندار کو نجات ابدی کبھی نہیں ملیگی اور جو
کچھ ویدوں میں بھرا ہوا ہے وہ حقیقت میں سب سچ اور اسکے برخلاف جو قرآن شریف میں ہے
وہ سب جھوٹ ہے سوائے خدائے قادر مطلق تو ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر اور ہم دونوں میں سے جو
شخص اپنے بیانات میں اور اپنی عقاید میں جھوٹا ہے اور بصیرت کی راہ سے نہیں بلکہ تعصب اور ضد کی راہ
سے ایسی باتیں منہ پر لاتا ہے جنپر یقین کیے نیکے لیے کوئی قطعی دلیل اسکے ہاتھ میں نہیں اور نہ اسکا دل نور
یقین سے بھرا ہوا ہے بلکہ سراسر ضد اور طرفداری اور نا خدا ترسی سے ایسی باتیں بناتا ہے جنپر اسکا دل قایم
نہیں اسپر تو اے قادر کبیر ایکسال تک کوئی اپنا عذاب نازل کر اور اسکی پردہ دری کر کے جو شخص حق پر ہے
اسکی مدد فرما اور جو حسنت سے بھرے ہوئی دلکی مار ایسے شخص کو پہنچا کہ جو دانستہ سچائی سے دور اور راستی کا دشمن اور
راستبازوں کا مخالف ہے کیونکہ سب قدرت اور انصاف اور عدالت تیری ہی ہاتھ میں ہے آمین یا رب العالمین ٭

نمونہ مضمون مباہلہ از طرف آریہ صاحب فریق مخالف

میں فلان ابن فلان قسم کھا کر اور حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اول سے آخر تک رسالہ
سرمہ چشم آریہ کو پڑھ لیا اور اسکے دلایل کو بخوبی سمجھ لیا مگر وہ دلیلیں مجھے کچھ اثر

نہین کیا اور نہ مین اُنکو سچ سمجھتا ہون اور مین اپنے پرمیشر کی قسم کہا کرتا ہون کہ جیسا کہ وید مین لکھا

ہی مین اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہون کہ میری روح اور جیو کا کوئی ربّ یعنی پیدا کنندہ نہین ایسا ہی میرا

جسم یا مادہ بھی پیدا کرنیوالے سے بکلی بے نیاز ہے مین پرمیشر کیطرح خود بخود ہون اور واجب الوجود اور

قدیم اور انادی ہون میری روح اور میرا جسم یا مادہ کسی دوسرے کے سہارے سے نہین بلکہ قدیم سے دونون

ٹکڑے میرے وجود کے قائم بالذات ہین ایسا ہی وید کی اِس تعلیم پر بھی میرا کامل یقین ہے کہ مکتی یعنی نجات

ہمیشہ کے لئے کسیکو نہین مل سکتی اور ہمیشہ عزت کے بعد ذلّت کا دورہ لگا ہوا ہے مین

وید کی ان سب تعلیمون کو دلی یقین سے مانتا ہون کہ پرمیشر ایک ذرہ کو پیدا کرنے پر بھی قادر نہین اور نہ بغیر

عمل کسی عامل کے ایک ذرہ کسی پر رحمت کر سکتا ہی اور نہ بغیر ہزارون جونون مین ڈالنے کے ایک ذرہ گناہ توبہ

یا استغفار یا اچھی پرستش اور محبت سے بخش سکتا ہی اور مین وید کے بارے مین بھی اس بات پر یقین رکھتا ہون کہ چارون وید

حضرت ایشر کا کلام ہے جو ہمیشہ اور قدیم سے ہر ایک دنیا مین جاری رہی اور دیس مین چار رشیون پر اگنی اور وایو

وغیرہ مین اُترتا رہا ہی کبھی اُس سے باہر نہین اُترا اور نہ کبھی ہماری زبان سنسکرت کے سوا کسی اور زبان مین آیا

اور ہمارے دیس سے باہر جو ہزارون پیغمبر آئے ہین اور کئی کتابین لائے ہین مین دلی یقین سے اُن سب کو

جعلساز اور اُنکی کتابونکو جعلی تحریرین خیال کرتا ہون مین یقین رکھتا ہون کہ اُن غیر ملکون مین

جھوٹے اُترے ہین کبھی ایک دم بھی سچا نہین آیا اور سچائی ہمارے آریہ پنتھ ہی خاص ہی اور اُسی سے
پرمیشر کا دائمی تعلق اور پیوند رہا ہی اور ہمیشہ آیندہ بھی اُسی سے رہیگا ایسا ہی مین قرآن اور اُسکی اصولون
اور تعلیمونکو جو ویدکے اصولون اور تعلیمون سے برخلاف ہے جھوٹ اور جعل جانتا ہون لیکن میرا فریق
مخالف جو مؤلف رسالہ سرمہ چشم آریہ ہی وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہی اور اُسکی سب تعلیمونکو درست
اور صحیح سمجھتا ہی اور وید اور اُسکے ان اصولون اور دوسری تعلیمونکو جو قرآن کے مخالف ہین سراسر غلط
اور جھوٹ خیال کرتا ہی سو اب ای ایشر تو ہم دونون فریقون مین سچا فیصلہ کر اور جس فریق کی اصول اور
اعتقاد جھوٹے اور ناپاک ہین جنکو وہ کسی ناپاک کتاب کے رو سے مانتا ہی اُسکو ذلیل اور رسوا کر اور ہم دونون
مین سے وہ شخص جو تیری نظر مین کاذب اور دروغگو ہی اور اُسکے عقائد اور اصول تیری توہین اور
ہتک عزت کا موجب ہین اور وہ انکا پابند ہو رہا ہی اُسکو اے ایشر ایسے دُکھ کی مار پہنچا
اور ایسی لعنت سے بھری ہوئی اُسکی رسوائی کر کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ لعنت کا اثر جو عذاب
سے ملو ہی ظاہر ظاہر اُسکو پہنچ جائے اے ایشر تو ایسا ہی کر کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے
حضور مین عزت نہین پا سکتا - آمین فقط

اشتہار مفید الاخیار

جاگو جاگو آریو نیند نکرو پیا

چونکہ آجکل اکثر ہندوؤن اور آریون کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ وہ کچھ کچھ کتابین عیسائیون کی جو اسلام کی نکتہ چینی مین لکھی گئی ہین دیکھکر اور اُنپر پورا پورا اطمینان کرکے اپنے دلون مین خیال کر لیتے ہین کہ حقیقت مین یہ اعتراضات درست اور واقعی ہین - اسلئے قرین مصلحت سمجھکر اس عام اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دیجاتی ہے کہ اول تو عیسائیون کی کتابون پر اعتماد کر لینا اور براہ راست کسی فاضل اہل اسلام سے اپنی عقدہ کشائی نہ کرانا اور اپنے اوہام فاسدہ کا محققین اسلام سے علاج طلب نہ کرنا اور خاص کر عناد و پیشہ کو اپنی سمجھ میں بٹھانا سراسر بے راہی ہے جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہئیے - دانشمند لوگ خوب جانتے ہین کہ یہ جو پادری صاحبان پنجاب اور ہندوستان میں اگرچہ مذہب کی تائید مین دن رات ہزارہا منصوبے باندھ رہے ہین یہ اُن کے جوش ایمانی کا تقاضا نہین ہے بلکہ انواع اقسام کے اغراض نفسانی اُنکو ایسے کامون پر آمادہ کرتے ہین اگر وہ انتظام مذہبی جسکے باعث سے یہ لوگ ہزارہا روپیہ تنخواہین پاتے ہین درمیان سے اُٹھایا جاوے تو پھر دیکھنا چاہئے کہ ان کا جوش و خروش کہاں ہے - ماسوا اسکے ان لوگون کی ذاتی علمیت اور دماغی روشنی بھی بہت کم ہوتی ہے اور یوروپ کے ملکون مین جو واقعی دانا اور فلاسفر اور دقیق النظر ہین وہ پادری کہلانے سے کراہت اور عار رکھتے ہین اور اُنکو اُنکے بیہودہ خیالات پر اعتقاد ہرگز نہیں

بلکہ یورپ کے عالی دماغ حکما کی نگاہوں میں پادری کا لفظ ایسا خفیف اور دور از فضیلت سمجھا جاتا ہے کہ گویا اُس لفظ سے یہ مفہوم لازم پڑا ہوا ہے کہ جب کسیکو پادری کر کے پکارا جاوے تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی گذرجاتا ہے کہ یہ شخص اعلےٰ درجہ کی علمی تحصیلوں اور اپنا تقوٰن اور باریک خیالات سے بے نصیب ہے۔ اور جسقدر ان پادری صاحبان نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے اور بار بار ٹھوکریں کھا کر اپنے خیالات میں پلٹے کھائے ہیں اور طرح طرح کی ناسمجھیاں اٹھا کر پھر پیچھے قول سے رجوع کیا ہے یہ بات اُس شخصکو بخوبی معلوم ہوگی کہ جو ان کے اور فضلا اسلام کے باہمی مباحثات کی کتابوں پر ایک محیط نظر ڈالے۔ ان کے اعتراضات تین قسم سے باہر نہیں۔ یا تو ایسے ہیں کہ جو سراسر افترا اور بہتان ہے جنکی اصلیت کسی جگہ پائی نہیں جاتی اور یا ایسے ہیں کہ فی الحقیقت وہ باتیں ثابت تو ہیں لیکن محل اعتراض نہیں محض سادہ لوحی اور کور باطنی اور قلت تدبر کی وجہ سے انکو جائے اعتراض سمجھ لیا ہے اور یا بعض ایسے امور ہیں کہ کسیقدر تو سچ ہیں جو ایک ذرہ جائے اعتراض نہیں ہوسکتی اور باقی سب بہتان اور افترا ہیں جو اُنکے ساتھ ملائے گئے ہیں۔ آہ افسوس تو یہ ہے کہ آریوں نے اپنے گھر کی عقل کو بالکل مستعفا دیکر اُنکی تمام دور از صداقت کارروائیوں کو بیچ پیچ صحیح اور درست سمجھ لیا ہے اور بعض آریہ ایسے بھی ہیں کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ کسی جگہ سے ادھورا سا دیکھکر یا کوئی قصہ بے سرو پا کسی جاہل یا مخالف سے سنکر جھٹ پٹ اُسکو بنائے اعتراض قرار دیدیتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ جس شخص کے دلمیں خداتعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا اُسکی عقل بھی بباعث تعصب اور عناد کی زہروں کے نہایت ضعیف اور مُردہ کیطرح ہوجاتی ہے اور جو بات عین حکمت اور معرفت کی ہو وہ اُسکی نظر سقیم میں سراسر عیب دکھائی دیتی ہے سو اسی خیال سے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہی اور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جسقدر اصول اور تعلیمیں قرآن شریف کی ہیں وہ سراسر حکمت اور معرفت اور سچائی سے بھری ہوئی ہیں اور کوئی بات اُن میں ایک ذرا مواخذہ کے لائق نہیں اور چونکہ ہر ایک مذہب کے اصولوں اور تعلیموں میں صدہا جزئیات ہوتی ہیں اور اُن سب کی کیفیت کا معرض بحث میں لانا ایک بڑی مہلت کو چاہتا ہے اسلئے ہم اس بارہ میں قرآن شریف کے اصولوں کے منکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں کہ اگر اُن کو اصول اور تعلیمات قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے کہ وہ اول بطور خود خوب سوچکر دو تین ایسے بڑی سی بڑے اعتراض بحوالہ آیات قرآنی پیش کریں جو اُنکی دانست میں

سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہون جو ایک پہاڑ کو ذرہ سے نسبت ہوتی ہے یعنی اُنکے سب
اعتراضون سے اُنکی نظر مین اقوی و اشد اور انتہائی درجہ کے ہون جنپر اُنکی نکتہ چینی کی پرزور ی مین
ختم ہوگئی ہون اور نہایت شدومد سے دوڑ دوڑ کر اُنہین پر جا ٹھہری ہون سو ایسے دو یا تین اعتراض
بطور نمونہ پیش کر کے حقیقت حال کو آزما لینا چاہیئے کہ اس سے تمام اعتراضات کا بآسانی فیصلہ
ہوجائیگا کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے ۔ تو پھر یہ چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابود ہوجائینگے
اور اگر ہم اُن کا کافی و شافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اصولون
اور تعلیمون کو فریق مخالف نے مقابلہ ان اصولون اور تعلیمون کے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے
مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دور از صداقت خیالات ہین تو ایسی حالت مین فریق مخالف
کو در حالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جاویگا ۔ لیکن اگر فریق مخالف
انجام کار جھوٹا نکلا اور وہ تمام خوبیان جو ہم اپنے اُن اصولون یا تعلیمون مین ثابت کر کے دکھلاوین
مقابل اُنکے وہ اپنے اصولون مین ثابت نہ کر سکا تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسے بلا توقف مسلمان
ہونا پڑیگا اور اسلام لانے کے لئے اوّل حلف اُٹھا کر اسی عہد کا اقرار کرنا ہوگا اور پھر بعد مین ہم
اُس کے اعتراضات کا جواب ایک رسالہ مستقلہ مین شائع کرا دینگے ۔ اور جو اُنکے بالمقابل
اصولون پر ہماری طرف سے حملہ ہوگا اُس حملہ کے مدافعت مین اُسپر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک
مستقل رسالہ شائع کرے اور پھر دونون رسالون کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود
فریق مخالف کے حلف اُٹھانے پر فیصلہ ہوگا جس طرح وہ راضی ہوجائے لیکن شرط یہ ہے
کہ فریق مخالف نامی علماء مین سے ہو اور اپنے مذہب کی کتاب مین مادہ علمی بھی رکھتا ہو
اور بمقابل ہمارے حوالہ اور بیان کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کر سکتا ہو تا ناحق
ہماری اوقات کو ضائع نہ کرے ۔ اور اگر اب بھی کوئی نامنصف ہماری اس صاف صاف
منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کر جائے اور بدگوئی اور دشنام دہی اور توہین اسلام
سے بھی باز نہ آوے ۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت مین اُس لعنت کے
طوق کو اپنے گلے سے اوتارنا نہین چاہتا کہ جو خدائے تعالیٰ کی عدالت اور انصاف نے
جھوٹون اور بے ایمانون اور بدزبانون اور بخیلون اور متعصبون کے گردن کا ہار کر رکھا

ہے - وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی -

بالآخر واضح ہے کہ اس اشتہار کے جواب مین ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے تین ماہ تک کسی پنڈت یا پادری جواب دہندہ کا انتظار کیا جائیگا اور اگر اس عرصہ مین علمائے آریہ وغیرہ خاموش رہے تو اُنہین کی خاموشی اُن پر حجت ہوگی ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد مؤلف رسالہ سرمہ چشم آریہ